بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف
وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ (آل عمران).

سُبُلُ الْخَيْرَات

فِي

جَمَاعَاتِ الْمُنْتَقِبَات

(یعنی مستورات کی جماعتوں میں بھلائی کا راستہ)

افادات

حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث ومفتی دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ

ترتیب وتشریح

مفتی محمد الیاس شیخ ومولوی عبید اللہ آدم

دار الافتاء دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ

کتاب کا نام:..............سبیل الخیرات في جماعات المتنقبات۔

تاریخ اشاعت:..........جنوری ۲۰۱۴ء، ربیع الاول ۱۴۳۵ھ۔

کتابت وکمپوزنگ:......دارالافتاء، دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ۔

ناشر:......................زمزم پبلشرز، کراچی، پاکستان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ہمارے شیخ ومربی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کے نام نامی، جن کے فیض صحبت سے کئی ممالک کے عوام وخواص سیراب ہو چکے، جن کے فتاویٰ کی شمعِ فروزاں سے بیک وقت دارالعلوم دیوبند اور مظاہرالعلوم سہارنپور ہر دو مراکز منور ہوئے، جو دیوبند اور سہارنپور کی بزمِ فقہ کے صدر الصدور تھے، جن کے تبلیغی اسفار سے بے شمار بستیاں، پستیوں سے نکل کر بلندیوں کو چھونے لگیں، جن کی مجالس کے مشک وعنبر سے افریقہ کی فضائیں مہک اٹھیں، جن کی توجہات سے دلوں کے آئینوں میں ذکرواذکار کی تصویریں سج گئیں، جن کی نگاہوں کی تاثیر سے خوابیدہ دلوں نے تڑپنے کا ہنر سیکھا، جن کی نظرالتفات نے کئی دیوانوں کو فرزانہ اور کئی فرزانوں کو دیوانہ بنادیا، جن کے خم کدہ طریقت سے تصوف کے عاشقوں نے جامِ معرفت پیا، جن کی مختصر نویسی اور سہل نگاری میں تحقیق وتدقیق کے موتی چھپے ہوئے ہیں، جن کے حسن تربیت نے مسترشدین میں اعتدال کا وصف پیدا کیا، جن کے حسن تعلیم سے علماء نے حدودِ اختلاف کو پہچانا۔

جو تبلیغی جماعت کے محسن، مدارس کا مصدرِ فیض اور خانقاہی نظام کے روحِ

رواں اور میدانِ تدریس کے شہسوار تھے، جن کی فقیرانہ زندگی میں خسروانہ خزانے پنہاں تھے، جن کی نرم وگرم نصیحتوں سے بہت سارے گنہگاروں نے گناہوں کے بھنور سے نکل کر ساحلِ توبہ پایا اور منزل آشنا بن گئے۔

اللّٰهُمَّ أَسْكِنْه فِی جَنَّاتِ الْفِرْدَوْسِ وَارْفَعْ دَرَجَاتِه ۔

کتبہ: (حضرت مفتی) رضاء الحق (صاحب) عفا اللہ عنہ

دار الافتاء دار العلوم زکریا لینیشیا، جنوبی افریقہ۔

مؤرخہ: ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ موافق: ۲۴/ مارچ ۲۰۱۴ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ گرامی

از حضرت مولانا شبیر احمد صاحب سالوجی مدظلہ

مہتمم مدرسہ ہذا

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ :

أما بعد : تبلیغی جماعت کے کام کی افادیت سے کون انکار کرسکتا ہے، اس کے موافقِ سنت ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ یہ عالمگیر جماعت اورتحریک ہے، لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کے لیے باعثِ ہدایت اورخیر کا ذریعہ بنا، اسی کام کی وجہ سے ہمارے مدارس کوطلبا اورخانقاہوں کورجال ملے ،مستورات کی جماعت کے متعلق بعض حضرات کوکچھ خلجان تھا جس کی وجہ سے خلفشار پھیل رہا تھا ،احقر نے استاذِ محترم سے درخواست کی کہ برائے مہربانی کچھ تحریر فرمائیں، کیونکہ اس ناکارہ کے علم میں ہے کہ بعض فتاویٰ کی بنا پر کچھ عورتیں جماعت میں نکلنے سے رک گئیں اور بعض عورتیں تو تعلیمی حلقہ چھوڑ کر دکانوں پر جانے لگیں۔

لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں کی طرف سے جو شرائط اور قیودات اس کام کے لیے مقرر ہیں، ان کی پابندی کرتے ہوئے تقریباً کسی

فتنہ کا اندیشہ تو در کنار، بس میں اتنی بات کہتا ہوں کہ میرے خیال میں اس کام میں خیر ہی خیر ہے۔

اللہ تعالیٰ استاذِ محترم حضرت مفتی رضاء الحق صاحب اور مفتی محمد الیاس کو جزائے خیر دے کہ اس مسئلہ کو قرآن واحادیث اور اکابرین کے فتاویٰ کی روشنی میں منقح کر کے ہمارے سامنے پیش کیا، اللہ تعالیٰ اس کو بے حد قبول فرمائے اور ہمیں تمام دینی کاموں کی قدر کرنے توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مولانا) شبیر احمد سالوجی (صاحب مدظلہ)

دفتر اہتمام دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ

مؤرخہ: ۷/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ، موافق ۱۱/ دسمبر ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ گرامی

از حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزادول، جنوبی افریقہ

حامداً ومصلیاً مسلماً ؛ أما بعد :

محرم کے ساتھ مستورات کی جماعت کے جواز اور افادیت کو ثابت کرنے کے لیے دارالعلوم زکریا لینیس سے حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ کی ہدایت ورہنمائی میں ایک کتاب تیار ہوئی ہے، اس کا نام ہے: "**سبیل الخیرات فی جماعات المتنقبات**" میں نے شروع سے آخر تک یہ کتاب پڑھی، مسئلہ کو سمجھانے کے لیے سنجیدہ مدلل کتاب ہے، کتاب وسنت سے دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں، اور ہندوستان وپاکستان کے معتمد مفتیانِ کرام کے فتاویٰ بھی مذکور ہیں اور کچھ جماعتوں کے احوال اور کارگزاریاں بھی ذکر کی گئی ہیں، خصوصاً حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اپنے وقت کے مفتی اعظم ہند کی گفتگو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ کے ساتھ اس مسئلہ میں مولانا داود صاحب کے خط کے ذریعہ جو معلوم ہوئی، بہت اہمیت رکھتی ہے، کام کی شکل معلوم کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے اجازت دیدی اور اشکال ختم ہوگیا، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ مفتی اعظم ہند مفتی مظاہر العلوم ومفتی دارالعلوم دیوبند

تبلیغی کام کو بہت قریب سے جانتے تھے، حضرت نے بھی اجازت دی اور دعائیں دیں، جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں مذکور ہے اور اس کتاب میں بھی۔

مفتی یوسف لدھیانویؒ شہید مظلوم نے عملاً مستورات کی جماعت میں حصہ لیا اور دیکھا کہ کس طرح کام ہوتا ہے اور کس طرح آنا جانا ہوتا ہے ان کو تعجب ہوتا تھا کہ کس طرح بعض علما اس کو ناجائز کہتے ہیں، جس مفتی کو جس کام میں زیادہ تجربہ ہوتا ہے اس کا قول اس باب میں زیادہ معتبر ہوتا ہے، فقہ میں مذکور ہے کہ وقف اور قضا کے مسائل میں حضرت امام ابو یوسفؒ کا قول لیا جاتا ہے اس لیے کہ ان اس کا تجربہ زیادہ تھا، اگرچہ امام اعظمؒ کا قول دوسری جگہ راجح ہوتا ہے۔

یہاں اس مسئلہ میں بھی جن کو عملاً حصہ لینے کا موقع ملا یا قریب سے دیکھنے کا، وہ سمجھتے ہیں کہ اس کام میں کوئی خلافِ شرعی چیز نہیں ہے، اور اس کے فوائد بہت ہیں، میرا خود بھی کبھی کبھی ایک دن کے لیے مستورات کی جماعت میں نکلنا ہوتا ہے، مستورات کی جماعت میں بیان کا اتفاق بھی ہوتا ہے، کبھی کوئی محظور نہیں دیکھا، بڑی احتیاط کے ساتھ کام ہوتا ہے، جو لوگ منع کرتے ہیں شاید ان کو کام کی پوری ترتیب اور احتیاط معلوم نہیں، ایسے لوگ معذور ہیں، ہم ان کے حق میں دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ دے۔

یوں بعض علما کو نفس تبلیغی کام پر بھی اعتراض ہے، پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے ایک کتاب لکھدی ''تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات'' اس کے باوجود معترضین اعتراض کرتے جا رہے ہیں۔

اس کتاب سے انشاء اللہ کام میں حصہ لینے والے بھائیوں اور بہنوں کو اطمینان ہو جائے گا، کہ ہم جو کام کر رہے ہیں کتاب وسنت کی روشنی میں، اور بڑے بڑے مفتیانِ

کرام کے فتووں کے مطابق بالکل صحیح اور مفید ہے اور اس کام سے اپنا ایمان تازہ کریں گے، اپنی اصلاح کریں گے، اور قربِ الٰہی اور اتباعِ سنت کی لذت سے آشنا ہوں گے، اپنی دنیا وآخرت بنائیں گے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ☆ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور ممکن ہے کسی انصاف پسند معترض کو ہدایت بھی مل جائے، مقصد تو کتاب کا یہی ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مخالفین کی مخالفت بڑھ جائے اور جواب میں اس سے بڑی کتاب تیار کردیں، لیکن ان شاء اللہ کام کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، نفع پانے والے اپنے نفع کو جانتے ہیں۔

عرب ملکوں میں تبلیغ کے خلاف بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں، لیکن کام میں شرکت کرنے والوں کو جو فائدہ ہورہا ہے وہ اس کو پاکر ان کتابوں کو ناقابل توجہ سمجھتے ہیں اور اپنا کام کررہے ہیں، ہر سال کثرت سے جماعتوں میں نکل رہے ہیں۔

سالِ گزشتہ مستورات کی جماعت کی ممانعت کے فتوے بہت مشہور کیا گیا انٹرنیٹ پر ڈالا گیا، ای میل سے لوگوں کے پاس بھیجا گیا، لیکن معلوم ہوا کہ جماعتیں پہلے سے زیادہ نکلیں اور بہت سے ملکوں میں گئیں، مراکز والے تبلیغی حضرات اس طرح کے اعتراضات کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے، ان کے مشاغل بہت ہیں، ان کو اپنے کام میں شرحِ صدر حاصل ہے اس میں مشغول ہیں اور کام کا فائدہ دیکھ رہے ہیں احوال سن رہے ہیں، لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی کا مشاہدہ کررہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بے حد اجر وثواب کا یقین کیے ہوئے ہیں۔

درس وافتا میں مشغول علمائے کرام دلائل کے ساتھ ان کی تائید کررہے ہیں فتوے دے کراور کتابیں لکھ کراس کام کی حقانیت اورصداقت کوثابت کررہے ہیں، امید ہے کہ اس طرح اس عالمی فکرومحنت میں انکابھی حصہ ہوجائے گا۔

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ مفتی اعظم گجرات نے اپنی ایک کتاب ''علمائے دین کی ذمہ داریاں''میں لکھاہے:

آج کل تبلیغی جماعت کا کام بھی بہت پھیل گیاہےاورعالمی سطح پر یہ کام ہورہاہے اوراس سے عوام میں دینی بے داری، دین کا شوق، دین کے لیے قربانی کا جذبہ اور آخرت کی فکر پیداہورہی ہے، بےشمارلوگوں کی زندگیاں بدلی ہیں،عوام تک دین پہنچا نے کے لیے یہ بہت وسیع میدان ہے،علماکواس کام میں بھی بڑھ چڑھ کرحصہ لینے کی ضرورت ہے۔(ص۹)۔

الحمدللہ بہت سے علماعملاً حصہ لے رہے ہیں اور بہت سے تقریروتحریر کے ذریعہ اس کی تائیدکررہے ہیں، یہ کتاب اسی کی ایک کڑی ہےاس سے امید ہے کہ تائیدکرنے والے بھی اجروثواب کے مستحق ہوں گے، وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز۔ میں نے بھی اس نیت سے یہ چندسطریں لکھدیں۔

(حضرت مولانا) فضل الرحمٰن اعظمی،آزادول

۱۰/صفر۱۴۳۵ھ،۱۴/دسمبر۲۰۱۳ء۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانہ میں اُس زمانہ کے مناسب اسبابِ ہدایت پیدا فرماتے ہیں، چونکہ موجودہ زمانہ میں گمراہی کے بے شمار اسباب لوگوں کی نظروں کے سامنے گھومتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی سے لیکر موبائل فون انٹرنیٹ اور کمپوٹر تک ہر ایک گمراہی کے پھیلانے میں اپنا اپنا حصہ ڈالتا ہے، نیز اس میں شک نہیں کہ بعض آلاتِ جدیدہ علم پھیلانے میں اہمیت کے حامل ہیں، لیکن ان کا شر اور ضرر بھی اہل عقل پر مخفی نہیں۔ اسی طرح اس صدی کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور غیر مسلموں کے لئے عموماً دعوت کا ایک نیا نظام القا فرمایا جس سے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ بے نمازی نمازی بن گئے، بے ریش ڈاڑھی والے بن گئے، کوٹ پتلون والے کرتے اور شلوار میں ملبوس ہو گئے، سود اور حرام کے دلدل میں پھنسے ہوئے تائب بن گئے، ڈاکٹروں اور انجنیروں کے گھروں میں طالبِ علم پیدا ہو گئے، شہر اور دیہات کے مدارس دین کے طالب علموں سے بھر گئے، دین کے لئے مشقت اٹھانا طبیعتِ ثانیہ بن گیا، مسجدیں آباد ہو گئیں، آرمی اور ائر فورس میں متشرع افراد پیدا ہوئے، نازونعم میں پلنے والے صحرا نوردی کے عادی بن گئے، ان ممالک میں دینی مدارس کھل گئے جہاں مدارس کا نام و

نشان نہیں تھا، مکاتب ومعابد کا جال پھیل گیا، علم وذکر کے حلقے قائم ہوئے، مردہ دلوں میں جان آ گئی، مسلمانوں کے دلوں میں تبلیغ دین کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوئے، بڑی بڑی دنیوی یونیورسٹیوں میں متشرع پروفیسر نمودار ہو گئے، دین پر سب کچھ قربان کرنے کے جذبات موجزن ہو گئے، سوئے ہوئے مسلمان خواب خرگوش سے بیدار ہو گئے، بدمعاش اور قاتلین راتوں کو رونے والے بن گئے، مسجدوں کو مصلی، مدارس کو طلبہ، خانقاہوں کو ذاکرین، مکاتب کو بچے اور بچیاں، دینی تنظیمون کو کارکن مل گئے، تشنہ لب سیراب ہو گئے، خزان بہار میں بدل گئی، قحط سالی کی جگہ خوشحالی آ گئی۔ انبیاء علیہم السلام نے آ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید سمجھانے اور اس کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی جو محنت فرمائی تھی اس کے لئے نقل وحرکت شروع ہو گئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہ مقصد ظاہر کیا گیا۔ ''لتنذر قوماً ما أنذر آبائهم فهم غافلون'' کا منظر سامنے آیا۔ مسلمانوں میں دین پر عمل کرنے نے انگڑائی لی۔ صحابہ کرام کی عظمت ومحبت کے ترانے گائے گئے۔ صحابہ کرام کے واقعات اور قصے زینت محافل بنے، اکابر کے واقعات ہر مجلس کی سجاوٹ بنے، بزرگوں کے احترام کا چرچہ ہونے لگا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ورد زبان بن گیا، دین کی اشاعت کی فکر اوڑھنا بچھونا بن گئی۔ ''كنتم خير أمة أخرجت للناس'' کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا گیا۔ امتِ محمدیہ کا مزاج خلق خدا کو سمجھایا گیا، ایمان ویقین کا وظیفہ زبان پر جاری ہوا، کچے مسلمان پکے بن گئے، سنگ دل نرم دل بن گئے، تبلیغی مراکز قال اللہ اور قال الرسول سے معطر بن گئے۔ ''فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا'' کی آیتِ کریمہ سناتے سناتے صحابہ کرام کے معیارِ ایمان کا

عقیدہ دل ودماغ میں اُتارا گیا۔ دلوں میں محبتِ صحابہ راسخ ہوگئی۔

تقریباً ایک صدی سے یہ کامیاب تحریک اپنے اثرات دکھا رہی ہے۔

بندہ عاجز نے مختلف ممالک کے اسفار کیئے، ہر ملک میں دعوت کے آفتاب کی کرنوں سے عوام وخواص کو حرارتِ ایمانی لیتے ہوئے پایا اور بعض ممالک میں تو سنت کے نقشے اس مبارک کام کی برکت سے دیکھنے میں آئے۔ عام لوگ صبح اٹھتے ہی دنیا کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں اور جماعت والے بیچارے صبح اٹھتے ہی دین کی فکر وعمل میں مشغول ہوجاتے ہیں اور یہ شعر ان پر صادق آتا ہے:

علی الصباح چوں مردم بکار وبار روند ☆ بلاکشان محبت بکوئے یار روند

اور اگر بعض دنیوی کاموں کے لئے جاتے ہیں تو دست بکار ودل بیار کا مصداق ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انکو فضول باتوں اور گپ شپ میں لگانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ بزبان حال یوں گویا ہوتے ہیں:

تمہیں دنیا سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی ☆ چلو اب ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

مدتِ دراز تک یہ کام قریہ بقریہ، کوبکو، گلی گلی، جنگل صحرا میں مردوں میں ہوتا رہا اور مرد فائدہ اٹھاتے رہے پھر دعوت وتبلیغ کے اکابر نے سوچا اور خوب سوچا کہ امت کی اکثریت یعنی خواتین اس کام کی برکت سے محروم ہیں یا دور ہیں اس لئے مشوروں کے بعد خواتین کو اس کام کے ساتھ جوڑنے کی فکر فرمائی۔

چونکہ خواتین کا معاملہ بہت نازک تھا اس لیے اس کام کے لئے سخت اور مضبوط اصول بنائے گئے۔ وہ اصول اتنے سخت ہیں کہ ان پر عمل کرتے ہوئے کسی ناخوشگوار واقعہ کا ظاہر ہونا ان شاء اللہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ مستورات باہر رہتی ہوئی

اندروں خانہ خاتون کی مانند ہوتی ہیں۔

الحمد للہ مستورات میں کام شروع ہوا اور اس کا بے حد فائدہ ظاہر ہوا۔ ایمان تازہ ہوا، تعلیم کے حلقے قائم ہوئے، دین کے لئے قربانی کے جذبات پیدا ہوئے، بے شمار عورتیں باپردہ بن گئیں، رب کائنات سے تعلق بڑھ گیا، بچیوں کے مدراس قائم ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات زندہ ہوئے، زیب وزینت کی عاشق عورتیں سادہ زندگی اپنانے لگیں۔

ابتدا میں جب خواتین میں کام کی نوعیت واضح نہیں تھی، بعض دار الافتاؤں نے باپردہ عورتوں کے دعوت کے سلسلے میں نکلنے کو محل نظر فرمایا تھا اور بعض فقہی عبارات سے بھی عدم جواز کو کشید کرلیا گیا تھا۔ پھر فقیہ النفس حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس کام کی افادیت کو ملاحظہ فرمایا اور انکو اس سلسلہ میں متواتر خبریں مل گئیں تو اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور دونوں جامعات کے مفتی اعظم اور ترجمان رہے ہیں۔

کچھ مہینے پہلے بعض مفتی صاحبان کا ایک فتویٰ پھر منظر عام پر آیا جس میں باپردہ خواتین کے خروج کو ناجائز بتلایا گیا تو ہمارے دار الافتاء میں بھی اس مسئلہ کے متعلق سوالات آنے لگے، اور ایک صاحب نے عدم جواز پر ایک مختصر رسالہ بھی تحریر فرمایا۔

بندہ عاجز جائز ہونے اور مفید ہونے کا زبانی جواب دیتا رہا لیکن بعض جگہوں سے تحریری جواب کا تقاضہ بھی ہوا۔ بندہ عاجز نے تحریری جواب کے لئے تخصص کے ایک

طالبِ علم مولانا عبید اللہ آدم صاحب کو مامور کیا۔ بندہ عاجز ان کو حوالے بتلاتا رہا اور وہ بقیہ صفحات مختلف کتابوں سے حوالے نقل کرتے رہے اور توضیح اور تشریح اور ترجمہ وغیرہ کرتے رہے۔

ہمارے مدرسہ کے مہتمم مولانا شبیر احمد صاحب صالوجی کی بھی یہ فرمائش تھی کہ خواتین کی جماعتوں کے سلسلے میں ایک مفصل فتویٰ لکھا جائے۔ بہرحال یہ کام:

أُحِبُ الصَّالِحِيْنَ ولَسْتُ مِنْهُمْ ☆ لَعَلَّ اللّٰـهَ يَرْزُقُنِيْ صَلاحًا

کے جذبہ کے تحت ہوا۔ اس میں کسی پر تنقید یا تردید ہرگز مقصود نہیں۔ نیز جماعت کے معطر سلسبیل میں ہمارے قطرۂ گلاب کے ملانے کی ضرورت قطعاً نہیں۔ بلکہ یہ کام:

مشک آں باشد کہ بیوید ☆ نہ کہ عطار بگوید

کیطرح ہے۔

یہ سلسبیل ہمارے ایک قطرے کو قبول کرے تو ہمارے لئے سعادت و ذخیرۂ آخرت ہے۔

نوٹ: اس رسالہ کی تکمیل گذشتہ سال ہو چکی تھی لیکن جب ہم نے اس پر نظر ثانی کی تو اس کی جدید ترتیب کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ ترتیبِ جدید کا کام مع اضافات و اصلاحات بندہ عاجز کے مشورہ اور رہنمائی سے مولانا مفتی محمد الیاس صاحب نے انجام دیا، فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ أحسن الجزاء .

بندہ نے اس رسالہ کا نام ”سَبِيْلُ الْخَيْرات في جَمَاعَاتِ الْمُتَنَقِّبَات“

یا ’’ نَسْقُ الْمَعْلُومَات فِي ذِكْرِ جَمَاعَاتِ الْمُحَجَّبَات‘‘ رکھا۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول فرمائے اور بندہ عاجز اور ہر دو مرتب اور اربابِ اہتمام کے لئے سببِ نجات بنائے۔ آمین۔

کتبہ (حضرت مفتی) رضاء الحق (صاحب مدظلہ)

شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء دارالعلوم زکریا، لنیشیا، جنوبی افریقہ

مؤرخہ: ۱۰/ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ، موافق ۱۹/ جون ۲۰۱۳ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد :

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات، ہمہ گیر لائحہ عمل ہے،اس کا بنیادی اور آخری مقصد بنی نوعِ انسان کی صلاح وفلاح ہے،اسلام جس طرح عقائد،عبادات اور اخلاق وکردار کی رہنمائی کرتا ہے وہیں پر معیشت،معاشرت،غرض انسانی انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں بھر پور رہنمائی اور رہبری کرتا ہے۔ اور وہ خود اپنا ایک مخصوص وامتیازی معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے،جس کی بنیاد حقوق اللہ اور حقوق العباد اور حقوق النفس پر استوار ہے۔اورعقیدۂ توحید اسلامی معاشرہ کی خشتِ اول ہے۔

خداوندِ قدوس نے اسی معاشرہ کی تشکیل اور انسانیت کی فلاح و بہبود اور اس کی صحیح رہنمائی کے لئے انسانی عظمتوں کے پاسبان حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیم کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہ سلسلۃ الذہب آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا اور نبوت کا تاج محل پایۂ تکمیل کو پہنچا،اب معاشرہ کی تشکیل اور اس کی فلاح کی ذمہ داری ﴿کنتم خیر أمة أخرجت للناس﴾ کے ذریعہ قیامت تک آنے والی امتِ محمدیہ کے سر اور کندھوں پر ڈالی گئی جس کی ترجمانی

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بالفاظ ” فلیبلغ الشاھد منکم الغائب “فرمائی اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فلیبلغ الشاھد منکم الغائب کے خطاب کے وقت مجمع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی موجود تھیں اور یہ خطاب سب کو شامل تھا، باین وجہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کے ساتھ صحابیات نے بھی تبلیغی اسفار فرمائے۔ حضرت ام حرامؓ کا جہاد کا سفر اور اس سفر میں انکی شہادت احادیث پڑھنے پڑھانے والوں پر مخفی نہیں اور یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں ہے کیونکہ اسلام اور دین کی خدمت میں اور اس خدمت کے جذبہ میں خواتین کا کردار روزِ اول سے عیاں اور اظہر من الشّمس ہے جس کا انکار بداہت کے انکار کے مترادف ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

☆ دین وایمان کی حفاظت کی خاطر اسلام میں سب سے پہلی شہادت ایک نیک خاتون حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پائی۔

☆ جب آفتابِ نبوت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تو سب سے پہلے نورِ نبوت سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منور اور مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

☆ دنیا میں ایمان ودین کی خاطر سب سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والی خاتون حضرت آسیہ زوجۂ فرعون ہے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ اظہارِ محبت کرنے والی وہ عورت تھیں جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک دیکھ کر جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

☆ ربِ کائنات کے حکم پر یک لخت صبر واستقلال کے ساتھ جمنے والی خاتون حضرت ہاجرہؑ زوجۂ خلیل اللہ تھیں۔ جن کی قربانیوں پر اسلام اور اہل اسلام کو عظیم الشان

نعمتوں سے نوازا گیا۔ منجملہ ان نعمتوں کے: بیت اللہ، مکہ مکرمہ، زمزم، مقام ابراہیم، صفا مروہ، سعی، طواف وغیرہ ہیں، بلکہ اسلام کا سراجِ منیر بھی انھیں کا مرہونِ منت ہے۔

☆ اسلام میں بہت بڑی محدثہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رفیقۂ حیات سرورکونین ہیں۔

علما نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام کا ایک ربع حصہ امت کو عطا فرمایا ہے، اگر سارے اسلام کے چار حصے کیے جائیں تو تین حصے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام سے ملے اور ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملا ہے۔

☆ اگر ولایت کے میدان میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو چہار سو شہرت حاصل تھی تو میں عرض کرونگا کہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو اکنافِ عالم میں شہرت حاصل تھی۔

☆ جہاد اور میدانِ کارزار میں صحابیات کی خدمات احادیث کی کتابوں کے مشرقہ اوراق میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، بلکہ عزم اور استقلال اور بہادری و شجاعت میں مجاہد، شہ سوار کے دوش بہ روش اللہ کی ایک نیک بندی ملقبہ بذات النطاقین خلیفہ اول صدیقِ اکبر کی صاحبزادی حضرت اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر دیکھ کر وہ تاریخی جملہ فرمایا جس پر اسلام اور اہل اسلام کو ناز ہے: ألم يأن لهذا الفارس أن يترجل .

کیا اس شہ سوار کے لئے ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ وہ پیدل ہو جائے۔

☆ عربی زبان کی لازوال اور غیر فانی شاعرات میں سے حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹوں کی شہادت پر یہ جملہ : الحمد لله الذی أكرمني

بشهادتهم . فرما کرصبر و استقامت کی مثال قائم کردی۔

☆ ہمارے چار خلفائے راشدین میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو براہِ راست سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ذریعہ اور سبب ان کی ہمشیرہ حضرت فاطمہؓ بنیں، اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا سبب و ذریعہ بھی ان کی خالہ سعدیٰ بنت کریز بنیں تو چار میں سے دو کا اسلام خواتین کا مرہونِ منت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں خواتین کا کردار روزِ اول سے جاری اور ساری ہے، ہر میدان اور شعبہ میں بام عروج تک کامیابی حاصل کی۔

لیکن خیر القرون کے بعد رفتہ رفتہ یہ قربانیاں صرف گھریلو کام کاج تک محدود ہو کر رہ گئیں اور مغربی تہذیب نے اپنے ایسے زہریلے اور سموم و مخمور اثرات چھوڑے جن کی وجہ سے خواتین نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا اور مغرب کی رنگت میں رنگ گئیں، پس اس کا نتیجہ وہی ہے جو آج کل بازاروں میں ہو رہا ہے۔

قربان جایئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی جماعت پر اور ان کے رفقاء پر کہ انہوں نے مرد و زن دونوں کے گم شدہ ہیرے کو تلاش کر کے ان کے سپرد کر دیا اور تبلیغ کا یہ عظیم الشان کام شروع فرما دیا جن میں خواتین بھی اپنی اصلاح اور معاشرہ کی اصلاح میں مفید اقدامات کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کو خیر آباد بھی کہہ دیتی ہیں۔

اکابر تبلیغؒ نے خروج کو مضبوط شرائط کے ساتھ وابستہ فرما دیا جس کی وجہ سے فتنہ

فساد کا سدِ باب ہوگیا اور قرن اول کی مثال قائم ہوئی اور اسکا فائدہ محتاج بیان نہیں اظہر من الشمس ہے۔

چونکہ اکابر کے زمانہ میں عورتوں کی تبلیغ کا کام ترقی پذیر نہیں تھا، لیکن آج کل اس کام کے بے شمار فوائد ظاہر ہو رہے ہیں، اس سب کے باوجود بعض مفتی حضرات کے فتاویٰ کی وجہ سے عوام کے ذہنوں میں شبہات پیدا ہوئے اور ہمارے دارالافتاء سے سوالات کیے گئے۔

ان شبہات کے ازالہ کے لیے حضرت مفتی صاحب کے حکم اور ایما پر مولوی عبید اللہ سلمہ ربہ نے یہ مختصر رسالہ مرتب فرمایا جن کے دلائل اور عبارات حضرت ہی کا فیض ہے اور حوالہ کی تلاش اور عبارات کی تشریح مولوی عبید اللہ (متخصص فی الفقہ الاسلامی) نے فرمائی، اور مولوی محمد احمد علی مدنی (متخصص فی الفقہ الاسلامی) نے کتابت میں تعاون کیا، پھر اس کی ترتیبِ جدید اور بعض اضافے بندۂ عاجز کے حصے میں آئے۔ اللہ تعالیٰ سب کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

بندۂ عاجز کو حضرت کے حکم سے یہ چند سطور لکھنے کا شرف اور سعادت حاصل ہوئی جو کہ خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مقدس جماعت کے ساتھ شامل فرما کر اسکی محنت کے لئے دیر اور دور تک کے لیے قبول فرمائے۔ آمین۔

راقم السطور: بندۂ عاجز محمد الیاس شیخ عفی عنہ

معین دارالافتا دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ

مؤرخہ: ۱۲/ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ، موافق ۲۱/ جون ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

عصر حاضر میں مستورات میں دین سے بے پروائی عام ہے، اور چونکہ پہلا مکتب ماں کی گود ہے، اس لئے عورتوں کی دین سے دوری ان کی ذات تک محدود نہیں رہتی، بلکہ ان سے آئندہ نسلیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر ہر دور میں مصلحین امت عورتوں کی اصلاح کے لئے بطور خاص فکرمند رہے ہیں۔

مسلمانوں کی اس بیماری کے علاج کو مدنظر رکھتے ہوئے مستورات کے حلقوں میں بھی دین کی دعوت کو رواج دیا گیا۔ چنانچہ اکابرین نے اس پر طویل غور وفکر کیا، نیز علماء وصلحاء سے مشورے کئے اور طویل مشوروں کے بعد اس کا ایک خاص نظام تشکیل کیا گیا، جس میں شریعت کے احکام کی پوری رعایت رکھتے ہوئے مستورات کی جماعتوں کے لئے خاص قیود وشرائط مقرر کی گئیں۔ ان شرعی احکام اور قیود کی پابندی کے ساتھ مستورات کی جماعتیں نکلتی ہیں۔ اور الحمد للہ دعوت کے اس نظام سے مستورات کے طبقے میں بہت نفع پہنچ رہا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو مستورات کے تبلیغ میں نکلنے پر تنقید کرتے ہیں اور اس عظیم الشان کارِ خیر سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، اور مستوراتِ تبلیغی

جماعت پر اعتراضات کی بارش برساتے ہیں ،جس کی وجہ سے عوام وخواص میں ایک خلجان پیدا ہو گیا ہے،اس خلجان کو دور کرنے اور دلوں کی صفائی کے لیے قرآن ،حدیث اور فقہائے کرام کی عبارات اور اکابرین کے فتاویٰ اوران کے زریں اقوال کی روشنی میں یہ رسالہ '' سَبِیْلُ الْخَیْرَات في جَمَاعَاتِ الْمُتَنَقِّبَات ''(مستورات کی جماعتوں میں بھلائیوں کا راستہ) مرتب کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس رسالہ کو نافع بنا کر شرفِ قبولیت نصیب فرمائے۔آمین۔

خواتین کے لیے تبلیغی سفر قرآن واحادیث کی روشنی میں:

قران واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین کا تبلیغ کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا صرف جائز نہیں بلکہ ایک امر مطلوب اور مستحسن ہے۔

قرآن کرایم سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض. ﴾ (سورة التوبة آية: ۷۱).

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں دونوں کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿ يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر. ﴾ (سورة التوبة آية: ۷۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر مؤمنات کی بھی ذمہ داری ہے۔

والمؤمنون والمؤمنات أي ذكورهم وإناثهم بعضهم أولياء بعض في المحبة والموالاة والانتماء والنصرة. (تيسير الكريم الرحمن للشيخ السعدي، ص: ۳۰۱، مؤسسة الرسالة).

ترجمہ: مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہے محبت میں دوستی میں اور نصرت میں۔

شیخ عبدالعزیز بن باز اس آیت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم بالکل عام ہے مرداورعورت دونوں کو شامل ہے۔

وهـذا يـدل على أنه واجب على جميع المؤمنين والمؤمنات كل بحسب طاقته وليس خاصاً بأحد عن أحد. (الفتاوی المهمة، ص: ۱۰۲۳، دار الغد الجديد).

اشکال: آیت کریمہ میں **يـأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر** یہ دونوں مذکر کے صیغے ہیں تو اس حکم میں مؤمنات کیسے شامل ہوئیں؟

الجواب: نحو کا قاعدہ ہے کہ جب مذکر اور مؤنث دونوں جمع ہو جائیں تو ان کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال ہوتا ہے مثلاً " **الشمس والقمر دائبين** ".

دوسرا جواب یہ ہے کہ آگے " **ويـقيمون الصلوة ويؤتون الزكاة** " ہے تو کیا اسمیں بھی صرف مردوں کو خطاب ہے؟

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: قرآنِ کریم کے عام احکامات میں اگر چہ مرد وعورت دونوں ہی کو شامل ہیں، مگر عموماً خطاب مردوں کو کیا گیا ہے عورتیں اس میں ضمناً شامل ہیں، ہر جگہ یا ایہا الذین آمنوا کے الفاظ استعمال فرما کر عورتوں کو ان کے ضمن میں مخاطب کیا گیا ہے اس میں ان کا اعزاز واکرام ہے۔ (معارف القرآن: ۷/۱۴۳).

(۲) اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ مؤمنات کی اچھی صفات بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا "**سائحات**" (سورة التحريم آية:۵) اس کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں " **ذاهبـات فـي طـاعة الـله من ساح الماء إذا ذهب** ".

(الجامع لأحكام القران: ۱۸/۱۲۷). (ومثله في روح المعاني).

یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں سفر کرنے والیاں۔تبلیغ کے لئے سفر کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کا سفر ہے۔

اسی طرح "سائحات" کی ایک اور تفسیر یہ کی گئی ہے کہ "**يسحن معه حيث ساح**". (تفسير الخازن ١٢٧/٦) یعنی ایسی عورتیں جو آپ کے ساتھ سفر کرے جہاں بھی آپ جائیں۔

(۳) ﴿**قل هذه سبيلي أدعو إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني وسبحان الله وما أنا من المشركين**﴾ (سورة يوسف آية: ١٠٨).

ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ (تم مانو یا نہ مانو) میرا تو یہی طریقہ اور مسلک ہے کہ لوگوں کو بصیرت اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں بھی اور وہ لوگ بھی جو میری اتباع کرنے والے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ "**من اتبعني**" سے مراد ہر وہ فرد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

يعني من آمن بي وصدق بما جئت به أيضاً يدعو إلى الله تعالى.

(تفسير الخازن ومثله في الجلالين). (وكذا في تفسير المظهري :٢١٧/٦).

ترجمہ: یعنی جو بھی مجھ پر ایمان لائے اور میری لائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔

من هدايات الآية «**قل هذه سبيلي أدعو إلى الله**» **تعين الدعوة إلى الله تعالى على كل مؤمن تابع للرسول صلى الله عليه وسلم.** (أيسر

التفاسير للجزائري: ٢/ ٢٣٥، مكتبة العلوم والحكم).

ترجمہ: آیت سے جو امور مستفاد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہر اس فرد کی ذمہ داری ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں: کلبی اور ابن زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں پر لازم ہے کہ جس راستہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی ہے اس کی طرف وہ بھی لوگوں کو بلائیں ۔(تفسیر المظہری:٦/ ٢١٧)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "من اتبعني" عام ہے ہر اس شخص کے لیے جو قیامت تک دعوتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امت تک پہنچانے کی خدمت میں مشغول ہو۔ (معارف القرآن:٥/ ١٤٥)۔

(۴) اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ تعالیٰ کی جو نصوص ہیں وہ بھی عام ہیں مرد وعورت دونوں کو شامل ہیں۔ مثلاً:

﴿ومن أحسن قولاً ممن دعا إلى الله وعمل صالحاً وقال إنني من المسلمين﴾ . (سورة فصلت آية: ٣٣).

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کا قول ہو سکتا ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور اظہار اطاعت کے لئے کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

(۵) "واذكرن ما يتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة."

(سورة الأحزاب آية: ٣٤).

ترجمہ: اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں انکو یاد رکھو۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں قاضی بغداد علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسمیں ازواجِ مطہرات کو اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہونچانے کا حکم دیا گیا ہے، اور وعظ ونصیحت کے طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

أي اذكرن للناس بطريق العظة والتذكير. (روح المعاني: ۲۲/۲۰، دار الكتب العلمية).

احکام القرآن میں ابن عربی فرماتے ہیں:

أمر اللّٰه أزواج رسوله بأن يخبرن بما أنزل اللّٰه من القرآن في بيوتهن وما يرين من أفعال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وأقواله فيهن، حتى يبلغ ذلك إلى الناس فيعلموا ما فيه، ويقتدوا به...في هذا مسألة بديعة: وهي أن اللّٰه أمر نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم بتبليغ ما أنزل عليه من القرآن، وتعليم ما علمه من الدين...وعلى من سمعه أن يبلغه إلى غيره. (احكام القرآن: ۵۷۲/۳، ط: دار الفكر).

شیخ ابن عربی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آیتِ قرآن یا حدیث سنے اس پر لازم ہے کہ وہ امت کو پہنچائے، یہاں تک کہ ازواجِ مطہرات پر بھی لازم کیا گیا کہ جو آیاتِ قرآن ان کے گھروں میں نازل ہوں یا جو تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو حاصل ہوں اس کا ذکر امت کے دوسرے افراد سے کریں، اور یہ اللہ کی امانت ان کو پہنچا دیں۔

حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:
''اور لفظ'' اذکرن'' کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ان چیزوں کو خوب یاد رکھنا جس کا نتیجہ ان پر عمل کرنا ہے، دوسرے یہ کہ جو کچھ قرآن ان کے گھروں میں ان کے سامنے نازل ہوا یا جو تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیں اس کا ذکر امت کے دوسرے لوگوں سے کریں اور انکو پہونچائیں۔ (معارف القرآن:۷/۱۴۱،مکتبۃ المعارف)۔

مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں راقم ہیں: ''یہ چھٹا حکم ہے کہ اے نبی کی بیویوں! وہ جو تمہارے گھروں میں آیات اللہ اور حکمتِ الٰہیہ کا درس ہوتا ہے اس کو خوب یاد رکھو، لوگوں کو سمجھاؤ۔ (تفسیر حقانی:۴/۹)۔

خواتین کا تبلیغی سفر احادیث کی روشنی میں:

(۱) "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم : من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده ، فإن لم یستطع فبلسانه ، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان". (رواه مسلم، رقم: ١٨٦ باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان).

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کردے تو اس کو بند کردے، اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کردے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

(۲)" روي عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: من أمر بالمعروف ونهی عن المنکر فهو خلیفة اللّٰه في أرضه وخلیفة رسوله وخلیفة کتابه". (رواه الديلمي في مسند الفردوس رقم: ٥٨٣٤ ، وأيضاً ذكره ابن عدي في الكامل: ٦/ ٨٤، وابن حجر في اللسان في ترجمة كادح بن رحمة الزاهد وهو ضعيف).

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے وہ زمین میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا خلیفہ ہے۔

ان نصوص میں لفظ ''من'' ہے جو مذکر ومؤنث دونوں کو شامل ہے۔

" ولفظ من لعمومه شمل كل أحد رجلاً أو امرأة عبداً أو فاسقاً أو صبياً مميزاً ...". (مرقاة المفاتيح: ۳۲۹/۹ ، مكتبه امدادية).

ترجمہ: لفظ ''من'' اپنی عمومیت کی بنا پر ہر فرد کو شامل ہے مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، فاسق ہو یا سمجھدار بچہ ہو۔

''((من)) من صيغ العموم ((منكم)) خطاب للجميع يشمل الرجال والنساء والصغار والكبار وكل من يدخل تحت خطاب ((من)) ((منكم)).

(شرح الأربعين للنووي، الحديث رقم:۲۵، شمول أجر الصدقة للآمر بالمعروف والمأمور).

ترجمہ: ''من'' عمومی صیغوں میں سے ہیں اور ''منکم'' کا خطاب سب کو شامل ہیں مرد ہو یا عورت صغیر ہو یا کبیر۔

(۳) " عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: إن الناس إذا رأوا المنكر فلا يغيروه أوشك أن يعمهم الله بعقابه". (رواه ابن ماجه رقم: ۴۱۴۰ باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر).

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب لوگ کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسکو روکنے کی کوشش نہ کریں تو دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرمادیں۔

اس میں لفظ " الناس " ہے اور وہ بھی مذکر ومؤنث دونوں کو شامل ہے۔

" لفظ الناس يشمل الذكور والإناث بلا نزاع". (روح المعاني في تفيسر آية: يا أيها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة. سورة النساء ۱۷۹/۴، مكتبه دار التراث).

(۴) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خواتین بھی شریک تھیں، اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: " **ألا فليبلغ الشاهد الغائب**". (البخاري رقم: ۱۷۳۹ باب الخطبة آيام منى).

(ترجمہ: غور سے سنو! حاضرین غائبین تک ضرور پیغام پہونچادیں) یہ حکم بھی بالکل عام تھا جو بھی حاضر تھے مرد ہو یا عورت، کیونکہ حکم کا مدار حاضری پر رکھا گیا تھا مرد یا عورت ہونے پر نہیں رکھا گیا تھا، لہذا یہ امر اپنے عموم کی بنا پر خواتین کو بھی شامل ہے۔

(۵) جہاد بالسیف کے لئے صحابیات اور ازواج مطہرات کا نکلنا تو بکثرت احادیث میں وارد ہے، چنانچہ دلالت النص سے عورتوں کا جہاد باللسان یعنی دعوت وتبلیغ کے لئے نکلنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا، یعنی جس جہاد میں جان، قید، ذلت، رسوائی اور غلامی تک کا خطرہ ہو اسمیں نکلنا ثابت اور درست ہے تو جس میں یہ خطرات نہ ہوں اس میں بطریق اولیٰ صحیح اور درست ہوگا۔ (دلالۃ النص کے معنی یہ ہے کہ منطوق کے مقابلے میں مسکوت اولیٰ بالحکم ہو)۔

(٦) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا، اور یہ بات تو مسلم ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتیں، لہذا یہ بات معلوم ہوئی کہ انکا حاضر ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے تھا چونکہ حالتِ حیات میں آپ ہی اکیلے معلم تھے، اور اسی دعوت کی اہمیت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے مجمع کے پاس جاکر انکو خصوصی خطاب کیا، دعا اور دعوت وتبلیغ دونوں کے لئے عربی میں "دعوۃ" کا لفظ مستعمل ہے۔

"عن أم عطية رضي الله تعالى عنها قالت: أمرنا أن نخرج

الحيض يوم العيدين وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلاهن." (البخاري رقم:۳۵۱ باب وجوب الصلاة فی الثیاب).

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو عیدگاہ میں حاضر کریں تاکہ وہ بھی مسلمانوں کی دعوت اور خطاب میں حاضر ہوں۔

دینی سفر سے متعلق صحابیات کے واقعات:

حضرت ام شریکؓ کا واقعہ:

(۷) حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا (یہ صحابیہ ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے لئے پیش کیا تھا) اسلام قبول کرنے کے بعد وہ چھپ چھپ کر قریش کی عورتوں کے گھروں میں گشت کرتی تھیں اور انکو اسلام کی دعوت دیتی تھیں، جس کی وجہ سے اہل مکہ نے انکو سخت تکلیف پہنچائی۔

أخرج أبو موسى من طريق إبراهيم بن يونس عن زياد عن بعض أصحابه عن ابن الكلبيّ عن أبي صالح عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهما قال: وقع في قلب أم شريک الإسلام وهي بمكة، وهي إحدى نساء قريش ثم إحدى بني عامر بن لؤي، وكانت تحت أبي العكر الدوسيّ، فأسلمت، ثم جعلت تدخل على نساء قريش سرًّا فتدعوهن

وتـرغبهن في الإسلام حتى ظهر أمرها لأهل مكة، فأخذوها وقالوا لها: لـولا قـومک لـفـعـلـنـا بک وفـعـلـنـا. ولكن سنردک إليهم. قالت: فحملوني على بعير ليس تحتي شيء موطأ ولا غيره، ثم تركوني ثلاثًا لا يـطـعـمـوني ولايسقوني. قالت: فما أتت عليّ ثلاث حتى ما في الأرض شيء أسمعه. الخ (الإصابة في تمييز الصحابة ٨/٤١٧، دار الكتب العلمية).

ترجمہ: حضرت ام شریک رضی اللہ تعالی عنہا کے دل میں اسلام کی حقانیت پڑ گئی، یہ قریشی عورت ابوعکر دوسی کے نکاح میں تھیں، انہوں نے اسلام قبول کیا اور چھپ کر قریش کی عورتوں کے گھروں میں گشت کر کے انکو اسلام کی دعوت دیتی تھیں۔ جب انکا معاملہ ظاہر ہوا تو اہل مکہ نے انکو پکڑا اور کہا کہ اگر آپ کی قوم نہ ہوتی تو ہم آپ کو سخت سزا دیتے، ہاں ہم آپ کو قوم کی طرف واپس کر دینگے، پس انکو اونٹ پر سوار کر دیا جس پر کوئی پالان یا کپڑا نہیں تھا، تین دن ان کو نہ کچھ کھلایا نہ پلایا، وہ کہتی ہیں، جب تین دن گزرے تو مجھے کوئی چیز سنائی نہیں دیتی تھی۔ (اس روایت کی اسانید پر کلام ہے لیکن ہم نے تائید کے لئے پیش کی ہے)۔

حضرت ام حکیم بنت الحارث زوجہ عکرمہؓ کا واقعہ:

(۸) حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت ام حکیم بنت الحارث رضی اللہ تعالی عنہا فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئی، ان کے شوہر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ یمن بھاگ گئے تھے، تو حضرت ام حکیم رضی اللہ تعالی عنہا مکہ سے نکل کر یمن گئی اور اپنے شوہر کے پاس پہونچ کر انکو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھا تو خوشی میں اپنی جگہ سے اٹھے اور انکا استقبال کیا اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

عن ابن شهاب أن أم حكيم بنت الحارث بن هشام كانت تحت عكرمة بن أبي جهل، فأسلمت يوم الفتح بمكة وهرب زوجها عكرمة بن أبي جهل من الإسلام حتى قدم اليمن، فارتحلت أم حكيم حتى قدمت عليه اليمن، فدعته إلى الإسلام فأسلم وقدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح، فلما رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم وثب إليه فرحا وما عليه رداء حتى بايعه. (تاريخ ابن عساكر باب من سمي بكنيته من النساء ۷۰/ ۲۲٤، دار الفكر).

حضرت ام سلیمؓ کی دعوت کا واقعہ:

(۹) حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی دعوت دی جب انہوں نے ان کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔

عن أنس بن مالک رضي الله تعالى عنه أن أبا طلحة خطب أم سليم فقالت: يا أبا طلحة ألست تعلم أن إلهک الذي تعبد خشبة نبتت من الأرض نجرها حبشي بني فلان، قال: بلى، قالت: ألا تستحيي أن تعبد خشبة نبتت من الأرض نجرها حبشي بني فلان، إن أنت أسلمت

فإني لا أريد منك الصداق غيره، قال: حتى أنظر في أمري، قال: فذهب ثم جاء فقال: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمدا رسول اللّٰه .

(الإصابة في تمييز الصحابة ۴۰۹/۸، ذكر أم سليم، دار الكتب العلمية،ومعرفة الصحابة لابی نعيم: ۳۴۷/۵ ،۷۹۸۰،ط: بيروت).

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا نے انکو دعوت دی اور فرمایا کہ اے ابوطلحہ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ جس معبود کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک لکڑی ہے جو کسی حبشی نجار نے تراشی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا جی ہاں،تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا تو کیا تم ایسے معبود کی پوجا کرنے سے جو لکڑی سے تراشا گیا ہو حیا محسوس نہیں کرتے ؟ اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو مجھے اس کے علاوہ اور کوئی مہر نہیں چاہئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میں غور کرکے جواب دونگا۔ بعد میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی اور مشرف باسلام ہوئے۔

(۱۰) تبلیغ میں نکلنے کی ایک بہت بڑی وجہ ومقصد علم دین کو حاصل کرنا اور اس علم پر عمل کو دیکھنا ہے، (عملاً جو چیز بتائی یا سیکھی جاتی ہے وہ اثبت فی القلب ہوتی ہے) اور احادیث میں بکثرت اسکا ذکر ملتا ہے کہ صحابیات مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں،تو جب شہر کے اندر بغیر محرم کے تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاسکتی ہے تو شہر کے باہر محرم کے ساتھ جانے کی بھی گنجائش

ہوگی۔

حضرت ام سلیمؓ کا مسئلہ دریافت کرنا:

عن أم سلمة رضي اللّٰہ تعالی عنها أنها قالت: جاء ت أم سليم امرأة أبي طلحة إلى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم، فقالت: يا رسول اللّٰہ! إن اللّٰہ لايستحيي من الحق، هل على المرأة من غسل إذا هي احتلمت، فقال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: نعم، إذا رأت الماء.

(البخاري رقم:۲۸۲، باب إذا احتلمت المرأة).

ترجمہ: حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالی حق بات بیان کرنے سے حیا نہیں کرتے، اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں! جب وہ پانی دیکھے۔

حضرت ہندہؓ کا مسئلہ دریافت کرنا:

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالی عنها أنها قالت: قالت هند أم معاوية رضي اللّٰہ تعالی عنها لرسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: إن أبا سفيان رجل شحيح، فهل علي جناح أن آخذ من ماله سرًا، قال: خذي أنت وبنيک ما يكفيک بالمعروف. (البخاري رقم:۲۲۱۱ باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون بينهم في البيوع، ورقم: ۵۳٦٤، و۵۳۷۰، و۷۱۸۰).

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ

ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دریافت کیا کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ خرچ کرنے میں محتاط ہے تو کیا میں اسکے مال میں سے کچھ لے سکتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جی ہاں! جتنا آپ کے اور آپ کے بیٹوں کے لئے کافی ہو۔

حضرت زینبؓ کا مسئلہ دریافت کرنا:

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شوہر اور اپنی اولاد پر صدقہ کرنے سے متعلق مسئلہ دریافت کیا۔ بخاری شریف میں ہے:

عن أبي سعيد الخدری ﷺ خرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في أضحى أو فطر إلى المصلى ثم انصرف فوعظ الناس و أمرهم بالصدقة فقال: أيها الناس تصدقوا فمر على النساء فقال: يا معشر النساء تصدقن ...ثم انصرف فلما صار إلى منزله جاء ت زينب امرأة ابن مسعود ﷺ تستأذن عليه فقيل: يا رسول اللّٰه! هذه زينب فقال: أي الزيانب فقيل : امرأة ابن مسعود ﷺ قال: نعم ائذنوا لها فأذن لها قالت: يا نبي اللّٰه إنک أمرت اليوم بالصدقة و كان عندي حلي لي فأردت أن أتصدق به فزعم ابن مسعود ﷺ أنه وولده أحق من تصدقت عليهم، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صدق ابن مسعود ﷺ زوجک وولدک أحق من تصدقت به عليهم . (بخاری شریف: ۱/ ۱۹۷، باب الزکاۃ علی الاقارب، ط: فیصل)۔

ایک عورت کا اپنی قوم کو دعوت پیش کرنا:

(۱۲) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیمّم کے باب میں ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانی تلاش کرنے کے لئے گئے، ایک عورت کے پاس پانی ملا، صحابہ کرام نے اس عورت سے پانی حاصل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس روایت میں مذکور ہے کہ بعد میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عورت کی بستی کے قرب وجوار میں جب حملہ آور ہوتے تو اس عورت کی بستی کو چھوڑ دیتے تھے، اس طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اس عورت نے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام پیش کی تو اس کی قوم نے برضا ورغبت اسلام قبول کرلیا۔

عن عمران رضي اللّٰه تعالى عنه قال: كنا في سفر مع النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وإنا أسرينا حتى كنا في آخر الليل وقعنا وقعة ...فكان المسلمون بعد ذلك يغيرون على من حولها من المشركين ولا يصيبون الصرم الذي هي منه، فقالت يوماً لقومها: ما أرى أن هؤلاء القوم قد يدعونكم عمدًا، فهل لكم في الإسلام؟ فأطاعوها فدخلوا في الإسلام. (البخاري رقم: ٣٤٤ باب الصعيد الطيب وضوء المسلم).

یہ حدیث قدرے طویل ہے بعض اجزاء کی تشریح حسبِ ذیل درج ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر کیا، خیبر سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا، رات بھر چلتے رہے، جب چلتے چلتے چور ہو گئے، تو رات کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا، آپ نے فرمایا: دیکھو رات کا آخری وقت ہے، کہیں نیند غالب آ کر نماز کو فوت نہ کر دے، لیکن ساتھیوں کی مجبوری پر نظر فرماتے ہوئے ان کی استدعا قبول فرمالی، جماعت میں سے ایک صاحب نے یہ ذمہ لیا کہ وہ وقت پر بیدار کر دیں گے، اتفاق یہ پیش آیا کہ جن صحابی کو جاگتے رہنے کے لیے مقرر کیا تھا ان کو بھی نیند آ گئی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے ان کی بھی آنکھ نہ کھل سکی، تین آدمی یکے بعد دیگرے بیدار ہوئے، چوتھے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے، ضرورت تھی کہ اس وقت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا جائے، لیکن راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سے بیدار نہیں کرتے تھے اس لیے کہ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ خواب میں آپ پر کیا حالت طاری ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادر اور نڈر آدمی تھے، انہوں نے ادبِ نبوی کی رعایت فرماتے ہوئے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا کہ بلند آواز سے تکبیر کہنی شروع کی اور بار بار بلند آواز سے تکبیر کہتے رہے، تا ایں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ کے بیدار ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں اس واقعہ سے اپنی سخت بے چینی کا اظہار کیا، آپ نے ارشاد فرمایا" لا ضیر " گھبرانے کی بات نہیں، ایسا ہونا بعض شرعی مصالح کی بنا پر ضروری تھا، پھر تم نے بالاختیار ایسا نہیں کیا ہے اس لیے اس پر کوئی مؤاخذہ بھی نہیں ہے، "ارتحلوا" یہاں سے چلو، نیند کا اثر دور کرنے کے لیے نقل و حرکت اور جگہ کی تبدیلی موثر ہے، اس لیے ارشاد فرمایا کہ آگے بڑھو۔

...اس کے بعد پھر آپ روانہ ہوئے تو حضراتِ صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی، آپ نے پھر سفر موقوف کیا، دو شخصوں کو جن میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ

تھے بلا کر پانی تلاش کرنے کا حکم فرمایا، یہ دونوں حضرات پانی کی تلاش میں روانہ ہوئے، اتفاق سے ایک عورت جو اونٹ پر پانی کی مشکیں لادے ہوئے چلی آرہی تھی، سامنے نظر آئی، ان دونوں حضرات نے اس عورت سے معلوم کیا، پانی یہاں سے کتنی دور ہے، اس نے جواب دیا کہ کل میں اس وقت پانی کے پاس تھی یعنی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے یہ سن کران حضرات نے اس عورت سے کہا چل، اس نے دریافت کیا کہا ان حضرات نے کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورت نے کہا وہی جن کو صابی کہا جاتا ہے، صابی یعنی ایک دن چھوڑ کر دوسرا دن اختیار کرنے والا، اب اگر یہ حضرات اس عورت کی تردید کرتے ہیں تو مقصد فوت ہوتا ہے کہ وہ نہیں بلا رہے ہیں اور اگر ہاں کہتے ہیں تو شانِ رسالت میں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں، اس لیے شانِ رسالت کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ ہاں ہاں وہی جو تمہاری مراد ہے، انہوں نے عورت کو جانے کے لیے اس لیے کہا تا کہ آپ کی خدمت میں یہ بات پہنچادے کہ اس عورت کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی یہاں سے بہت دور ہے، چنانچہ اس عورت کو لے گئے اور واقعہ بیان کر دیا۔

آپ نے حکم دیا کہ اس کو اونٹ سے اتار لو، پھر آپ نے ایک برتن منگایا اور مشکوں کا بالائی دہانہ کھلوا کر اس میں سے کچھ پانی لیا، اور اس میں لعابِ دہن شامل فرما کر اس کا وہ منہ بند کر دیا گیا اور مشکوں کے نیچے کا منہ کھلوا کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ پانی پئیں اور پلائیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی پیا بھی گیا مویشیوں کو بھی پلایا گیا اور مشکیں بھی بھر لی گئیں کہ ساتھ لے چلیں گے، اس کے بعد آپ نے اس شخص کو پانی دیا جس کو جنابت لاحق ہو گئی تھی اور فرمایا کہ جاؤ یہ پانی اپنے اوپر بہادو...

یہ تمام کام ہوتے رہے اور وہ عورت کھڑی رہی اور یہ دیکھتی رہی کہ پانی سے کیا کیا کام لیا جار ہا ہے، اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنا کچھ پانی صرف ہوا اور کمی کچھ محسوس نہیں ہوتی، راوی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اتنا پانی صرف ہو گیا لیکن ہم یہ خیال کرر ہے تھے کہ مشک پہلے سے بھی زیادہ بھری ہوئی ہے۔

اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر دو، یہ قیمت نہیں دی جارہی ہے کیونکہ بیع میں تراضی شرط ہے اور وہ یہاں ہے نہیں، اسی طرح نہ یہ تاوان ہے کہ وہ بالمثل ہوتا ہے، پھر یہ کہ وہ حربیہ غیر معاہدہ ہے، اس کے تاوان کی ضرورت نہیں ہے، پھر یہ کہ اس کے پانی میں کمی بھی نہیں کی ہے، خود پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہارے پانی میں سے کمی نہیں کی ہے، پانی اس مشک میں غیب سے آیا ہے۔

لیکن چونکہ آیا ہے اس کے پانی کے راستے سے اس لیے اس کا یہ احسان ہو گیا، اور " هل جزاء الإحسان إلا الإحسان " احسان کا بدلہ احسان ہی سے دیا جاسکتا ہے اس لیے آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے لیے سامان جمع کرو، چنانچہ آٹا، کھجوریں، ستو وغیرہ اس عورت کے لیے جمع کر دیا گیا، اس سامان کو کپڑے میں باندھ دیا گیا پھر عورت کو اونٹ پر سوار کر کے یہ کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔

جب یہ عورت گھر پہنچی تو اہل خانہ نے تاخیر کا سبب دریافت کیا اس نے پورا واقعہ اس طرح دوہرایا کہ دو آدمی مجھے ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے جس کو صابی کہا جاتا ہے اور وہاں ایسا واقعہ پیش آیا، پھر اس عورت نے اس واقعہ پر اپنا تبصرہ یہ کیا کہ یا تو یہ شخص زمین اور آسمان کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول

ہیں۔ اس تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت بڑی مدبرہ تھی، وہ یہ سمجھ چکی تھی کہ جادو ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا لیکن اگر وہ اہل قبیلہ کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کرتی ہے تو معاملہ خطرناک ہوسکتا ہے، ممکن ہے گھر والے اس کی بات اور اس کے تاثرات کو سننا بھی پسند نہ کریں، بلکہ قتل پر آمادہ ہو جائیں، اس لیے اس نے ایک اچھی راہ اختیار کی اور پورا واقعہ تفصیل سے سنانے کے بعد کہا کہ یا تو یہ شخص زمین اور آسمان کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے، یہ تو ایک عام خیال تھا جو اس نے سامنے رکھ دیا، اب دوسرے نمبر پر کہتی ہے " أو أنه لرسول الله حقاً " یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے، اس جملہ میں اس نے اشارہ کر دیا کہ دیکھو جادو ایسا نہیں ہوسکتا۔

اس عورت نے اہل قبیلہ کے دل میں ایک بات ڈال دی اور خاموش ہوگئی، اب صورت یہ پیش آئی کہ مسلمان رات کو کفار کی بستی پر چھاپہ مارتے ہیں لیکن بستی میں اس ٹکڑی یا منڈیا کو چھوڑ دیتے ہیں جو اس عورت کے اہل قبیلہ سے متعلق ہے، اس صورتِ حال کے پیش آتے ہی اس عورت کو دوبارہ اپنی بات کہنے کا موقعہ مل گیا اور اس نے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ مسلمان رات کو چھاپہ مارتے ہیں، لوٹتے ہیں، لیکن تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا، کیا یہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں، یا ان کو معلوم نہیں کہ یہاں بھی کافر رہتے ہیں، یا یہ بھول جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے، کیوں تمہاری کوئی دھاک نہیں ہے کہ لوگ تم سے ڈریں، بھول جانے یا معلوم نہ ہونے کا خیال بھی غلط ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ لوگ تم کو جان بوجھ کر چھوڑتے ہیں۔

اور اس چھوڑنے کی ایک خاص وجہ ہے: اس لیے کہ میرے اور ان کے درمیان ایک معاملہ ہوگیا تھا، انہوں نے میرے پانی سے فائدہ اٹھایا تھا اور یہ لوگ احسان مانتے

ہیں، گوانہوں نے اس احسان کا بدلہ کھانے کے سامان کی صورت میں دیدیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ اسی احسان کا اثر ہے کہ یہ لوگ قصداً تمہاری ٹکڑی کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ احسان مندی پیغمبرانہ شان معلوم ہوتی ہے، اب سوچو کیا تم اپنے اندر اسلام کے لیے کچھ رغبت پاتے ہو، چنانچہ ان لوگوں نے اس عورت کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہوگئے، اس طرح اس عورت نے اپنے اہل قبیلہ کو اسلام کی طرف متوجہ کیا۔(ماخوذ از ایضاح البخاری، جزء،۱۲، ص از ۱۹۱ تا ۱۹۶، ط: مکتبہ مجلس قاسم المعارف دیوبند، از مولانا فخر الدین صاحب)۔

مذکورہ بالا روایت میں یہ الفاظ ہیں: " **فهل لكم في الإسلام**" **أي رغبة** استفہام امر کے معنی میں ہے جیسے: " **فهل أنتم منتهون** " **أي انتهوا يعني ارتغبوا في الإسلام** ، اسلام میں دلچسپی لو۔

قال في مدارك التنزيل وحقائق التأويل : " فهل أنتم منتهون " من أبلغ ما ينهى به . (تفسیر النسفی:۱/ ۳۰۱، دار الفکر).

وقال في تفسير السمرقندي: " فهل أنتم منتهون "يعني انتهوا عن شربها . (بحر العلوم :۱/ ٤٥٧، دار الکتب العلمیة).

اس خاتون نے اپنی قوم کو کتنے پیارے انداز میں دعوت دی کہ مسلمان اتنے اچھے لوگ ہیں کہ صرف ایک فرد کے احسان کی وجہ سے پوری قوم کا احترام کرتے ہیں اور حملہ سے احتراز کرتے ہیں۔

یعنی اسلام میں احسان شناسی ہے احسان فراموشی نہیں، مروت ہے بے مروتی نہیں، حق شناسی ہے حق تلفی نہیں، دیانت ہے خیانت نہیں۔

اور پوری قوم نے ان کی دعوتِ حق کو قبول کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور عینیؒ نے عمدۃ القاری (۳/۲۲۶) میں ایک معنی یہ لکھے ہیں: **لا أعلم حالكم في التخلف عن الإسلام مع أنهم يدعونكم عمداً** . (فتح الباری : ۱/۴۵۳).

مجھے معلوم نہیں آپ کیوں اسلام سے منہ موڑتے ہو باوجود اس کے کہ وہ تم کو چھوڑتے ہیں۔ اس واقعہ میں ایک خاتون نے قوم کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت دی۔

مستورات کی تبلیغ میں شرکت فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں:

(۱) فقہائے کرام نے عورت کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے، جبکہ گھر میں اسکا انتظام نہ ہوسکتا ہو، نکلنے کی اجازت دی ہے۔

(قوله ومن مجلس العلم) قال في البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضى الزوج ليس لها ذلک، فإذا وقعت لها نازلة إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلک لايسعها الخروج، وإن امتنع من السوال يسعها الخروج من غير رضى الزوج، وإن لم تقع لها نازلة لكن أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم لتتعلم مسألة من مسائل الوضوء والصلاة، إن كان الزوج يحفظ المسائل ويذكرها عندها له أن يمنعها، وإن كان لايحفظ الأولى أن يأذن لها أحيانا، وإن لم يأذن فلا شيء عليه، ولايسعها الخروج مالم يقع لها نازلة. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۲/ ۲٦۸، باب النفقة، المكتبة العربية).

ترجمہ: اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر مجلس علم میں شرکت کا ارادہ کرے تو اس کے لئے اسکی گنجائش نہیں، اگر اسکو کوئی دینی مسئلہ پیش آئے اور شوہر عالم سے پوچھ کر اسکو بتادے تب بھی اسکو نکلنے کی اجازت نہیں اور اگر شوہر عالم سے دریافت نہ کرتا ہو تو عورت شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی نکل سکتی ہے، اور اگر عورت کو کوئی دینی مسئلہ پیش

نہ آیا ہو اور وہ نماز اور وضو کے مسائل سیکھنے کے لئے مجلس علم میں شرکت کا ارادہ کرے تو اگر شوہر ان مسائل کو یاد کر سکتا ہو اور وہ اپنی بیوی کو بتلا سکتا ہو تو عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز نہیں، اور اگر شوہر مسائل یاد نہیں کر سکتا تو بہتر یہ ہے کہ شوہر عورت کو گاہے گاہے اجازت دیدے، پس اگر شوہر نے اجازت نہیں دی تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جب تک کوئی ضروری مسئلہ پیش نہ آئے اس وقت تک عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی اجازت سے عورت علم کی مجلس میں شرکت کر سکتی ہے اور اگر شوہر یا محرم خود ساتھ ہو تو کوئی وجہ اشکال ہی نہیں۔

(۲) محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:

قال: وحيث أبحنا لها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما لايكون داعية إلى نظر الرجال والاستمالة قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾. (فتح القدير:٤/٣٩٩،دار الفكر). (وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار:٣/٦٠٤،سعيد).

(۳) فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولو أذن لها في الخروج إلى مجلس الوعظ الخالي عن البدع لا بأس به. (الفتاوى الهندية: ١/٥٥٧، دار صادر بيروت).

(۴) امام فخر الدین قاضیخان کی عبارت ملاحظہ ہو:

ويجوز للزوج أن يأذن لها بالخروج ولا يصير عاصيا بالإذن، ومنها الخروج إلى زيارة الوالدين...وكذا إذا كانت تغسل الموتى

وإلى مجلس العلم. (فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة:۱/۴۴۳، دارصادربیروت).

وإذا أرادت المرأة أن تخرج إلى مجلس العلم بغير إذن الزوج لم يكن لها ذلك فإن وقعت نازلة فسألت زوجها وهوعالم فأخبرها بذلك ليس لها أن تخرج بغير إذنه وإن كان الزوج جاهلاً وسأل عالماً عن ذلك فكذلك وإن امتنع الزوج عن السوال كان لها أن تخرج بغير إذنه لأن طلب العلم فيما يحتاج إليه فرض على كل مسلم و مسلمة فيقدم على حق الزوج وإن لم يقع لها نازلة وأرادت أن تخرج إلى مجلس العلم لتتعلم مسائل الصلاة والوضوء فإن كان الزوج يحفظ تلك المسائل ويذكر لها ذلك ليس لها أن تخرج بغير إذنه، فإن كان الزوج لايحفظ المسائل فالأولىٰ له أن يأذن لها بالخروج فإن لم يأذن فلاشيء عليه ولايسع لها أن تخرج بغير إذنه مالم يقع لهانازلة . (فتاویٰ قاضیخان بهامش الفتاوی الهندیة:۱/۴۴۳،فصل فی حقوق الزوجیة).

(وکذافی فتح القدیر: ۴/۳۹۸،دارالفکر،وغمزعیون البصائرشرح الاشباه والنظائر:۲/۱۰۸،دارالکتب العلمیة ، والبحرالرائق: ۴/۱۹۵،باب النفقة ،المکتبة الماجدیة، والفتاوی الهندیة:۱/۳۴۱،والمحیط البرهانی :۳/۳۵۰).

محقق ابن ہمامؒ اور قاضیخان وغیرہ فقہاء کی عبارات اور تبلیغی اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ شرائط کی پابندی کے ساتھ نکلنا جائز اور درست ہے۔شرائط وقیودات حسبِ ذیل ملاحظہ فرمایئے:

اگرخواتین مندرجہ ذیل قیود کی پابندی کریں تو ان کے لیے خروج جائز بلکہ بہتر ہے:

(۱) گھر کے نگران کی اجازت کا ہونا۔

(۲) شرعی پردہ کی پابندی کا خیال رکھنا۔

(۳) مروجہ زیب وزینت سے اجتناب کرنا۔

(۴) راستوں میں چل کر خوشبو نہ لگانا۔

(۵) مردوں اور عورتوں کے اختلاط کا نہ ہونا۔

(۶) عورتوں کے قیام کی جگہ میں پردے کا انتظام ہونا۔

(۷) سفر محرم شرعی کے ساتھ ہونا۔

(۸) کوئی فتنہ برپا نہ ہونا۔

(۹) دین سیکھنے سکھانے کا اہتمام واس کی فکر کرنا۔

(۱۰) جس گھر میں قیام ہو اس گھر کے مردوں کا قیام جماعت کے مردوں کے ساتھ مسجد میں ہونا۔

اور اگر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی نہ ہو تو پھر عورتوں کو نہیں نکلنا چاہئے۔

(۵) علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ عورتوں کو اپنی ضروریات کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ پردہ کی پوری رعایت کرے۔

ولا خلاف أن غيرهن (غير أزواج المطهرات) لهن أن يخرجن لما يحتجن إليه من أمورهن الجائزة بشرط أن يكن بذة الهيئة ، خشنة الملبس ، تفلة الريح، مستورة الأعضاء، غير متبرجات بزينة، ولا رافعة صوتها. (عمدة القاري: ۱۳/۲٤۷ باب قوله تعالى: لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم).

ترجمہ: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ازواجِ مطہرات کے علاوہ دیگر خواتین کے خروج کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، وہ اپنے جائز امور میں بوقتِ حاجت نکل سکتی ہیں، ہاں درجِ ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:

(۱) پراگندہ ہیئت میں ہوں۔ (۲) موٹے اور سادہ کپڑوں میں ملبوس ہوں۔ (۳) معطر وخوشبودار نہ ہوں۔ (۴) تمام اعضاء مستور ہوں۔ (۵) مواقعِ زینت کو ظاہر نہ کرتی ہوں۔ (٦) آواز بلند نہ کرتی ہوں۔

وقال في مقام آخر: وقال ابن بطال: في هذا الحديث دليل على أن النساء يخرجن لكل ما أبيح لهن الخروج فيه من زيارة الآباء والأمهات وذوى الأرحام وغير ذالک مما تمس الحاجة إليه. (عمدة القارى ۱٤/۲۱٤، باب خروج النساء لحوائجهن، دار الحديث).

ترجمہ: علامہ عینیؒ دوسری جگہ پر لکھتے ہیں: ابن بطال رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں مباح اور جائز امور کے لیے نکل سکتی ہیں، مثلاً: والدین ورشتہ داروں کی زیارت کے لئے اور اس کے علاوہ جس کی طرف حاجت وضرورت پیش آئے۔

(٦) احکام القرآن (جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرنگرانی تیار کی گئی) میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں پر بھی مرد کی طرح تبلیغ لازم اور ضروری ہے اسلئے کہ احکام دین میں عورتیں مردوں کے برابر ہیں الا یہ کہ تخصیص کی کوئی دلیل موجود ہو اور دعوت وتبلیغ کے باب میں کوئی ایسی مخصص دلیل نہیں ہے، لہذا عورتیں بھی آپس میں ایک دوسرے کو دعوت دیں، ہاں البتہ فساد

زمانہ کی بناپر وہ مرد کو دعوت نہیں دے سکتیں۔

قال صاحب الروح: وقد يستدل بها على عدم وجوب ذلك (أي التبليغ وإظهار العلم) على النساء، بناء على أنهن لا يدخلن في خطاب الرجال انتهى. قلت: والصحيح أنهن شقائق الرجال، يجب عليهن ما يجب عليهم إلا ما خص بدليل ولم يوجد هنا، فالظاهر وجوب ذلك عليهن فيما بينهن. نعم: لو قيل: لايجب عليهن تعليم الرجال وتبليغ الأحكام إليهم لكونهن مأمورات بالقرار في البيوت وبالحجاب والتستر عنهم، لكان له وجه. وقد ثبت أن عائشة رضي الله تعالى عنها وغيرها من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم كن يحدثن الرجال من وراء حجاب... ولو لا فساد الزمان، واستعجال الناس للشر، ومسابقتهم إلى الفتن لقلنا بوجوب التبليغ وإظهار العلم على النساء، كوجوبها على الرجال سواء، وإلى الله المشتكى من فساد الأحوال، واغترار الناس بالباطل المحال، والعلم لله العزيز المتعال. (أحكام القران ۱ /۹۸ تحت آية: إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات، إدارة القران).

ترجمہ: صاحب الروح نے فرمایا کہ اس آیت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ مستورات کیلئے تبلیغ اور علم کے اظہار کیلئے نکلنا واجب نہیں، کیونکہ عورتیں مردوں کے خطاب میں داخل نہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ عورتیں احکام میں مردوں کے ہم پلہ اور ان کے ساتھ مشابہ ہیں اور جو مردوں پر لازم ہیں وہ عورتوں پر بھی واجب ولازم ہیں، الا یہ کہ استثناء کی کوئی دلیل موجود ہو، اور وہ یہاں مفقود ہے۔ پس عورتوں کو آپس میں ایک

دوسری کودعوت دینااورتبلیغ کرناواجب ہے۔

ہاں یہ کہنامناسب ہے کہ عورتوں پرمردوں کی تعلیم وتبلیغ لازم نہیں ہے، کیونکہ عورتوں کوگھروں میں رہنے اورمردوں سے پردہ کرنے کاحکم دیا گیاہےتواس لیے یہ ایک معقول بات ہے۔اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓاوران کے علاوہ ازواجِ مطہرات پس پردہ مردوں کوحدیث شریف کادرس دیا کرتی تھیں،اگرفسادِزمانہ اورلوگوں کاشرکی طرف میلان نہ ہوتا، نیزلوگوں کی فتنہ فساد کی طرف سبقت نہ ہوتی تو ہم کہتے کہ مردوں کی طرح عورتوں پربھی تبلیغ اوراظہارِعلم واجب اورضروری ہے۔

لیکن ہم اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے گلہ وشکوہ کرتے ہیں کہ لوگوں کے حالات بہت خراب ہوگئے اورلوگ فضولیات اورخرابیوں میں مشغول ہوکرغافل ہوکردھوکا کھاگئے، باقی اصل علم تواللہ تعالیٰ وعزشانہ کے پاس ہے۔

(۷) جس طرح مرد پربقدرِضرورت علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح عورت پربھی ضروری ہے،البتہ جولوگوں کی زبانوں پرمشہورحدیث پیش کی جاتی ہے اس میں مسلمہ کالفظ ثابت نہیں ہے،چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث میں" مسلمة " کالفظ ثابت نہیں،ہاں معنیٰ کے اعتبار سےطلبِ علم کےحکم میں عورت بھی داخل ہے۔

ملاحظہ ہوالمقاصدالحسنہ میں ہے:

" طلب العلم فريضة على كل مسلم" ابن ماجه في سننه...تنبيه: **قد ألحق بعض المصنفين بآخر هذا الحديث ((ومسلمة)) وليس لها ذكر في شيء من طرقه وإن كان معناها صحيحة** . (المقاصد الحسنة،

ص:۲۸٤). (ونسبها بعض المشايخ إلى مسند الإمام أبي حنيفة ولكن لم نجدها فيه).

اس حدیث کے آخر میں بعض مصنفین نے ''مسلمة'' کا لفظ لاحق کیا ہے، لیکن اس کے کسی بھی طریق میں ''مسلمة'' کا لفظ ثابت نہیں، ہاں معنی صحیح ہے۔ اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے مسلمہ کی زیادتی کو مسند امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ہمیں نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔

قال العلماء: ليس في الحديث: مسلمة، لكن لفظة مسلم تشمل الرجل والمرأة.

حدیث کی تحقیق ملاحظہ ہو:

طلب العلم فريضة على كل مسلم: حديث حسن، روي بطرق متعددة عن أنس رضي الله عنه وابن مسعود رضي الله عنه وابن عباس رضي الله عنه وجابر رضي الله عنه وأبي سعيد رضي الله عنه والحسين بن علي رضي الله عنه وعلي رضي الله عنه من ثلاثة طرق وابن عمر من أربع طرق وفي أكثر طرقه كلام وضعف، إلا أن طريق أنس رضي الله عنه أحسن الطرق و لحديث أنس رضي الله عنه ثلاثة وعشرون طريقاً والطريق الأحسن عن موسى بن داود ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن أنس مرفوعاً أخرجه ابن عساكر في التاريخ (۱۹٤/٥٥) وقال ابن الجوزي في العلل المتناهية (٦٨/١) موسى بن داود مجهول لكن نقول: بل هو موسى بن داود الضبي أبوعبد الله الطرسوسي ثقة، وثقه ابن نمير وابن سعد وابن

عمار الموصلي والعجلي وابن حبان والدارقطني وغيرهم .

راجع : تحرير تقريب التهذيب (٤٢٩/٣) للشيخ بشارعواد.

وقال السخاوي في المقاصد الحسنة (ص: ٢٨٢) بعد ذكرهذا الطريق ، قلت: وهذا الطريق من أحسن طرق يروى عن أنس ﷺ . وقال السيوطي في تعليقاته على سنن ابن ماجه (٢٠/١،ط:كراتشي) سئل الشيخ محي الدين النووي عن هذا الحديث فقال: إنه ضعيف أي سنداً وإن كان صحيحاً أي معنىً، وقال تلميذه جمال الدين المزي: هذا الحديث روى عن طرق تبلغ رتبة الحسن وهو كما قال ، فإني رأيت له نحو خمسين طريقاً وقد جمعتها في جزء ، انتهى. نقول: وتفصيل الكلام في رسالة غير مطبوعة وضعناها في الأحاديث المشهورة على ألسنة الناس وإنما كتبنا هذه السطور لشغب بعض العلماء حول هذا الحديث وجعله موضوعاً وليس الأمر كذلك .

خواتین کا تبلیغی سفر اکابرؒ کے فتاویٰ وعبارات کی روشنی میں:

مستورات کے دعوت وتبلیغ کرنے اوراس کے لیے سفرکرنے کے جواز میں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کے چند فتاویٰ ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں:

☆ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور حضرت مفتی نظام اعظمیؒ کا فتویٰ:

مفتی اعظم دار العلوم دیو بند مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا، اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے، پختہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا ہے، اوراس جذبہ کو عام کرنے کے لئے طویل طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃً اس کا انتظام نہیں ہے، اس لئے اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدود شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعًا اس کی اجازت ہے، بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔ (اس فتویٰ پر حضرت مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستخط بھی ہیں)۔

(فتاوی محمودیہ:۴/۲۶۶، جامعہ فاروقیہ کراچی)۔

دوسری جگہ رقمطراز ہے:

عورت کے لیے اعلیٰ بات یہ ہے کہ گھر میں رہے، دینی مسائل کی ضرورت ہوتو شوہر، باپ، بھائی وغیرہ سے معلوم کرے، کتاب سمجھ سکے تو کتاب میں دیکھ لے، جو شوہروغیرہ سے بھی معلوم نہ ہوسکے اور کتاب بھی نہ ملے یا سمجھ میں نہ آوے تو وہ شوہر، باپ وغیرہ کے ذریعہ سے کسی عالم سے دریافت کرے، نہ خود باہر جائے، نہ کسی کے پاس خط لکھے جب کہ فتنہ کا اندیشہ ہو، لیکن مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی فضا عام ہے، ہزاروں میں ایک آدھ ہی مشکل سے ملے گا جو علم اور عمل میں پختہ ہو، یا اس کو علم وعمل کی لگن ہو، اس لیے علم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور عمل کو بھی، دین سیکھنے کا جذبہ بھی ہونا چاہیئے، پھر یہ کہ چند مسائل میں دین محدود نہیں۔

اجتماعات میں شرکت کرنے سے دینی جذبہ قوی ہوتا ہے اس جذبہ کے اثر سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے، گھر کے ماحول کو درست کرنے کی بھی فکر پیدا ہوتی ہے، علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے، ایمان میں پختگی آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ زندگی کو سن کر قلب میں اصلاح کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ ان فوائد کے پیش نظر پورے پردہ کے ساتھ جانا ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تو بلا مجبوری کے ان کو شرکت سے روکنا نہیں چاہیئے، بلکہ شوہر یا کوئی محرم اپنے ساتھ لے جائے، وہاں خود بھی منتفع ہو اور ان کو بھی محروم نہ رکھے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴/۲۷۰، ط: جامعہ فاروقیہ)۔

☆ حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ کا فتویٰ:

مفتی محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اس ناکارہ نے ان قیود

وشرائط کا اور بے لچک نظام کا مطالعہ بھی کیا ہے اور اپنی محرم مستورات کے ساتھ اس راستہ میں نکل کر بحمد اللہ ان شرائط وقیود کی پابندی کا عملی طور پر بچشم خود مشاہدہ بھی کیا ہے، جس سے اس نظام کے بارے میں مکمل اطمینان نصیب ہوا... الحمد للہ! دعوت کے اس نظام سے مستورات کے طبقہ کو بہت نفع پہنچ رہا ہے، سینکڑوں خواتین اس کی برکت سے مکمل شرعی پردے کی پابند ہوگئی ہیں، اوران کے گھروں میں دین داری کی خاص فضا پیدا ہوگئی ہے۔اس لئے یہ ناکارہ اس کارِخیر کا شدت سے حامی ہےاور تمام دین داراور اہل علم حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی مستورات کے ساتھ اس راستے میں نکل کر اس کام کا عملاً مشاہدہ فرمائیں، ان شاء اللہ تعالی وہ اس کی برکات واضح طور پر محسوس کریں گے۔ (آپکے مسائل اوران کا حل ۱۸۶/۸، مکتبہ لدھیانوی)۔

☆ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے تاثرات:

(بانی ومؤسس دارالعلوم حقانیہ)

بہت سارے اکابر علماء ومشائخ کے سامنے عورتوں کی تبلیغی جماعتوں میں نکلنے کی ترتیب آئی ہے، لیکن انہوں نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی اور نہ ان سے انکار کیا، بلکہ اس کام پر خوشی کا اظہار کر چکے، چنانچہ مرکز علم جامعہ حقانیہ (زادہا اللہ شرفا) کے بانی ومؤسس استاذ المشائخ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کے حضور میں مستورات کا تبلیغی جماعتوں میں نکلنے کا تذکرہ بیسیوں دفعہ کیا گیا، اوراس پر انہوں نے مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا، نہ تو ناراض ہوئے اور نہ کبھی اس پر تردید کی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ کام ناجائز اور خلاف شریعت ہوتا تو حضرت ضرور اس کی تردید فرماتے، اس لئے کہ

احقاق حق اور ابطال باطل ان کی خصلت بن چکی تھی، اوران کی ساری زندگی اسی فریضہ کو سر کرنے میں گزری ہے، اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ (تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات، ص۲۹، از مولانا شوکت علی حقانی)۔

☆مفتی اعظم حضرت مفتی محمد فرید صاحبؒ کا فتویٰ:

(شیخ الحدیث و مفتی اعظم دار العلوم حقانیہ)

هل يجوز خروجهن في الجماعة التبليغية ؟ اختلف فيه العلماء، قال بعضهم: لا يجوز لهن الخروج كما لم يجز لهن الخروج إلى المساجد، سواء أذن لهن الأزواج أو لم يأذنوا، لعدم رعايتهن الشرائط من الاجتناب عن التعطر ولباس الزينة، والاجتناب عن اختلاط الرجال عند الدخول والخروج. وهو واضح وعليه الفتوى، والأمر أن صلاة الجماعة أهم من التبليغ المروج المستحدثة في عهدنا.

وقال بعضهم: يجوز لهن الخروج إذا كان بإذن الزوج تفلات مجتنبات عن لباس الزينة والتعطر واختلاط الرجال فما دامت النساء راعت هذه الشرائط فلا ضير فيه لأنه خروج للعلم بإذن الزوج وهو جائز كما في الخانية، وقال عليه الصلاة والسلام: طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة. رواه أبو حنيفةؒ. قلت: وفي عهدنا كثر الفساد والجهل عن الدين في العوام وفي نساء الخواص، فإذا انسد أبواب الفساد برعاية الشرائط المارة فأي شيء يمنع من الخروج فيها. والحال أن هذا الخروج خروج للعلم والزوج جاهل أو لايهتم لتعليم

نساء ه، قال قاضيخانؒ في فصل حقوق الزوجية : وإذا أرادت المرأة أن تخرج إلى مجلس العلم بغير إذن الزوج لم يكن لها ذلک، فإن وقعت لها نازلة فسألت زوجها وهو عالم فأخبرها بذلک ليس لها أن تخرج بغير إذنه وإن كان الزوج جاهلاً وسأل عالماً عن ذلک فكذلک، وإن امتنع الزوج عن السؤال كان لها أن تخرج بغير إذنه لأن طلب العلم فيما يحتاج إليه فرض على كل مسلم ومسلمة فيقدم على حق الزوج ، وإن لم يقع لها نازلة وأرادت أن تخرج إلى مجلس العلم لتتعلم مسائل الصلاة والوضوء ، فإن كان الزوج يحفظ تلک المسائل و يذكر لها ذلک ليس لها أن تخرج بغير إذنه، فإن كان الزوج لايحفظ المسائل فالأولى له أن يأذن لها بالخروج ، فإن لم يأذن فلا شيء عليه ويسع لها أن تخرج بغير إذنه ما لم يقع لها نازلة. انتهى، وبالجملة أن الخروج لطلب العلم جائز بإذن الزوج لا سيما إذا كان بمرافقته والخروج عند النازلة جائز بلا إذن الزوج . (منهاج السنن ١٦٩/٥، ١٧٠، باب ماجاء في خروج النساء في الحرب).

ترجمہ: کیا عورتوں کو تبلیغی جماعت میں جانا جائز ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں، جیسا کہ مسجد میں جانا جائز نہیں، خواہ شوہر نے اجازت دی ہو یا اجازت نہ دی ہو، کیونکہ اکثر عورتیں شرائط کی پابندی نہیں کرتیں، جیسے خوشبو سے بچنا، اور زینت کے لباس سے بچنا اسی طرح مساجد میں دخول وخروج کے وقت مردوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کرنا وغیرہ، اور یہ بات واضح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور

حقیقت یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا رائج تبلیغ سے زیادہ اہم ہے۔

اور بعض علماء نے یہ چند شرائط عورتوں کو تبلیغی جماعت میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ وہ شرائط حسبِ ذیل ہیں:

(۱) خاوند کی اجازت سے نکلے۔

(۲) بوقتِ خروج سادہ لباس میں ملبوس ہو۔

(۳) زینت وفیشن کے لباس سے اجتناب کرے۔

(۴) معطر وخوشبو دار ہو کر نہ نکلے۔

(۵) مردوں کے ساتھ خلط واختلاط سے مکمل اجتناب کرے۔

مذکورہ بالا شرائط کی پابندی کے ساتھ نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ یہ خروج شوہر کی اجازت سے ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضیخان میں مرقوم ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں عوام اور خواص کی عورتوں میں فساد اور دین سے ناواقفیت بہت زیادہ عام ہے، پس اگر شرائطِ مذکورہ بالا کی رعایت کی وجہ سے فتنہ و فساد کا سدِ باب ہو جائے تو پھر خروج سے کونسی چیز مانع ہوگی؟ اور جب کہ یہ خروج حصولِ علم کے لئے ہے اور شوہر خود جاہل ہے یا اپنی مستورات کی زیادہ فکر نہیں کرتا ہے۔

امام قاضی خانؒ اپنے فتاویٰ میں حقوقِ زوجیت کی فصل کے تحت فرماتے ہیں:

اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر مجلس علم میں شرکت کا ارادہ کرے تو اس کے لئے اسکی گنجائش نہیں، اگر اسکو کوئی دینی مسئلہ پیش آئے اور شوہر عالم سے پوچھ کر اسکو

بتا دے تب بھی اسکو نکلنے کی اجازت نہیں اور اگر شوہر عالم سے دریافت نہ کرتا ہو تو عورت شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی نکل سکتی ہے، اس لیے کہ بقدرِ ضرورت علم کا سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، لہذا یہ حقِ شوہر مقدم ہوگا، اور اگر عورت کو کوئی دینی مسئلہ پیش نہ آیا ہو اور وہ نماز اور وضو کے مسائل سیکھنے کے لئے مجلس علم میں شرکت کا ارادہ کرے تو اگر شوہر ان مسائل کو یاد کر سکتا ہو اور وہ اپنی بیوی کو بتلا سکتا ہو تو عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز نہیں، اور اگر شوہر مسائل یاد نہیں کر سکتا تو بہتر یہ ہے کہ شوہر عورت کو اجازت دیدے، پس اگر شوہر نے اجازت نہیں دی تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جب تک کوئی ضروری مسئلہ پیش نہ آئے اس وقت تک عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے حصولِ علم کے لیے شوہر کی اجازت سے نکلنا جائز ہے خصوصاً جب کہ شوہر کے ساتھ نکلے تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں، اور ضروری مسئلہ پیش آنے کے وقت بلا اجازتِ شوہر بھی نکلنا جائز ہے۔

فتاویٰ فریدیہ میں مرقوم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ کہ شریعت میں عورتوں کے لیے تبلیغ میں گھر سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ موجودہ زمانہ میں عوام بلکہ خواص کے گھروں میں اصلاحی نظام کالعدم ہے لہذا اس زمانہ میں اصلاح اور حصولِ علمِ دین کے لیے عورتوں کا گھروں سے نکلنا جو باشرائط اور باقاعدہ ہو قابلِ تحسین امر ہے۔

يدل عليه ما رواه الإمام البخاري في صحيحه (٢٠/١) عن أبي

سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال النساء للنبي صلى الله عليه وسلم غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسک فوعدهن یوماً لقیهن فیه فوعظهن و أمرهن، الحدیث، پس جب ان کو بیان کنندہ بھی عورت ہوتو طریق اولیٰ قابل تحسین ہوگا، البتہ جب فتنہ کا خوف ہوتو خاوند یا محرم کی موجودگی ضروری ہوگی، کما عند السفر الشرعي لحدیث ورد بذلک رواه البخاری وغیره۔ (فتاویٰ فریدیہ: ۱/۱۷۹)۔

☆ دار العلوم حقانیہ کے دیگر مفتیانِ کرام کا فتویٰ:

فتاویٰ حقانیہ میں ہے:

الجواب: مروجہ تبلیغ کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور تعلیم وتعلم ہے جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت کی شرعی ذمہ داری ہے اور دونوں کو تبلیغ دین کا حق حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ بے شمار نیک خواتین قرآن وحدیث کے علوم کی ماہرات گذری ہیں، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں خواتین اسلام کا جہاد میں شریک ہونا بھی ثابت ہے، اس لحاظ سے خواتین کی جہاد میں شرکت کی بنا پر تبلیغی جماعات میں خواتین کی شرکت جائز معلوم ہوتی ہے، تاہم پردہ، محارم اور دیگر حدودِ شرعی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ لما روى الإمام محمد بن إسماعيل البخاری رحمہ اللہ: عن أنس رضی اللہ عنہ قال: لما كان يوم أحد انهزم الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم ولقد رأيت عائشة رضی اللہ عنہا بنت أبي بكر رضی اللہ عنہ وأم سليم رضی اللہ عنہا وأنهما لمشمرتان أرى خدم سوقهما تنقزان القرب وقال غيره: تنقلان القرب على متونهما ثم تفرغانه في أفواه القوم ثم ترجعان فتملآنها ثم تجيئان فتفرغانها في

أفواه القوم . (صحیح البخاری: ۱/۴۰۳، باب غزوة النساء و قتالهن مع الرجال)۔

(فتاوی حقانیہ: ۲/ ۴۳۸)۔

☆ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ:

الجواب حامداًومصلیاً: خواتین کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور بلاضرورتِ شدیدہ گھروں سے باہر نہ نکلیں، کیونکہ عورتوں کے باہر نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لئے حضرات فقہائے کرام نے بلاضرورت عورتوں کو گھروں سے نکلنے سے منع فرمایا ہے، البتہ اگر ضروریاتِ دین مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل گھر میں معلوم نہ ہوسکیں تو اس کے لئے عورت حدودِ شرعیہ میں رہتے ہوئے باہر نکل سکتی ہے (کما فی الطحطاوی)

لیکن عورتوں کیلئے باہر نکل کر تبلیغ کرنا کچھ ضروری نہیں البتہ آج چونکہ فتنہ کا دور ہے اور بے دینی تیزی سے بڑھ رہی ہے خاص طور پر عورتوں میں بے دینی بہت ہوگئی ہے، اس لئے اگر عورتیں مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی کرتے ہوئے کبھی کبھی تبلیغ کے لئے چلی جایا کریں تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اگر وہ ان شرائط کی رعایت نہ کریں تو ان کا تبلیغ کیلئے جانا بھی جائز نہیں، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) سرپرست یا شوہر کی اجازت ہو۔

(۲) محرم یا شوہر ساتھ ہو۔

(۳) مکمل شرعی پردہ ہو۔

(۴) زینت یا بناؤ سنگھار کرکے خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

(۵) عورتیں جس گھر میں ٹھہریں وہاں پردے کا مکمل انتظام ہو اور مردوں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

(۶) دورانِ تعلیم عورتوں کی آواز غیر محرم نہ سنے۔

(۷) اولاد اور متعلقین کے حقوق پامال نہ ہو۔

(۸) عورتوں پر عمومی تبلیغ کو فرض قرار نہ دیا جائے۔

(۹) جو دیندار عورتیں گھر میں رہیں انہیں کمتر اور دین سے محروم نہ سمجھا جائے۔

(۱۰) تعلیم میں غیر تحقیقی اور غیر شرعی باتیں بیان نہ کی جائیں۔

(۱۱) کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

وفي الطحطاوي (۲ / ۲٦۸، المكتبة العربية) **تحت قول الدر: ومن مجلس العلم إلا النازلة، قال في البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضى الزوج ليس لها ذلك، فإذا وقعت لها نازلة إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلك لا يسعها الخروج من غير رضى الزوج، وإن امتنع من السؤال يسعها الخروج من غير رضى الزوج، وإن لم تقع لها نازلة ولكن أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم لتتعلم مسألة من مسائل الوضوء والصلاة إن كان الزوج يحفظ المسائل ويذكرها عندها له أن يمنعها، وإن كان لا يحفظ فالأولى أن يأذن لها أحياناً، وإن لم يأذن فلا شيء عليه ولا يسعها الخروج ما لم تقع لها نازلة.** (ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات، ص:۳۸،۳۹)۔

فتاویٰ عثمانی میں ہے:

جواب: اگرعورتیں پردے کے اہتمام کے ساتھ تبلیغی اجتماع میں جائیں تو جائز ہے بلکہ بحالاتِ موجودہ ایسے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت مفید ہے۔(فتاویٰ عثمانی :۱/۱۷۲)۔

☆ حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب کے تاثرات:

(شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ)

عصر حاضر میں اس گئے گزرے دور میں جبکہ چاروں طرف دشمنان اسلام اپنی تمام تر توانیاں اسلامی اقدار وروایات کو بیخ وبن سے اکھاڑنے میں صرف کررہے ہیں مغربی تہذیب وتمدن کے غلام نام نہاد مسلمان بھی اسلامی تشخص وعظمت اسلامی شعائر وامتیازات کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں،کفری دنیا کا میڈیا دن رات چوبیس گھنٹے مذہب اسلام کے خلاف بر سر پیکار ہے، برائے نام اسلامی مما لک کے ذرائع ابلاغ بھی پوری جرات وقوت کے ساتھ اسلامی معاشرہ کے حسین وجمیل چہرہ کو الحادو زندقہ کے بدنما دھبوں سے داغدار اور مسخ کرنے میں اپنی یورپی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اپنی ترقی واستحکام کا خواب دیکھ رہے ہیں، آج سے چالیس سال قبل مسلمان خاتون کافی حد تک شرعی پردے کا اہتمام کیا کرتی تھی، وہ ضرورت کے وقت اپنے اقارب ورشتہ داروں کے گھروں میں صبح کی اذان کے متصل یا عشا کی تاریکی میں برقعہ اوڑھ کر جایا کرتی تھی، وہ اپنے محلّہ میں امام مسجد یا گاؤں کے بڑے عالم دین کے گھر پر پردہ میں جا کر قرآن مجید یا دینی مسائل سیکھتی تھی، آج بدقسمتی سے اسکولوں اور کالجوں کی مخلوط تعلیم، جرائد اور مجلّات کے مخرب اخلاق مضامین، عریان فحش تصاویر،

ٹیلویژن اور وی سی آر کے حیا سوز ڈراموں اور شہوانی حیوانی مناظر، مسلمان گھرانوں کی اکثر و بیشتر خواتین کو اسلامی تعلیمات سے بیگانہ کر رہا ہے، اب وہ بے پردگی اور عریانی میں غیر مسلموں سے سبقت لے گئیں ہیں، آج وہ بازاروں میں، شاہراہوں سیر گاہوں میں شتر بے مہار کی طرح پوری بے باکی اور آزادی کے ساتھ اپنے محاسن کی نمائش اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے، ایسے ناگفتہ بہ المناک حالات میں عامۃ المسلمین کو اباحیت و بے حیائی کے طوفان سے بچانے کے لئے تبلیغی جماعتوں کے سفینہ نوح میں بٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے، چاروں طرف فسق و فجور جرائم و آثام کے شعلوں سے بچنے کے لئے دینی مدارس اور مدرسۃ البنات کے علمی ماحول سے وابستگی ضروری ہے۔

آج مستورات کی جماعتیں جو مکمل شرعی حجاب میں اپنے شوہروں یا باپ بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ اپنی جماعت کے معتمد خداترس متدین حضرات کے گھروں میں جا کر اپنی مسلمان بہنوں کو وعظ وارشاد کا اہم فریضہ ادا کر رہی ہیں، یہ عصر حاضر کی ضروریات کے پیش نظر ایک اہم دینی فریضہ ہے، ابتدا میں مجھے خود مستورات کی جماعتوں میں کچھ تردد تھا، مگر جب مجھے میران شاہ میں تبلیغی احباب دو دفعہ ایسی مجالس میں بیان کرنے کیلئے لے گئے جن میں کافی حضرات اپنے اہل بیت سمیت دور دراز سے تشریف لائے تھے اور ایک دیندار، پرہیز گار خاندان کے گھر میں مستورات کی رہائش کے لئے انتظامات کئے گئے تھے، اور گھر کے باہر ایک وسیع مہمان خانہ میں ان مستورات کے محارم اور شوہر موجود تھے، مہمان خانہ میں لاؤڈ سپیکر موجود تھا جس کے ذریعے بیانات ہو رہے تھے، پردے کا مکمل انتظام تھا، پوری خاموشی کے ساتھ علماء کرام کے بیانات مہمان خانہ میں موجود حضرات اور گھر کے اندر خواتین سن رہی تھیں، میں نے

خود ان حضرت سے دریافت کیا کہ مستورات میں بھی ایسی خواتین موجود ہیں جو کم از کم چھ نمبر اور دیگر ضروری مسائل بیان کرسکتی ہوں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی خواتین ایسی موجود ہیں جو کافی حد تک قرآنی آیات اور احادیث، حکایاتِ صحابہ، دینی مسائل اور فضائل بیان کرسکتی ہیں اور ان کے بیانات اتنے مؤثر ہیں کہ کافی عورتیں ان کے مواعظ و بیانات سے متاثر ہوکر اپنے شوہروں کو دین کے راستے میں نکلنے پر آمادہ کرلیتی ہیں، اور ان کے گھر میں دینی ماحول بن جاتا ہے، عورت کے ذریعہ عورتوں میں تبلیغ کا کام از حد مؤثر اور نتیجہ خیز ہے، یہاں اکوڑہ خٹک میں ہمارے تبلیغی احباب کے نیک گھرانوں میں مستورات کی جماعتوں سے خواتین میں کافی حد تک اسلامی انقلاب آیا ہے۔

درحقیقت عورت کو مذہبِ اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق جو بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے اور کسی مذہب نے عورت کو یہ مقام نہیں دیا، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ماں کی سراپا محبت آغوش، مشفقانہ گود، نونہالان اور فرزندان اسلام کے لئے اولین مدرسہ اور بنیادی تربیت گاہ ہے، جس میں ایک نووارد معصوم بچے نووارده لخت جگر بچی کے اسلامی معاشرہ کے ابتدائی اور بنیادی آداب واخلاق کی عملی آبیاری ہوتی ہے، اس لئے رحمت کائنات محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک شخص کا ذکر ان خوش نصیبوں جنتیوں میں کیا ہے، جنکو قیامت کے ہولناک دن میں اپنے اعمالِ حسنہ کے صلہ میں دوہرے اجر نصیب ہوں گے:

" أيما رجل كانت عنده وليدة فعلمها فأحسن تأديبها ثم أعتقها وتزوجها فله أجران" یعنی ہر وہ شخص جس نے اپنی لونڈی کو دینی تعلیمات سے

آراستہ کر کے اس کو اسلامی معاشرہ کے آداب واخلاق سکھائے پھر اسے آزاد کر کے نکاحِ شرعی کے ذریعہ اسے اپنا منکوحہ بنالیا ایسے نیک سیرت انسان کو دو اجر ملیں گے، اسلامی معاشرہ کے اصلاح واستحکام میں عورت کا بہت بڑا اہم کردار ہے، عقیدہ واعمال، طاعات وعبادات میں مرد وزن دونوں مساوی ہیں، صرف عورت کے خصوصی امور میں عورت کے لئے خصوصی احکام وقوانین ہیں۔

الأم مــدرسة إذا أعــددتهــا ☆ أعددت شعباً طيب الأعراق

ترجمہ: یعنی ماں ایک عظیم درسگاہ ہے اگر درسگاہ کا کما حقہ اہتمام وانتظام کرلیا تو آپ اس مدرسہ کی بدولت ایک پختہ پاکیزہ خاندان بناسکیں گے۔

(ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات، ص:۳۸،۳۹)۔

☆ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحبؒ کا فتویٰ:

(سرپرست جامعہ عثمانیہ پشاور، سابق مدرس ومفتی دارالعلوم حقانیہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعوت وتبلیغ کا مروجہ طریقہ اصلاح نفس کا ایک بہترین طریقہ ہے، اس کے ذریعے مسلمان کے دل میں اللہ کے احکام اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آگاہی کا ایک حسین جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس پر عمل کر کے مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے زندگی گزار کر ایک پرسکون معاشرہ کی تشکیل کا ذریعہ بنتا ہے، پھر اسلامی اخوت کا دعویدار ہو کر یہ اصلاح اپنی ذات تک محدود رکھنے کے بجائے پوری انسانیت کی ہدایت کی فکر لیکر ہمہ وقت اس کے لئے کوشاں رہتا ہے، اس راہ میں جان ومال اور وقت کی قربانی سعادت سمجھ کر دین کے کام میں مشغولیت زندگی کا

گراں قدر سرمایہ سمجھتا ہے۔

اصلاح نفس یا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کی فکرمندی صرف مردوں کا فریضہ نہیں بلکہ مردوں کی طرح عورتیں بھی اس میں پوری طرح شریک ہیں، چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپکی محفل میں مردوں کی طرح عورتیں بھی حاضر ہوتیں، اور جہاں کہیں مشترکہ طور پر عورتیں کہیں استفادہ نہ کرسکتیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مستقل وقت دیکر ان کو اللہ تعالی کے دین کے احکام سکھاتے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالی ان روایات سے ایک مسئلہ مستنبط کرکے فرماتے ہیں، "**باب هل يجعل للنساء يوما على حدة في العلم**" یعنی مستورات کو دین سکھانے کے لئے مستقل وقت دینا جائز ہے، احادیث کے ذخیرہ میں متعدد واقعات پائے جاتے ہیں کہ مستورات نے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوکر دوسری عورتوں کو احکام پہنچا کر زندگی سنواریں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پوری زندگی اس کے لئے وقف تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مستورات کے مسائل پوچھنے کیلئے عموما آپ ہی واسطہ ہوتیں آپ خود سمجھاتی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول تک خواتین اسلام کا ذہن نہ پہنچتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا خود انکو اسکی تشریح فرماتی، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد تو آپنے مستقل علمی حلقے قائم کرکے دین کی خدمت کی، آپ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی کئی پاکدامن اور نیک سیرت خواتین نے دین کی خدمت کی، اسماء الرجال کی کتابوں کی طرف مراجعت کرنے میں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں، گویا اسلام کی تبلیغ میں مردوں کی طرح خواتین کا کردار بھی نمایاں رہا، چنانچہ مسلمان مرد اور عورت دونوں کی نشاندہی

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلوة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم. (التوبة).

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ تعالی کے اور اس کے رسول کے، وہی لوگ ہیں جن پر رحم کریگا اللہ تعالی، بے شک اللہ تعالی زبردست حکمت والا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصلاح نفس کے علاوہ دعوت الی اللہ خواتین و حضرات کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

موجودہ دور کے نازک حالات کسی سے مخفی نہیں کہ دشمنانِ اسلام کی تمام تر محنتیں خواتین کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچ رہی ہیں، بے حیائی اور بے دینی کی ترویج اور شیطانی محنت کیلئے آج صنف نازک کو بہت زیادہ استعمال کیا جارہا ہے ''حبائل الشیطان'' ہونے کی وجہ سے آج یورپ کی اسلام دشمن محنتوں کے لئے خواتین ہی سب سے اہم آلہ کار ہیں، ان کے مقابلے میں آج خواتین اسلام اور نیک سیرت خواتین کے ذریعہ اس بے دینی یلغار کو روکنے کی ضرورت چنداں زیادہ ہے، علمی انحطاط اور دین سے لاپرواہی کی وجہ سے مرد حضرات اپنی خواتین یعنی ماں بہن بیٹی اور بیوی کو دین کے احکام نہیں سکھاتے ہیں، غیر مردوں سے استفادہ کیلئے پردہ اور دوسرے معاشرتی مسائل رکاوٹ بن جاتے ہیں، اگر عورتوں کو دین کے کام کرنے سے روکا جائے تو اسکا نتیجہ یہی

ہوگا کہ بے حیائی کا سیلاب روکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹنا کے ذریعہ بے حیائی پھیلتی جائیگی، اور انسداد کا کوئی سنجیدہ قابل عمل طریقہ نظر نہیں آئے گا اس لئے اس میدان میں آج خواتین کی ذمہ داریاں مردوں سے کئی درجہ زیادہ ہیں، کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کر کے اللہ تعالیٰ کے مقدس دین کی خدمت کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔

بحمد اللہ مستورات کی تشکیل کے اچھے اثرات سامنے آئے ہیں، ایک خاتون جب اپنے محرم کی سرپرستی میں صرف تین دن لگاتی ہے تو پورے گھر کا نقشہ بدل جاتا ہے مرد کے ذریعہ جو تبدیلی سالوں میں متوقع ہوتی ہے وہ خواتین کے ذریعہ مہینوں میں نہیں بلکہ ہفتوں میں معرض وجود میں آتی ہے، خواتین کی جماعتوں کی تشکیل پر بنیادی اعتراض سفر پر ہوتا ہے کہ ایک عورت کیلئے تین دن یا پندرہ دن یا غیر ملکی تشکیل میں مہینوں کے لئے جانا کہاں تک جائز ہے؟

میرے خیال میں یہ اعتراض تجاہل عارفانہ کی دلیل ہے، عورت کیلئے اگرچہ محرم کے علاوہ سفر کرنا معصیت کا موجب ہے لیکن خاوند کی رفاقت میں عورت پر سفر کرنے میں کوئی پابندی نہیں، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عن أبي سعيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الأخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو أخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو رحم محرم. (ترمذي أبواب الرضاع).

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایسی عورت جس کا اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان ہو (یعنی مؤمنہ ہو) اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زائد مدت تک کے اندازہ پر سفر کرے الا یہ کہ اس کے ساتھ باپ، بھائی، خاوند، بیٹا اور کوئی محرم ہو، اس روایت کی رو سے محرم کی موجودگی میں عورت کیلئے سفر پر جانے میں کوئی حرج نہیں، پھر روایات سے خصوصی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مستورات نے محرم کی معیت میں دین کے لئے دور دور تک سفر کیا ہے، ''حدیث الافک'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے ساتھ رفاقت کی تعین کیلئے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کا قرعہ نکل جاتا وہی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی، چنانچہ اس موقع پر قرع میرے نام نکل آیا، یہ الگ بات ہے کہ دورانِ سفر احتیاطی تدابیر سے غفلت یا احکامِ خداوندی کی پرواہ نہ کرنے سے کئی مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن یہ کہیں سفر یا دین کے لئے کسی محنت کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر محتاط رویہ اپنانے سے ہو سکتے ہیں، لیکن ایسے احتمالِ مفاسد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے مستورات کو محروم رکھنا دانشمندی نہیں، ایسے ممکنہ اور محتملہ مفاسد کی وجہ سے اگر دین کے لیے مستورات کی اجازت نہ ہو تو پھر اس کا احتمال سفر حج میں بھی پیدا ہو سکتا ہے، کیا کسی حج کے سفر میں ایک آدھ بے احتیاط واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے کوئی ذی شعور اور ذی عقل شخص عورتوں کے حج کیلئے سفر کرنے پر پابندی عائد کر سکتا ہے؟ کبھی نہیں، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ بے احتیاط رویے کا تدارک ہو۔

بحمد اللہ مستورات کی جماعتوں کی تشکیل میں محارم کی موجودگی، پردہ کی رعایت، باہمی اختلاط سے حد درجہ پرہیز اور ہر ایک صنف کے لئے الگ الگ مقامات پر محنت

کے اہتمام کی برکت سے تا حال کوئی ایسا بے احتیاط واقعہ رونما نہیں ہوا جس سے اس کام کی مخالفت کی جائے بلکہ محنت کی برکات اور مثمر نتائج مشاہدے میں آئے ہیں جن کا تقاضا ہے کہ اس میدان میں محنت پر مزید توجہ دی جائے تا کہ بنات آدم دین سمجھنے میں قاصر نہ رہیں اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں خاوند اور باپ پر مقدمہ دائر نہ کرسکیں، خاوند اپنی منکوحہ کو احکام الٰہی کا سکھانا اپنا فریضہ سمجھ کر توجہ دے۔

(ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات،ص:۵۵)۔

☆ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی برنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب:

(مہاجر مدنی کثیر التصانیف المفیدۃ، فاضل مظاہر علوم سہارنپور وسابق مفتی دار العلوم کراچی)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ، أما بعد: ۔ ہمیشہ اسلامی علوم واعمال کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کے لئے اور اخلاص کے ساتھ ادا کرنے کیلئے بڑی محنت اور جد وجہد کی ضرورت رہی ہے، اور اس سلسلہ میں علماء صلحاء اور حضرات صوفیہ کرام اور خواص وعوام دینی ضرورت کے پیش نظر محنتیں کرتے رہے ہیں یہ محنتیں انفرادی بھی تھیں اور اجتماعی بھی، جن حضرات نے جہاد کیا وہ بھی ثواب کے مستحق ہوئے، اور جن اکابر نے مدارس کھولے قرآن وحدیث کی تعلیم کو عام کیا وہ بھی اجر وثواب سے نوازے گئے، انہی اکابر میں سے جنہوں نے اجتماعی طور پر دینی دعوت اور عملی جد وجہد کا کام شروع کیا، مولانا الیاس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے، اب سے ستر سال پہلے گزشتہ صدی کے نصف آخر میں مولانا موصوف نے دینی محنت کا کام شروع کیا تھا جو تبلیغی جماعت کے نام سے مشہور ہے۔ ابتدائی عمل کے وقت تو اسکی افادیت کا اندازہ نہ تھا، لیکن الحمد للہ یہ کام تقریباً سارے عالم میں پھیل گیا، اور اسکے منافع مخالفین اور

موافقین سب کے سامنے آ گئے، جولوگ جماعت میں کام نہیں کرتے وہ بھی جماعت کی افادیت کے قائل ہیں، ہر جماعت کے مخالفین بھی ہوا کرتے ہیں، بہت سے لوگوں نے جماعت کی مخالفت کی لیکن جب کام بڑھتا چلا گیا اور امت کی اصلاح سامنے آ گئی اور بہت سے علماء خطباء نے ساتھ نکل کر جماعت کا کام دیکھ لیا اس کے منافع نظروں کے سامنے آ گئے تو مخالفت چھوڑ دی اور ان میں سے بہت سے حضرات جماعت ہی کے ہو کر رہ گئے، جماعت کے احباب کو تلقین کی جاتی ہے کہ جماعت کے جو چھ نمبر ہیں صرف ان کے دائرہ میں کام کریں بحث اور مناظرہ میں نہ پڑیں اور لوگوں کے اعتراضوں کا جواب نہ دیں، اگر یہ حضرات لوگوں کو جوابات دینے میں مشغول ہوتے تو دین کا کام نہ یہ حضرات کر پاتے، اور نہ معترض کچھ کر سکتے، معترض اعتراض کیلئے تو تیار رہتا ہے وہ دینی خدمت کے لئے اپنی جان و مال کو نہیں لگا تا مثلاً لوگ یوں کہتے ہیں کہ جماعت تبلیغ میں نہی عن المنکر کا سلسلہ نہیں ہے، لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ تم کچھ پھلی پھوڑ و امت کی اصلاح کے کام میں جان و مال لگاؤ، امر بالمعروف بھی کرو نہی عن المنکر بھی کرو تو کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں، خود کچھ کرنے کو تیار نہیں ہیں، زبانی باتوں میں کچھ تو خرچ نہیں ہوتا، اس لئے زبانی باتوں کو ہی دینی خدمت سمجھ لیتے ہیں، اور معترض کا منہ کوئی بند نہیں کر سکا، اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائیں۔

تبلیغی جماعت کے اکابر نے عرصہ دراز سے عورتوں کی تبلیغی جماعتیں نکالنا بھی شروع کیا ہے، تقریباً پچاس سال پہلے کی بات ہے بندہ جب مرکز نظام الدین میں مقیم تھا، عورتوں کی جماعت کو مرکز نظام الدین اور دہلی شہر سے لایا جایا کرتا تھا، میری اہلیہ بھی ساتھ ہوتی تھی، بہت بڑا فائدہ محسوس کیا خاندان کے خاندان سنور گئے اور سدھر گئے،

الحمدللہ اب مستورات ہندوستان پاکستان سے آگے بڑھ کر انگلینڈ اور افریقہ تک محرموں کے ساتھ پردہ کے اہتمام کے ساتھ نکلتی ہیں، ذکر وفکر کی فضا سے معمور ہوتی ہیں، جانے والی عورتیں اور جن گھروں میں قیام ہوتا ہے وہ سب قلوب میں نورانیت محسوس کرتے ہیں، اور اعمالِ صالحہ میں مقبول ہوتے ہیں، جنہیں انکا کیف محسوس نہیں ہوا وہ ہی اعتراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر معترض کو اس کام میں لگائیں۔ (آمین)

جب پردہ کا سختی سے اہتمام کیا جاتا ہے اور محرم ساتھ ہوتے ہیں تو اس کارِ خیر میں رکاوٹ ڈالنا "مناع للخیر" بننے کے مترادف ہو جاتا ہے، کچھ نہ کچھ کوتاہی تو ہر جماعت میں ہو ہی جاتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے کام نہیں روکا جاتا جو حضرات اعتراض کرتے ہیں وہ اپنی بیویوں کو لے کر تین تین دن عورتوں کی تبلیغی جماعت میں لگائیں پھر اسکا فائدہ دیکھیں۔

آخر میں صحیح بخاری کتاب الجہاد ص ۴۰۳ ج ۱ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتا ہوں اس صفحہ پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے چار باب قائم کئے ہیں ان میں جو روایات نقل کی ہیں ان میں واضح طور پر خواتین صحابہ کے غزوات میں شریک ہونے کا ذکر ہے، جو حضرات مردوں یا عورتوں کے تبلیغی کام سے متفق نہیں وہ اپنے طور سے جسے صحیح سمجھتے ہوں اس کے مطابق عوام وخواص میں مردوں میں اور عورتوں میں دینی محنت کریں، علم بھی پھیلائیں اور عمل بھی۔ واللّٰہ الھادی إلی سبیل الرشاد۔

(ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات، ص:۶۰)۔

☆ حضرت مولانا مفتی سید قمر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

(مفتی دارالعلوم سرحد پشاور زیر اہتمام حضرت مولانا ایوب جان بنوریؒ
برادرِ نسبتی حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ)

اس پرفتن دور میں دین سے عاری عورت معاشرہ کیلئے ضرررساں فتنہ ہے " ما ترکت فتنة أضر علی الرجال من النساء." (الحدیث) ایسا فتنہ جو مردوں پر زیادہ خطرناک ہو عورتوں کے علاوہ کوئی نہیں، اسی فتنہ ضراء کا نعمتِ حسنیٰ پر مبدل ہونا صرف جہد دین پر توقف رکھتا ہے، جہد دین عورت کو لباس تقوی پہناتے ہوئے عفت کی عزت، حسن عبادت کی زینت سے مزین کرکے "الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المراة الصالحة" (الحدیث) کا مصداق بناتا ہے (یعنی دنیا ساری سازوسامان ہے اور بہترین متاع صالح بیوی ہے)

نیز اکثر وبیشتر خطاباتِ الٰہیہ میں عورت کو مرد کے تابع شمار کیا جاتا ہے، تاہم تبلیغ دین (تکمیل الغیر) کی ذمہ داری پورا کرنے میں عورت ایک مستقل حیثیت کی حامل ہے، علامہ آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج۲۲ص۲۰ پر آیت "واذکرن ما یتلی فی بیوتکن ". (الایة سورة احزاب) کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں "أي اذکرن للناس بطریق العظة والتذکیر الخ قیل هذا أمر بتکمیل الغیر بعد الأمر بما فیه کمالهن" امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ "هل یجعل للنساء یوماً علی حدة" ترجمۃ الباب قائم کرکے حدیث " غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسک" ذکر فرما رہے ہیں۔

لہذا موجودہ دور کی عورت کا ایک ضرورت کے پیش نظر تبلیغ میں نکلنا اصولِ شرعیہ

کی پوری پابندی کے ساتھ ایک مؤثر اقدام اور مستحسن عمل ہے، ربِ کریم حفاظت فرمائیں، آمین۔(ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات،ص:۸۲)۔

☆ حضرت مفتی غلام قادر نعمانی صاحب کا فتویٰ:

(مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ)

آج دنیا میں جو فتنہ وفساد برپا ہوا ہے وہ کسی عاقل سے مخفی نہیں، لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ یہ اس وقت سے چلا آرہا ہے جب روئے زمین پر ایک باپ (حضرت آدم علیہ السلام) اور چند بیٹے سکونت پذیر تھے، اور اس فتنہ وفساد سے خوف زدہ ہو کر گوشہ نشینی یا رہبانیت اختیار کرنا اسلام کا تقاضا نہیں، اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ مرد مجاہد بن کر تمام فتنوں کی سرکوبی کے لئے میدان میں آکر مجاہدانہ کردار ادا کرے، اس دور میں ہر کسی کی آواز یہ ہے کہ فتنے زیادہ ہیں لیکن صرف آواز لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک اس آواز کے ساتھ محنت اور مجاہدہ نہ ہو، اور اسی طرح یہ محنت چند افراد تک محدود بھی نہ ہو بلکہ ہر امتی اس میں شریک ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، کیونکہ دور حاضر کے فتنے مردوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان فتنوں نے عورتوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہیں، اگر مردِ صالح گھر سے باہر مکمل طور پر دین کا پابند ہو اور اس کے اہل وعیال وغیرہ دین کے پابند نہ ہو تو اہل وعیال کی لادینی کا اثر ضرور اس متدین شخص پر پڑے گا، اب سوال یہ ہے کہ جب اہل وعیال کی بے دینی کا اثر مرد پر پڑسکتا ہے اور دیندار شخص اپنے گھر سے متاثر ہوسکتا ہے تو اہل وعیال بیوی بچوں کو دیندار بنانے کا طریقہ کار کیا ہوگا، اس مسئلہ میں تفصیل ہے، میں تفصیل نہیں کرتا بلکہ مختصر عرض کروں گا کہ جہاں تک عورتوں

کی تربیت کا مسئلہ ہے تو اس کا اصل ذمہ دار گھر کا سربراہ ہے، لیکن اس دور میں بسا اوقات گھر کا سرپرست دین سے ناواقف ہوتا ہے، اور اگر واقف بھی ہوتا ہے تو تغافل کرنے لگتا ہے، اور گھر کے باشندے ایسے ہی دین سے ناواقفیت میں زندگی بسر کرتے ہیں، اب اگر گھر کے سرپرست بشمول ماتحت سب دین سے ناواقف ہیں تو اس معمہ کا حل کیا ہے دور حاضر میں اس معمے کے حل کے دو طریقے ہیں:

(۱) مدارس اسلامیہ: کہ اسمیں مرد اور عورت سب کے سب دین مقدس سے واقف ہو سکتے ہیں۔

(۲) تبلغی جماعت: کہ اس میں نکلنے سے مرد اور عورت کیلئے دین پر چلنا آسان ہو سکتا ہے، لیکن عورتوں کا گھر سے نکلنا چاہے دینی کام کے لئے ہو یا دنیوی اس میں فساد کا خطرہ ہوتا ہے، اس خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے عورتوں کو دین سیکھنے یا سکھانے کیلئے مطلقا گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی بلکہ عورتوں کے نکلنے کو چند شرائط سے مشروط کیا ہے، حالات کے لحاظ سے اس شرائط میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، اس وجہ سے بعض علماء نے کم شرائط لگائے اور بعض نے زیادہ، حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنے فتوی میں گیارہ شرائط ذکر کئے ہیں۔

بندہ تبلیغ مستورات کے سلسلے میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب سے اتفاق کرتا ہے۔ (اطمینان کیلئے ان کا فتوی مطالعہ فرمالیجئے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کیلئے دین کی تعلیم وتعلم کیلئے مدارس دینیہ میں داخلہ لینا یا تبلیغی جماعت میں نکلنا ان شرائط کے ساتھ جو فتوی میں مذکور ہیں جائز اور مستحسن ہے۔

☆ حضرت مولانا مفتی جمال احمد صاحب کا فتویٰ:

(مفتی دارالعلوم فیصل آباد)

قرانِ پاک کے احکام اگرچہ مرد و عورت دونوں ہی کو شامل ہیں، مگر عموماً خطاب مردوں کو کیا گیا ہے، عورتیں اس میں ضمناً شامل ہیں، ہر جگہ ''یا أیھا الذین آمنوا'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، عورتوں کو مردوں کے ضمن میں مخاطب بنایا گیا ہے، اس میں اشارہ ہے کہ عورتوں کے سب معاملات تستر پر مبنی ہیں اس میں ان کا اعزاز و اکرام ہے، پورے قران میں حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ کسی عورت کا نام نہیں لیا گیا، امرءۃ فرعون امرءۃ لوط امرءۃ نوح کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، حضرت مریم کی شاید خصوصیت یہ ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت کسی باپ کی طرف نہیں ہوسکتی تھی اس لئے ماں کی طرف نسبت کر کے ان کا نام لیا گیا، دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے مقاصد اور خصوصاً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد خدائے تعالیٰ نے سورۂ بقرہ سورۂ آل عمران سورۂ جمعہ کی آیات میں ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے عہدہ نبوت و رسالت کے فرائض منصبی تین بیان کئے گئے ہیں:

(۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب وحکمت (۳) تزکیہ اخلاق۔

پہلا مقصد: تلاوت آیات کا تعلق الفاظ سے ہے اور تعلیم کا معانی سے دونوں کو علیحدہ بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں ان کی تلاوت وحفاظت فرض اور اہم عبادت ہے۔

دوسرا مقصد: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے باوجود عربی دان ہونے کے ساری عمریں قرآن کی تعلیم میں خرچ کیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال میں سورۂ بقرہ یاد کی۔

تیسرا مقصد: تزکیہ جس کا معنی ہے ظاہری اور باطنی نجاسات سے پاکی حاصل کرنا، ظاہری نجاسات سے تو عام مسلمان واقف ہیں باطنی نجاسات مثلاً کفروشرک تکبر حسد بغض حب دنیا وغیرہ سے عام مسلمان واقف نہیں اور ظاہری علم میں جتنا بھی کمال تک پہنچ جائے جب تک باطن ٹھیک نہ ہو وہ آدمی کامل نہیں ہوسکتا:

علم چوں برتن شود مارے شود ☆ علم چوں بردل شود یارے شود

حدیث شریف میں ہے: "**طلب العلم فريضة على كل مسلم**" اس حدیث میں "**مسلمة**" کا لفظ بھی بعض محققین نے لاحق کیا ہے اگر چہ اس حدیث کے تمام اطرف میں "**مسلمة**" کا لفظ نہیں لیکن معنی صحیح ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث میں "**مسلمة**" کا لفظ ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو بہشتی زیور)۔

شیخ اسماعیل محدث ومفسر اپنی کتاب "**كشف الخفاء ومزيل الالباس**" (٤٥/٢) میں فرماتے ہیں:

قال في المقاصد: وقد ألحق بعض المحققين "ومسلمة" بعد قوله "ومسلم" وليس لها ذكر في شيء من طرقه، وإن كانت صحيحة المعنى.

مطلب یہ ہے کہ مقاصد میں لکھا ہے کہ بعض محققین نے "**مسلمة**" کا لفظ مسلم

کے لفظ کے بعد ذکر کیا ہے۔

جس علم کا اس حدیث طلب العلم فریضة میں ذکر ہے اس سے کونسا علم مراد ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم (ص۱۴ ج۱) اور (ص۱۵) پر لکھتے ہیں:

" واختلف الناس في العلم الذي هو فرض على كل مسلم فتفرقوا فيه أكثر من عشرين فرقة ". (یعنی جو علم ہر مسلمان پر فرض عین ہے اس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور اس باب میں بیس سے زیادہ فرقے ہو گئے ہیں)

ان فرقوں کے تفصیلی بیان کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں کہ " أحوال القلب كالكبر والعجب وأخواتها إلى قوله ... وإزالتها فرض عين وكيف لايجب عليه وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث مهلكات شح مطاع وهوى متبع وإعجاب المرء بنفسه".

ترجمہ: اور دل کے برے حالات مثل کبر او رعجب اور ان کے مثل کے (وہ ان تین مہلکات کے تابع ہیں) اور ان کا دور کرنا فرض عین ہے، اور یہ باتیں کیسے واجب نہ ہوں گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مہلک ہیں:

(۱) بخل جس کی اطاعت کی جائے۔(۲) نفسانی خواہش جس کی پیروی کی جائے۔اور (۳) آدمی کا اپنے نفس کو بڑا جاننا۔

ان قلبی امراض کے ازالہ کے لئے ان کا جاننا فرض ہے۔

چنانچہ حضرت موصوف لکھتے ہیں:

"ولا يمكن إزالتها إلا بمعرفة حدودها ومعرفة أسبابها ومعرفة علاماتها ومعرفة علاجها، فإن من لايعرف الشر يقع فيه، والعلاج هو

مقابلة السبب بضده، وكيف يمكن دون معرفة السبب والمسبب، وأكثرها ما ذكرناه في ربع المهلكات من فروض الأعيان وقد تركها الناس كافة اشتغالا بما لا يعني".

ترجمہ: اور جب تک ان مہلکات کی تعریف اور اسباب اور علامات کو نہ جان لیا جائے اور ان کے علاج کو نہ معلوم کرلیا جائے تب تک ان کا دور کرنا ممکن نہیں، اس لئے کہ جو شخص بدی کو نہیں جانتا ہو وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور علاج اس طرح ہے کہ ہر ایک سبب کے مخالف سے اس کا مقابلہ کیا جائے اور یہ امر بدون سبب اور مسبب کے جاننے کے ممکن نہیں۔ (احیاء العلوم ص ۱۵ ج ۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قلبی امراض کا علاج فرض عین ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تلمیذ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسالہ ارشاد الطالبین کے نام سے لکھا ہے جس میں تزکیہ نفس واصلاح باطن کے حصول کی فرضیت قرآنِ پاک کی آیت ﴿یا أیها الذین امنوا اتقوا اللّٰہ حق تقاته﴾ سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ " اتقوا اللہ" میں تقویٰ سے ظاہری تقویٰ مراد ہے اور "حق تقاته" سے باطنی تقویٰ اور تزکیہ باطن مراد ہے، تزکیہ باطن کے حصول کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

إن في الجسد لمضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب .

ترجمہ: بے شک بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو پورا بدن صحیح ہو جائیگا اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو بدن فاسد ہو جائیگا، اور خبر دار وہ دل ہے۔ جب تک

قلب صاف نہ ہو ظاہری صفائی سے کچھ نہیں ہوتا۔ حضرات محدثین **الطہور شطر الإیمان** (صفائی نصفِ ایمان ہے) سے بھی یہی مراد لیتے ہیں کہ طہور سے مراد ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی طہارت ہے۔

تبلیغی جماعت کا مقصد:

حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو تحریکِ ایمان سے منسوب کرتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں: ''کہ حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی اس تحریک کو تحریکِ ایمان سے منسوب کرتے تھے اور مذہب کی بقا کیلئے اس کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ اس کیلئے ہر قربانی اور ہر طرح کی قدر دانی کو صحیح سمجھتے تھے''۔ (دینی دعوت ص۲۴۳)۔

جب فرض حج کے لئے عورت محرم کے ساتھ باہر نکل سکتی ہے تو ایمان کے سیکھنے کیلئے نکلنے پر اعتراضات کئے جاتے ہیں حالانکہ ایمان کا سیکھنا سب سے پہلے فرض ہے، ایمان حقیقی، یقین، اخلاص، استقامت، تزکیہ باطن، تہذیب اخلاق اور کامل اتباع سنت وہ حقیقی مقاصد ہیں جن کیلئے مختلف وسائل اختیار کئے جاتے ہیں، محققین ان مقاصد کے حصول کو کسی ایک وسیلہ میں منحصر نہیں مانتے بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے اور کچھ غلط نہیں کہا: **طرق الوصول إلی اللّٰہ تعالی بعدد أنفاس الخلائق**، یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے سانس لینے کی مقدار میں ہیں یعنی بہت زیادہ ہیں)

ابتدا میں ان مقاصد کے حصول کیلئے سب سے مؤثر اور طاقتور ذریعہ صحبتِ نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم تھا جسکا کیمیائی اثر ظاہر ہے،اس نعمت سے محرومی کے بعد اطباء اور خلفاء امت نے اپنے اپنے زمانے میں مختلف بدل تجویز کیے،آخر میں مختلف اسباب کی بنا پر صحبتِ مشائخ اور کثرتِ ذکر پر زور دیا گیا جو تصوف سے مشہور ہو گیا،لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں کہ ان مقاصد کا حصول ان وسائل میں منحصر نہیں ،تبلیغی جماعت میں نکلنے سے (خواہ مرد ہو یا عورت) اصلاحِ نفس اور تزکیہ باطن بہترین خصائل کا حصول اور رذائل سے تخلی ،عاجزی ،خضوع وغیرہ بہترین اخلاق پیدا ہوتے ہیں جن کا سیکھنا اور سیکھنے کے بعد ان پر عمل کرنا فرض ہے۔

آج لاکھوں عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں لیکن ان کے روکنے کے لئے کوئی قلم نہیں اٹھاتا ،مگر نیکی کا کام کرنے کے لئے عورتیں جب باہر اپنے محارم کے ساتھ تمام شرعی حدود وقیود کو بجالاتے ہوئے جاتی ہیں تو ان کے بارے میں رسالے لکھے جاتے ہیں ،حالانکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے (جبکہ خاوندان کے لیے کسی عالم سے مسئلہ نہ پوچھے) خود علماء کے پاس جانا جائز ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک مستقل باب (**هل يجعل للنساء يوماً على حدة**) باندھ کر اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عورتوں کا تعلیم کے لئے جانا اور ایک جگہ جمع ہونا جائز ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عورتیں ایک جگہ جمع ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔(بخاری شریف ص ۲۰ ج ۱)۔

☆ حضرت مفتی مختار اللہ صاحب کا فتویٰ:

یہ ایک واضح مسئلہ ہے کہ خواتین کا بلاضرورت اپنے گھروں سے نکلنا شرعاً ممنوع

ہے، تاہم پردے میں اپنے محرم کی معیت میں جہاں اختلاط زنانہ اور نرینہ کا نہ ہو اور تمام شرائط ستر و پردہ ملحوظ ہوں تو ضرورت کے لئے نکلنا جائز ہے، مذہبی تعلیم و تعلم اور دینی مسائل وغیرہ سیکھنے کے جواز میں از روئے شرع مرد و زن میں کوئی فرق نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کے دینی امور سے واقفیت حاصل کرنا عورت کیلئے بھی اس طرح ضروری ہے جس طرح مرد کیلئے ضروری ہے، لہذا علم دین حاصل کرنے کے لئے بشرطیکہ تمام شرائط ملحوظ رہیں شرعاً عورت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

اسماء الرجال کی کتابوں میں متعدد نیک خصلت اور پابند شریعت عورتیں حدیث کی روایت کرنے والی ہیں، جہاد اور غزوات میں بھی بعض صحابیات نے شرکت فرمائی ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس غزوہ میں شریک تھے، مگر آپ نے منع نہیں فرمایا، اسی طرح کسی شخص کی طرف سے جب عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج بدل کرنے کی اجازت مانگی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیکر فرمایا تھا کہ اگر تمہارے باپ پر کسی کا قرضہ ہوتا اور آپ ادا کرتی تو کیا وہ ادا نہیں ہوتا، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرضہ زیادہ حقدار ہے کہ اسکو ادا کیا جائے (بخاری ۱/۱۵۰) حج کی ادائیگی بھی بغیر گھر سے نکلنے کے ممکن نہیں، اور نہ حج بدل کرنا کوئی فرض واجب یا سنت ہے بلکہ ایک مباح امر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مباح کام کے لئے عورت کو اجازت دیدی، مجالس میں شرکت کرنا بھی امام ابو اللیث سمرقندی نے جائز کہا ہے جب شوہر دینی مسائل سے بے خبر ہو حتی کہ بغیر اجازت کے بھی شرکت کرسکتی ہے اگر چہ شوہر عالم کیوں نہ ہو، اس کے علاوہ عورت کا گواہی کے لئے دار القضا یعنی عدالت میں جانا مرخص ہے (احکام القرآن ۲/۲۳) حتی کہ جنازہ میں شرکت؟ اور دنیاوی کاروبار کے

لئے نکلنا بھی مرخص ہے؟

(تنبیہ : عورتوں کے لیے جنازہ میں شرکت کو بہشتی گوہر میں مکروہ تحریمی لکھا ہے، اس لیے یہاں میت کے گھر جانا مراد ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم، اور دنیوی کاروبار کے لیے پردے کا اہتمام ضروری ہے) تو دینی تعلیمات کی تحصیل، اصلاح نفس اور دوسری مؤمنات کو دین کی طرف راغب کرنے اور انکو دینی تعلیم دینے کے لئے حدودِ شریعت کا لحاظ رکھ کر نکلنا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اس کو مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کہ وہاں مرد وزن کے اختلاط کی وجہ سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوسکتا ہے، اور فقہائے کرام کا منع کرنا بھی اس علت پر مبنی ہے جبکہ تبلیغی جماعت میں فتنہ انگیزی ممکن نہیں، اور نہ اس کے عدم جواز کے لئے ''وقرن فی بیوتکن'' سے استدلال صحیح ہے، اس لئے کہ جب امر کے بعد ''ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى'' کے ساتھ مقید ہے، کہ جس خروج میں بے پردگی ہو تو پھر عورت کا کسی بھی صورت میں گھر سے نکلنا جائز نہ ہوگا جبکہ دیگر نصوص سے جواز معلوم ہوتا ہے، جبکہ مروجہ تبلیغی جماعت میں واجب پردے کے ساتھ مستجب پردے کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اس کے ذریعہ موجودہ زمانے کی بے راہ روی اور مغربیت سے مسلمان عورتیں بچ سکتی ہیں، اور روزمرہ کی زندگی دین کے اصول کے مطابق گزار سکتی ہیں، چونکہ مروجہ تبلیغی جماعت میں جانے سے بھی یہی مقاصد نمایاں ہیں لہذا مستورات کی جماعت جس میں شرعی حدود کا لحاظ رکھا جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں، چونکہ اس دور میں بعض خواتین جہل اور یورپی تہذیب سے مرعوب ہوکر دین سے عاری ہوچکی ہیں، اور اسی مغربی تہذیب کے اجراء کے لئے ان کے احتجاجی مظاہرے بھی سامنے آچکے ہیں، جس

پر عالمی میڈیا شاہد ہے جو شرعاً حرام اور ناجائز ہے یہاں تک کہ قرآنی احکامات کے خلاف n.g.o وغیرہ تنظیمیں فحاشی پھیلانے میں شب وروز مصروف ہیں، لہذا ایسی حالت میں ان عورتوں تک دین کی آواز پہنچانے کیلئے مستورات کی تبلیغی جماعت ایک فعال اور مستحسن کوشش ہے، تاہم احتیاطی امور کی رعایت کی اشد ضرورت ہے تاکہ عورتوں کی عصمت پر زد بھی نہ پڑے اور دین کے کام کیلئے رکاوٹ کا باعث بھی نہ بنے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات، ص:۹۸،۱۰۰)۔

☆ حضرت مفتی یوسف صاحب تاؤلوی کا فتویٰ

(استاذِ حدیث وفقہ دار العلوم دیو بند)

کیا فرماتے ہیں: آئینِ علوم فقیہ الامت، امام المنطق والفلسفہ، صاحبِ قلم، معدنِ علم وفن عارف باللہ، حضرت استاذی ومولائی مفتی یوسف صاحب تاؤلوی دامت برکاتہم، درجِ ذیل مسئلہ کے متعلق:

س: موجودہ زمانے کی صورتِ حال ومستورات کی جماعت کا شرعی حکم، اور حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے فتوے کی کیا حقیقت ہے؟

نوٹ: برائے کرم سارے سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ نقل فرمائیں۔

المستفتی: محمد منظور الحق قاسمی، کریم گنج آسام، فاضل دار العلوم دیو بند

باسمہ تعالیٰ: حامداً ومصلیاً؛

شرائطِ مقررہ کے ساتھ حضرت فقیہ الامت کا فتویٰ جواز کا ہے ان کی شخصیت

سے تمام علما واقف ہیں، ان کے فتوے کے بعد میری ناقص رائے میں کسی کے فتوے کی نہ ضرورت ہے اور نہ اہمیت ہے۔ میری ناقص رائے میں اس کے بارے میں صرف مرکز ہی سے رابطہ رکھا جائے اور ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے وہاں اس لائن کے تجربہ کار علما موجود ہیں اور ان کے تمام امور کامدار مشورہ پر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

جو القاب آپ نے لکھے ہیں بندہ ان کا اہل نہیں ہے۔

حررہ العبد محمد یوسف غفرلہ تاؤلوی۔

۱۰/۶/۳۴ھ

☆ حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب کا فتویٰ:

(سابق صدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات)

فیجی کے ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

عورتوں کے لیے پردہ بہت ہی ضروری ہے، بلکہ عورتوں کی خوبصورتی اور عزت پردہ کے ساتھ ہے قرآنِ کریم اور احادیثِ پاک میں اس بات کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے، اور بغیر پردے بلکہ بلاضرورت گھر کے باہر نکلنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے، (لوگوں کو اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کرتا ہے)۔

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا خرجت المرأة من بيتها استشرفها الشيطان. (اوجز المسالك: ۲/۳٤٥).

ایک دوسری حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کے

لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ میں نے کوئی نہیں چھوڑا۔

عن أسامة بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما تركت بعدى فتنة أضر على الرجال من النساء. (مشكوة المصابيح : ٢٦٧).

لہذا بغیر ضرورت کے عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا درست نہیں ہے، اور یہ بھی ہے کہ توحید و رسالت نماز وغیرہ کے ضروری مسائل کا سیکھنا، اور نماز کا طریقہ جاننا مردوں کی طرح عورتوں کے لیے ضروری اور فرض ہے، حضرت انس ﷜ سے روایت ہے: **طلب العلم فريضة على كل مسلم (ومسلمة)** ۔(علم کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے)۔ (نوٹ: اس حدیث کی تحقیق ماقبل میں گزر چکی ہے)۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے: علم سے مراد وہ ضروری چیزیں ہیں جس کا سیکھنا بندے پر ضروری ہے، مثلاً: توحید، رسالت، طریقہ نماز یہ فرض عین ہیں۔ (مشکوۃ شریف: ۳۴، مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۳۳)۔

عورتوں کی تعلیم کے متعلق قرآنِ کریم نے صاف کہا ہے: ﴿ **واذكرن ما يتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة** ﴾، (سورة الاحزاب: ٣٤).

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات سے کہا جا رہا ہے) اے نبی کی زوجات تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت (حدیث) کی جو باتیں ہوتی ہیں اس کو یاد رکھو، آیت میں حکمت سے مراد حدیث ہے، سورۃ النور میں عورتوں کے مسائل پاکدامنی اور پردہ وغیرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دینے کی ترغیب دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

فرمان ہے: **علموا نساء كم سورة النور** ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان (٤/٧٧/٢٢٠٥،ط:مكتبة الرشد) بسنده عن مجاهد مرسلاً . وإسناده ضعيف ، فيه : عتاب بن بشير ، أورده الذهبي في الضعفاء وقال : مختلف في توثيقه ۔وقال الشيخ بشار عواد في تحرير التقريب(٢/٤٢٧) بل صدوق حسن الحديث، لكنه يضعف في روايته عن خصيف بن عبد الرحمن الجزري... الخ . وخصيف ، ضعفه أحمد وغيره ۔ وذكره السيوطي في الجامع الصغير ونسبه إلى سعيد بن منصور ورمز له بالضعف ۔ لكن روى البيقهي أيضاً في شعب الايمان (٤/٨٢/٢٢١٣، مكتبة الرشد) بسنده عن ابى عطية الهمداني قال: كتب عمربن الخطاب ﷺ : تعلموا سورة براءة و علموا نساء كم سورة النور و حلوهن الفضة ۔ إسناده : رجاله ثقات، وهو موقوف كما ترى)

ترجمہ: اپنی عورتوں کوسورۂ نور کی تعلیم دو۔

اس سے بھی عورتوں کی تعلیم کی ضرورت معلوم ہورہی ہے۔

اصل تو یہی ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے محرم سے دینی علم حاصل کریں ،اورمحرم عالم نہ ہو، جیسے عام طور پر ہوتا ہے،تو اپنے محرم کو بھیجے ،یا اس کے ساتھ پردے میں رہ کر علماء کرام سے اپنے ضروری مسائل کی تحقیق اور علم حاصل کرنا درست ہے،صحابیہ عورتوں کا بعض مسائل کی تحقیق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا ثابت ہے،جیسے: عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کا صدقہ کی تحقیق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا ثابت ہے۔(رواہ البخاری:۱/۱۹۸)۔

یہاں تک کہ عورتوں کی درخواست پر ان کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا بھی ثابت ہے

أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال فظن أنه لم يسمع

النساء فوعظهن وأمرهن بالصدقات .

ترجمہ: ایک عید کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ عورتوں نے نہیں سنا، تو خطبہ کے بعد جہاں عورتیں تھیں حضرت بلال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، اور صدقہ کی تعلیم دی۔ (بخاری شریف:۱/۲۰)۔

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں۔

واللّٰہ ما مست یدہ ید امرأۃ قط فی المبایعۃ ما یبایعھن إلا بقولہ قد بایعتک . (صحیح البخاری :۲/۷۲۶).

اس بات کو بھی مدِنظر رکھنا ضروری ہے کہ شادی شدہ عورتیں نماز، طہارت وغیرہ ضروری باتوں کا علم نہ رکھتی ہوں تو ان کی تعلیم کی کیا صورت ہے؟ اس کا شوہر بھی ایسے مسائل سے واقف نہیں، گھر میں بھی ایسا ماحول نہیں ہے اکیلی کسی سے مسائل دریافت نہیں کرسکتی، حالانکہ حکم ہے:

قوا أنفسکم وأھلیکم ناراً . (سورۃ التحریم : ٦).

ترجمہ: اے مومنو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

تو اس ذمہ داری اور فریضہ کی ادائیگی کی صورت اس کے علاوہ کیا ہوسکتی ہے، کہ عورتیں اپنے محرم کے ساتھ پردہ کا خیال کرکے (اس شرط کے ساتھ کہ کسی فتنہ کا خطرہ نہ ہو) تبلیغی جماعت میں نکلیں اور اس طرح عورتوں کی اصلاح بھی ہوتی ہے، جیسے سوال میں لکھا گیا ہے۔

نیز معروف ومشہور عالم دین حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی شہیدؒ نے عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا درست بتلایا ہے، وہ لکھتے ہیں: مجھے میری اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ جماعت میں جانے کا موقع ملا، مستورات کی جماعت کی کارکردگی میں نے خود دیکھی، جس میں احکام شرع کی پابندی کی جاتی ہے، مستورات کی تبلیغی جماعت میں اکابر نے جو شرطیں بیان کی ہیں، وہ سب شریعت کے مطابق ہیں، اتنا جاننے کے بعد میری سمجھ کے مطابق مستورات کا تبلیغی جماعت میں جانا درست وجائز ہے۔(رسالہ بینات: ۱۴۱۹ھ)

(اس فتوے پر حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ اور ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مہتمم جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور مولانا محمد انور بدخشانی کے دستخط موجود ہیں)۔

ناچیز نے بھی گجرات کے تبلیغی جماعت کے اکابرین سے کہ جو اجتماعات میں بیان کرتے ہیں، پوری لگن کے ساتھ اس میں مشغول رہتے ہیں، ان سے پہلے، خود ناچیز نے عورتوں کی تبلیغی جماعت کی کارکردگی کی تحقیق کی ہے، انہوں نے قابل اطمینان جواب دیا: کہ جس جگہ جانا ہوتا ہے بہت احتیاط اور پردہ کے ساتھ لے جایا جاتا ہے، محلے کے بیچ مقام میں ان کا قیام ہوتا ہے، جہاں کوئی غیر محرم کی آمد ورفت نہیں ہوتی ہے، پورے سفر میں محرم ساتھ ہوتا ہے، لہذا دینی پہلو کو مدِ نظر رکھ کر احتیاط کے ساتھ جائے، جہاں جائے وہاں قیام پردہ کے ساتھ محلّہ کے بیچ کتابی تعلیم اور تقریر کی آواز نامحرم تک نہ پہونچے، اس کا خیال رکھتے ہوئے، (بلاضرورت میلہ نہ لگاتے ہوں) تو درست ہوسکتا ہے، کیوں کہ ایک عورت کی اصلاح سے انشاء اللہ پورا گھر بلکہ پوری برادری کی اصلاح کا غالب یقین ہے، اس کے متعلق ایک مسئلہ فتاویٰ محمودیہ میں بھی لکھا گیا ہے...

نوٹ: عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ خوشبو لگا کر زینت کر کے نہ جائیں، معمولی کپڑوں میں جائیں، مردوں کی بھیڑ بھاڑ نہ ہو، راستہ امن والا ہو، کوئی خرابی یا حرام کام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ورنہ جانا جائز نہ ہوگا۔ (روضۃ الفتاویٰ: ۱/ ۲۳۵۔ ۲۴۰)۔

☆ حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب کا فتویٰ:

(صدر مفتی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک، گجرات)

عورتوں کو تبلیغی جماعت میں بھیجنے کے سلسلہ میں علماء عصر کے دو نظریئے اور دو رائیں ہیں، بعض علماء و اکابر نے تبلیغی اہمیت و ضرورت کے احساس کے باوجود مفاسد کے غالب ہونے کے پہلو کو مدِ نظر رکھ کر اجازت نہیں دی، چنانچہ مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ؒ مفتی پاکستان حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی ؒ کے فتاویٰ اسی پہلو کے غماز ہیں۔ دیکھئے: (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/ ۴۹۸، واحسن الفتاویٰ: ۸/ ۵۸)۔

اس کے بالمقابل بعض دوسرے علماء کرام نے عصر حاضر کے لوگوں میں دین سے غفلت، اسلامی تہذیب و کلچر سے بعد و دوری، علومِ اسلامیہ کی تحصیل و ترویج سے سستی و بیزاری وغیرہ دیگر حقائق، نیز تبلیغی جماعت کے فوائدِ کثیرہ منجملہ ان میں سے لوگوں میں اس کے ذریعہ علومِ دینیہ کی تحصیل کا شوق و جذبہ سنتِ نبوی علیہ الصلاۃ و السلام سے والہانہ لگاؤ، شریعتِ اسلامی و تہذیب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت کا شوق و عزم وغیرہ پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر چند اہم و ضروری شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ مفتی اعظم ہند فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن

صاحبؒ کے فتاویٰ ان ہی حقائق کی طرف مشیر ہیں۔(چند فتاویٰ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں)بہرحال یہ مسئلہ دیانت سے تعلق رکھتا ہے اس کی پوری بنیاد دیانت ہی پر ہے،لہٰذا جو حضرات بھیجنے والے ہیں (یعنی ذمہ دار)اور جو حضرات ساتھ جارہے ہیں ان کی بہت بڑی اور بہت اہم ذمہ داری ہے وہ سب سے پہلے اس بات کا مکمل اطمینان حاصل کرلیں کہ جماعت تبلیغ میں بھیجی جانے والی یہ خواتین کس نوع کی ہیں،آج تک کے ان کے طرز عمل اور رویہ سے اس بات کا اطمینان ہو کہ یہ عورتیں اس سلسلہ میں جو خاص اصول وشرائط تجویز کیے گئے ہیں ان کی مکمل پابندی کریں گی تو بھیجنے کی اجازت و گنجائش ہے،رہا شب میں بسا اوقات شوہروں یا محرموں کا ان خواتین سے الگ رات گزارنا تو یہ عدم جواز کی وجہ نہیں بن سکتا،اس لیے کہ اس سلسلہ میں وضع کیے گئے اصول و شرائط کی بنیاد پر ان عورتوں کو ایسی جگہوں پر ہی رکھا جاتا ہے جہاں ان کی عفت وعصمت کی حفاظت وغیرہ کا مکمل اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اخیر میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تحریر جو بذاتِ خود مستورات کی تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت فرما کر لکھی ہے پیش کی جاتی ہے۔(حضرت مولانا کا فتویٰ ذکر فرمایا ہے جو پہلے گزر چکا ہے)

(اس فتوے پر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے نائب مفتی،حضرت مفتی عباس داؤد بسم اللہ صاحب کے دستخط بھی موجود ہیں۔(محمود الفتاویٰ:۳/۲۱۲)۔

☆حضرت مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب کا فتویٰ:

(مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد)

مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب نے ۱۲/محرم الحرام ۱۴۱۵ھ میں ایک فتویٰ تحریر

فرمایا تھا جس میں مستورات کی جماعت کو کارِ خیر اور باعثِ اجر وثواب قرار دیا تھا، اس فتویٰ پر حضرت مولانا مفتی سلمان منصوری صاحب کے دستخط بھی موجود ہیں۔

☆ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی رائے:

(سابق مہتمم دار العلوم دیو بند)

قاری محمد طیب صاحبؒ کی رائے بھی مستورات کی جماعت کے متعلق جواز کی تھی، چنانچہ انہوں نے اس بارے میں ایک تحریری خط لکھا تھا جس کا تذکرہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اپنے فتاویٰ ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' (۱۸۷/۸) میں فرمایا ہے۔

☆ حضرت مفتی ابراہیم صالح جی صاحب کے مفصل انگریزی فتوے کا خلاصہ:

مفتی ابراہیم صاحب خواتین کے دعوت وتبلیغ کے لیے سفر کرنے کے جواز کے قائل ہیں، اس سے متعلق انگریزی میں مفصل فتویٰ تحریر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ کچھ توضیح کے ساتھ پیش خدمت ہے:

دورِ نبوی میں خواتین دو قسم کی ضروریات کی وجہ سے گھر سے باہر جایا کرتی تھیں:

(۱) وہ ضرورت جو زمان ومکان کے ساتھ مخصوص تھی، جیسے نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے مسجدِ نبوی میں حاضری، جس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کرتی تھیں، نیز چونکہ نزولِ وحی کا سلسلہ بھی جاری تھا بنا بریں نئے احکامات حاصل کرنا اوران پر عمل کرنا بھی مسجدِ نبوی میں جانے کے مقاصد میں شامل

تھا، اور یہ دینی غرض مسجدِ نبوی کے ساتھ وابستہ تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنہ فساد کی وجہ سے یہ سلسلہ بند فرمادیا۔

(۲) دوسری وہ ضرورت تھی جو کسی زمان ومکان کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ ہروقت ہر زمانہ میں عورتوں کو پیش آنے والی تھی، جیسے والدین کی زیارت، میت کو غسل وکفن، میت کے اہل خانہ کی تعزیت، مریض کی عیادت، حج وعمرہ وغیرہ کی غرض سے نکلنا۔

چونکہ زمانہ نبوی میں افشائے شر کے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے خوفِ فتنہ کا اندیشہ نہیں تھا، بایں وجہ مسجد جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز باجماعت ادا کرنا پر امن اور ہر قسم کے خطرہ سے خالی تھا۔ لیکن جیسے زمانہ نبوی سے دوری ہوتی گئی، عریانی اور فحاشی کا سیلاب بہتا گیا، افشائے شر کے وسائل بکثرت پھیل گئے، نیز عورتوں کے فیشن میں دن بدن ترقی ہوتی گئی، اور مسجد جانا پر از فتن ہوگیا، ایسے دور میں مسجد جانا ممنوع قرار دیا گیا۔

اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس زمانہ کی عورتوں کو دیکھ لیتے کہ کیا کیا نئے نئے فیشن ایجاد کردئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور عورتوں کو مسجد جانے سے منع فرمادیتے۔

یاد رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ قرنِ نبوت سے بہت قریب تھا، ہم موجودہ دور کے بارے میں اگر یہ کہیں کہ زمانہ جاہلیت پلٹ کر آرہا ہے تو خلافِ

صواب نہ ہوگا، ایسے پرفتن دور میں مسجد جانے کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی۔

ہاں جہاں تک دوسری قسم کی ضرورت کا تعلق ہے تو وہ ہر زمانہ میں موجود ہے اور ہر خاتون اس کی محتاج ہے اس سے منع کرنا مشقت اور حرج سے خالی نہیں، بایں وجہ علماء نے بہ چند شرائط اس کی اجازت دی ہے، ان شرائط کی پابندی کرتے ہوئے جب خوفِ فتنہ بھی نہ ہو تو نکلنے کی اجازت ہوگی، شرائط میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) پرکشش حالت میں نہ ہو۔

(۲) پورا جسم مستور ہو جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

(۳) معطر اور خوشبودار نہ ہو۔

(۴) باہر اجنبیوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔

(۵) شرعی محرم کے ساتھ نکلے۔

اصلاحِ خواتین کا طریقہ:

عورتوں کی تعلیم:

عورتوں کی تعلیم کا سب سے افضل اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ گھروں میں اس کا انتظام کیا جائے۔ دورِ نبوی میں یہی طریقہ مروج تھا۔ لیکن عصر حاضر میں عورتیں اسلامی تہذیب اور دینی تدین سے بالکل ہی عاری ہو چکی ہیں۔ کھلم کھلا بازاروں میں گھومتی ہیں، دفاتر اور دکانوں پر جلوہ افروز ہوتی ہیں، سیر وسیاحت کے لیے نکلتی ہیں، اسکول اور یونیورسٹی میں جاتی ہیں، مردوں کے ساتھ اختلاط عام ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ

عورتوں کے لئے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کی وجہ سے عورتیں دوبارہ راہِ سنت پر گامزن ہوکر اپنے گھروں کی زینت بن جائیں۔

چنانچہ علماء نے اس کے لئے دو طریقے تجویز کئے ہیں:

(۱) مدارس اور (۲) تبلیغی جماعت۔

تبلیغی جماعت:

تبلیغی جماعت کا مقصد یہ ہے کہ پورا دین پوری امت میں دوبارہ عملی طور پر زندہ ہوجائے اور خواتین میں دینی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو اور دینی جذبہ ان کے قلوب میں موجزن ہو، اس مقصد کے حصول کے لیے حضراتِ اکابرؒ نے تبلیغی جماعت کا ایک نظام مرتب فرمایا جس کی غرض و غایت یہی ہے کہ عورتیں دوبارہ گھروں کی زینت بن جائیں، اور بے حیائی وعریانی کا سدِباب ہو۔

چونکہ امتِ مسلمہ کا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ اگر ان کے ایمان کے بچاؤ کی فکر نہ کی گئی تو آئندہ نسلوں کے ایمان سے ہاتھ دھولینے کا خطرہ ہے، بایں وجہ حضرات اکابرؒ نے أھون البلیتین کے مطمحِ نظر عورتوں کو دینی تعلیم اور تبلیغ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے عورتوں کو اپنی دنیوی ضروریات کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے تو دینی ضروریات کے لیے نکلنا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، اور تبلیغی جماعت میں مستورات کے حصہ لینے سے جو فوائد و نتائج سامنے آئے ہیں ان کو بیان کرنے سے زبان قاصر ہے، معاشرے کے معاشرے بدل گئے، عورتیں مغربی تہذیب کو خیرآباد کہہ کر اسلامی تہذیب کی گرویدہ وعاشق ہوگئیں، بے حیائی کا مظاہرہ

کرنے والیاں گھروں میں تعلیمی حلقوں میں مشغول ہوگئیں، بچوں کو دارالعلوم میں بھیج دیا، جس کی بدولت حفاظ وعلماء تیار ہونے لگے۔ وغیرہ وغیرہ۔

الغرض مدارسِ نسواں وتبلیغی جماعت دونوں ہی موثر اور کارگر ثابت ہوئے۔

(ملخص از فتاویٰ اکابر مثلاً حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، ومفتی شفیع صاحبؒ، ومولانا اشرف علی تھانویؒ، ومفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ، ومفتی عبدالرشید لدھیانویؒ)۔

خلاصہ: ہر مسلمان مرد وعورت پر صحیح عقائد، عبادات، معاشرات، معاملات اور اخلاق کی تعلیم حاصل کرنا فرض ہے۔ پھر جب عورتوں کے لئے ان چیزوں کی تعلیم حاصل کرنا اپنے گھروں میں ممکن نہ ہو یا اس کا صحیح انتظام نہ ہو تو گھر سے باہر نکل کر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ عمل کرسکے۔ پس اس دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہوگا جیسا کہ دنیوی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نکلنا جائز ہے۔

تبلیغی جماعت کے اکابر فرماتے ہیں کہ مستورات کی جماعت حقیقت میں ایک چلتا پھرتا مدرسہ اور خانقاہ ہے ان عورتوں کے لئے جو دینی مدارس میں تعلیم حاصل نہیں کرسکتیں اور نہ اس کا انتظام گھروں میں ہوسکتا ہے۔ جس طرح عورتوں کو چند شرائط کے لحاظ کے ساتھ مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے اسی طرح انھیں شرائط کی پابندی کرتے ہوئے انکو مستورات کی جماعت میں نکلنے کی بھی اجازت ہوگی۔

مشاہدہ ہے کہ مستورات کی جماعت عورتوں کے اندر دینی جذبات پیدا کرنے میں مدارس کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر ہے۔ نیز مستورات کی جماعت میں پردہ وغیرہ کا اہتمام مدارس وغیرہ کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے بہت سارے اکابر علماء مثلاً: مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سب نے عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے گھروں سے نکلنے کی اجازت دی ہے۔ ان علماء نے وقت کی ضرورت کو محسوس کیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ عورتوں کو مع محرم تھانہ بھون بیعت کے لئے آنے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے۔ مولانا مسیح اللہ رحمۃ اللہ علیہ بعد جمعہ ہفتہ وار مجلس قائم کرتے تھے جس میں عورتیں مع محرم حاضر ہوتی تھیں۔ آج بھی بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے چند عورتیں جماعت میں نکلتی تھیں۔

ہاں بعض حضرات جو جماعت میں جانے کو منع کرتے ہیں وہ گشت وغیرہ میں جانے کو منع کرتے ہیں ورنہ پردہ کے اہتمام کے ساتھ گھر پر تعلیم وغیرہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، اس کو سب تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا درحقیقت یہ ایک لفظی اختلاف ہے، اور اس کا نام تبلیغی جماعت رکھا گیا ہے ورنہ دراصل یہ ایک اصلاحی جماعت ہے جس کا مقصد امت کو اپنی فراموش کردہ ذمہ داریوں کا سبق ازسرنو پڑھانا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تلخیص از فتویٰ مفتی ابراہیم صاحب صالح جی۔

مفتی مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن، جنوبی افریقہ

مفتی صاحب کا اصل انگریزی فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

Girls Madrasahs & Mastooraat Jamaat

Submitted by admin on Tue, 2012-12-04 08:13

Q: What is the status of women going out in masatooraat jamaat and girls attending girls' madrasahs?

A: Before addressing the issue in question, it is vital that we understand certain important aspects relating to the topic in order that the issue be understood in its proper perspective. Apart from the general laws of Shariah which relate to both men and women, there are laws and injunctions that are exclusive to men as there are laws and injunctions that are exclusive to women. These laws and injunctions have been prescribed by Shariah subject to the temperament and nature of both males and females respectively.

As far as men are concerned, they are charged with the responsibility of earning and supporting their families, fulfilling their needs and affording them security and protection. Hence, they are required to venture out of their homes and earn a livelihood. Allah Ta'ala states in the Holy Qur'aan:

﴿الرجال قوّمون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم﴾ (سورة النساء:٣٤).

"Men are maintainers and protectors of women by virtue of the excellence and superiority Allah has given one over the other and because they support them from their wealth."

As far as women are concerned, they are tasked with the responsibility of serving their husbands, bringing up their children and seeing to the affairs of the home.

عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : إذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحصنت فرجها وأطاعت بعلها دخلت من أي أبواب الجنة شاء ت. (رواه ابن حبان في صحيحه، رقم الحديث:٤١٦٣ـ قال الشيخ شعيب الارنؤوط : حديث صحيح).

It is reported from Hadhrat Abu Hurairah (radhiyallahu anhu) that Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) said, "A woman who performs her five daily salaah, protects her chastity and is obedient to her husband, she will be allowed to enter from any door of Jannah she chooses."

عن أبي أمامة ﷺ عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كان يقول: ما استفاد المؤمن بعد تقوى اللّٰه خيراً له من زوجة صالحة ، إن أمرها أطاعته ، وإن نظر إليها سرته ، وإن أقسم عليها أبرته ، وإن غاب عنها نصحته في نفسها وماله . (رواه ابن ماجه ،رقم : ١٨٥٧ ،بسندضعيف).

It is reported from Hadhrat Abu Umaamah (radhiyallahu anhu) that Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) said, "After acquiring taqwa (the fear of Allah Ta'ala), there is no bounty that one could acquire greater than a pious wife. If her husband commands her, she obeys him. Whenever he looks at her, she pleases him. If he takes

an oath regarding any matter, she helps him fulfil it. If he is absent, she fulfils her rights towards him in protecting her chastity and looking after his wealth and belongings."

It is recorded in the Mubaarak Hadith that Hadhrat Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) instructed Hadhrat Faatimah (radhiyallahu anha) (at the time of her nikaah with Hadhrat Ali (radhiyallahu anhu)) to fulfil the responsibilities within the home and instructed Hadhrat Ali (radhiyallahu anhu) to fulfil the responsibilities out of the home.[1] (Raddul Muhtaar 6/62)

As far as men are concerned, the Hadith instructs them to perform their salaah in the musjid and prohibits them from performing salaah at home without a valid reason.

عن عبد الله بن مسعود ﷺ قال: حافظوا على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادى بهن فإنهن من سنن الهدى وإن الله شرع لنبيه صلى الله عليه وسلم سنن الهدى ولقد رأيتنا وما يختلف عنها إلا منافق بين النفاق ولقد رأيتنا وإن الرجل ليهادى بين الرجلين حتى يقام في الصف وما منكم من أحد إلا وله مسجد في بيته ولو صليتم في بيوتكم وتركتم مساجدكم تركتم سنة نبيكم صلى الله عليه وسلم ولو تركتم سنة نبيكم صلى الله عليه وسلم لكفرتم. (رواه ابوداود، رقم: ٥٥٠، بسند صحيح).

It is reported by Hadhrat Abdullah bin Mas'ood (radhiyallahu anhu) that Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) said, "Guard your five daily salaah through performing it at a place where the Azaan is called out i.e. the musjid. Verily performing these salaah in the musjid are from the Sunan-e-Huda (i.e. the prescribed actions of

Deen). Allah Ta'ala has prescribed for His Nabi (sallallahu alaihi wasallam) such practices which are complete guidance for you. During the lifetime of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) no one would miss salaah with jama'at except an open munaafiq, to such an extent that a sick person would be taken to the musjid while being supported on the shoulders of two men. Each one of you has a specified place in his home reserved for performing nafl salaah. However, if you begin performing your fardh salaah at home and leave attending the congregational prayer in the musjid then you will be discarding the emphasized Sunnah of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) and no sooner do you forsake his Sunnah, you will certainly go astray."

On the converse, women are exhorted and encouraged to perform their salaah within the confines of their homes.

عن عبد الله ﷺ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها.

(رواه ابوداود،رقم: ٥٧٠، بسند صحيح).

It is reported from Hadhrat Abdullah bin Ma'sood (radhiyallahu anhu) that Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) said "The salaah of a woman in her bedroom is more rewarding than her salaah in her courtyard of the house and the salaah she performs in the inner most portion of the bedroom (i.e. a small room within the bedroom) is greater and more rewarding than her salaah in her bedroom." [2]

عن عبد الله بن سويد الأنصاري عن عمته أم حميد رضي الله تعالى عنها

أنها جاءت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله، إني أحب الصلاة معك، قال: قد علمت أنك تحبين الصلاة معي، وصلاتك في بيتك خيرٌ لك من صلاتك في حجرتك، وصلاتك في حجرتك خيرٌ من صلاتك في دارك، وصلاتك في دارك خيرٌ لك من صلاتك في مسجد قومك، وصلاتك في مسجد قومك خيرٌ لك من صلاتك في مسجدى، قال: فأمرت فبني لها مسجد في أقصى شيء من بيتها وأظلمه، فكانت تصلّي فيه حتى لقيت الله جل وعلا."(مسند أحمد رقم: ٢٧٨٤٩، وصحيح ابن حبان ٢٢١٧، وقال الهيثمي في المجمع ٢/٣٤: رجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الأنصارى ووثقه ابن حبان).

Hadhrat Ummu Humaid (Radhiallahu Anha), the wife of Abu Humaid As-Saa'idi (Radhiallahu Anhu) once came to Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) and said, "O Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam), I long to perform salaah behind you." Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) replied, "I am aware that you long to perform salaah behind me, however your salaah in your bedroom is more rewarding than your salaah in any other part of your home. The salaah in any other part of your home is more rewarding than the salaah in your courtyard. The salaah in your courtyard is more rewarding than the salaah in the musjid of your locality. The salaah in the musjid of your locality is more rewarding than your salaah in my musjid (i.e. Musjid Nabawi). Hadhrat Ummu Humaid (Radhiallahu Anha) (in compliance with the mubaarak desire of Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam)) instructed that a small place be reserved for her salaah in the innermost and darkest portion of her bedroom, and she would devotedly perform all her

salaah here until the end of her life.

From the above we understand that the laws of Shariah are in conformance to the nature and function of the respective genders. When we have understood that the position of each one varies from the other, we will easily be able to comprehend that each one is required to fulfil what is expected from him/her. If one imitates and emulates the other, then apart from it opposing the divine command of Allah Ta'ala, it goes contrary to the divine system that Allah Ta'ala designed for both (male and female) and hence disrupts the administration of worldly affairs, thereby creating havoc and chaos on the earth. This is clearly understood from the following Hadith:

عن ابن عباس ﷺ قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال. رواه البخارى وأبوداود والترمذى والنسائي وابن ماجه والطبراني ، وعنده : أن امرأة مرت على رسول الله صلى الله عليه وسلم متقلدة قوساً فقال النبي صلى الله عليه وسلم : لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء . (الترغيب والترهيب:٣١٣٩).

It is reported from Hadhrat ibn Abbaas (radhiyallahu anhuma) that Nabi (sallallahu alaihi wasallam) had cursed those men that emulate women and those women that emulate men in their ways. It is reported that on one occasion a woman passed by Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) carrying a bow around her neck (in the spirit to emulate the soldiers of Deen). Rasulullah (sallallahu alaihi

wasallam) observing this scene, said "May Allah's curse fall on those men that emulate women and those women that emulate men in their ways."

The command of Shariah exclusive to women

The command of Shariah exclusive to women is that they should remain within the confines of the home and that they should not leave the home except at the time of need. There are many injunctions recorded in the Qur'aan and Ahaadith of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) which explicitly instruct women to remain within their homes. A few are listed below:

Allah Ta'ala states in the Holy Qur'aan:

﴿وقرن في بيوتكن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾(سورة الاحزاب:٣٣).

"Remain in your homes and do not exit from your homes displaying your beauty in the manner it used to be displayed in the former times of ignorance."

عن أبي عمرو الشيباني أنه رأى عبد الله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة ويقول: اخرجن إلى بيوتكن خيرلكن . (رواه الطبراني في الكبير ،رقم ٩٤٧٥، قال الهيثمي :ورجاله موثقون).

It is reported from Abu Amr As-Shaybaani that he had seen Hadhrat Abdullah bin Mas'ood (radhiyallahu anhu) remove the women from the musjid on the day of Jumu'ah while instructing them in the following manner, "O women! Return to your homes for indeed remaining within your homes is better for you."

عـن أبي هريرة ﷺ أن رسـول الـلّـه صـلـى اللّٰه عليه وسـلم قال لنسائه عام حـجة الـوداع : هـذه ثـم ظهـور الحصر قال: فكن كلهن يحججن إلا زينب بنت جحش وسودة بنت زمعة وكانتا تقولان واللّٰه لا تحركنا دابة بعد أن سمعنا ذلك مـن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم . (اخرجه احمد فى مسنده، رقم: ٢٦٧٥١. قال الشيخ شعيب: اسناده حسن).

It is reported from Hadhrat Abu Hurairah (radhiyallahu anhu) that Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) while addressing his Mubarak wives on the occasion of Hajjatul Wadaa said: "After this (the rites of Hajj) remain in your homes (i.e. do not leave your homes without a valid need)." Hadhrat Abu Hurairah (radhiyallahu anhu) mentions that it was on account of this statement of Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) that Hadhrat Zainab binte Jahsh and Saudah (radhiyallahu anhuma) never left their homes for even nafl Hajj (though the other Azwaaj-e-Mutahharaat performed nafl Hajj). Hadhrat Zainab and Saudah (radhiyallahu anhuma) would say: "After hearing this from Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam), we never mounted a conveyance thereafter."

عـن عبـد الـلّـه عـن الـنبـي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان ، وأقرب ما تكون من وجه ربها ، وهي في قعر بيتها . (مسند البزار، رقم: ١٨٢٠).

It is reported from Abdullah bin Mas'ood (radhiyallahu anhu) that Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) said that a woman should be concealed (from the eyes of strange men). When she exits from her home Shaitaan stares at her. The time that she is closest to

her Lord is when she is concealed within her home.

عن أنس ﷺ قال: جئن النساء إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقلن: يا رسول اللّٰه ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل اللّٰه فما لنا عمل ندرك به عمل المجاهدين في سبيل اللّٰه فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قعد أو كلمة نحوها منكن في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهدين في سبيل اللّٰه. (رواه البزار في مسنده، رقم: ٦٩٦٢،قال الهيثمي: فيه روح المسيب وثقه ابن معين والزار وضعفه ابن حبان وابن عدى).

It is reported from Hadhrat Anas (radhiyallahu anhu) that a group of women came to Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) with the following complaint, they said, "O Messenger of Allah, the men have excelled the women through the abundant virtues that they acquire (in your company) and through striving in the path of Allah in jihad. Could you show us a means whereby we could receive the same rewards of those fighting in the path of Allah? Nabi (sallallahu alaihi wasallam) responded saying, "Those among you who remain within the confines of the home (worshipping Allah Ta'ala), they will acquire the reward of those striving in the path of Allah Ta'ala."

Nevertheless, permission has been granted to women to leave their homes at the time of need, [3] as was mentioned by Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) to Hadhrat Saudah (radhiyallahu anha):

قد أذن لكن أن تخرجن لحاجتكن. (صحيح مسلم، رقم: ٢١٢٠).

"Permission has been granted to you to leave your homes at the

time of need."

Hence, we find in the books of Hadith that Sahaabiyyaat were permitted to perform nafl hajj and 'umrah, visit their parents, offer condolences at the time of death, participate in giving ghusl to the mayyit, offer assistance to the wounded mujaahideen in jihad, etc. Since all these actions fall within the scope of need, permission was granted for these actions provided there is no fear of fitnah.

Two types of needs

In the noble era of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) women were allowed to exit from their homes for mainly two types of needs:

1. Those needs that were subject to a certain time and place, e.g. attending the congregational prayers in the musjid.
2. Those needs that were not subject to any time and place, e.g. meeting one's parents, offering condolence to the bereaved, taking part in the ghusl of the mayyit, performing 'umrah, etc.

As far as exiting from the home to fulfill the first need is concerned (i.e. women attending the salaah), though it was allowed in the Mubarak era of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) due to the absence of fitnah, however later on in the era of 'Umar (radhiyallahu anhu), this permission was revoked on account of the increase of fitnah that was witnessed due to women attending the salaah. The following Hadith of 'Aaisha (radhiyallahu anha) sufficiently explains the necessity of revoking the previous permission.

عن عمرة بنت عبد الرحمن أنها أخبرته أن عائشة زوج النبى صلى الله

her Lord is when she is concealed within her home.

عن أنس ﷺ قال: جئن النساء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلن: يا رسول الله ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل الله فما لنا عمل ندرك به عمل المجاهدين في سبيل الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قعد أو كلمة نحوها منكن في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهدين في سبيل الله. (رواه البزار في مسنده، رقم: ٦٩٦٢،قال الهيثمي: فيه روح المسيب وثقه ابن معين والزار وضعفه ابن حبان وابن عدى).

It is reported from Hadhrat Anas (radhiyallahu anhu) that a group of women came to Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) with the following complaint, they said, "O Messenger of Allah, the men have excelled the women through the abundant virtues that they acquire (in your company) and through striving in the path of Allah in jihad. Could you show us a means whereby we could receive the same rewards of those fighting in the path of Allah? Nabi (sallallahu alaihi wasallam) responded saying, "Those among you who remain within the confines of the home (worshipping Allah Ta'ala), they will acquire the reward of those striving in the path of Allah Ta'ala."

Nevertheless, permission has been granted to women to leave their homes at the time of need, [3] as was mentioned by Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) to Hadhrat Saudah (radhiyallahu anha):

قد أذن لكن أن تخرجن لحاجتكن. (صحيح مسلم، رقم: ٢١٢٠).

"Permission has been granted to you to leave your homes at the

time of need."

Hence, we find in the books of Hadith that Sahaabiyyaat were permitted to perform nafl hajj and 'umrah, visit their parents, offer condolences at the time of death, participate in giving ghusl to the mayyit, offer assistance to the wounded mujaahideen in jihad, etc. Since all these actions fall within the scope of need, permission was granted for these actions provided there is no fear of fitnah.

Two types of needs

In the noble era of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) women were allowed to exit from their homes for mainly two types of needs:

1. Those needs that were subject to a certain time and place, e.g. attending the congregational prayers in the musjid.
2. Those needs that were not subject to any time and place, e.g. meeting one's parents, offering condolence to the bereaved, taking part in the ghusl of the mayyit, performing 'umrah, etc.

As far as exiting from the home to fulfill the first need is concerned (i.e. women attending the salaah), though it was allowed in the Mubarak era of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) due to the absence of fitnah, however later on in the era of 'Umar (radhiyallahu anhu), this permission was revoked on account of the increase of fitnah that was witnessed due to women attending the salaah. The following Hadith of 'Aaisha (radhiyallahu anha) sufficiently explains the necessity of revoking the previous permission.

عن عمرة بنت عبد الرحمن أنها أخبرته أن عائشة زوج النبى صلى الله

عليه وسلم قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعه نساء بني إسرائيل . قال يحي : فقلت لعمرة : أمنعه نساء بني إسرائيل قالت : نعم . (رواه ابوداود، رقم : ٥٦٩، بسند صحيح).

It is reported by 'Amrah that Hadhrat 'Aaisha (radhiyallahu anha) said, "Had Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) been alive today and witnessed the fitnah being caused through the women exiting from their homes and attending the congregational prayer, Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) would have surely prohibited them as the women of Banu Israa'eel had been prohibited from attending the congregational prayer." When this was the condition in the era of the Sahaabah that due to fitnah women were prohibited from attending the salaah in the musjid, then one can well imagine the need for not allowing women to participate in the congregational prayer in this time and age, where the fitnah is rampant and widespread everywhere to such an extent that controlling the fitnah is impossible.

As far as the second type of need is concerned, just as it was permissible in that era, it is permitted in this time and age provided there is no fear of fitnah. However, the Hadith has placed certain restrictions and conditions on women when exiting from their homes to fulfill this need, i.e. they should exit from their homes in an unattractive state, not applying perfume, being fully covered with donning the veil, not intermingling with males and being transported to and from the destination by their husbands or mahrams.

Educating women

As far as educating women is concerned, the ideal approach (free from any fitnah) is that their Deeni education be arranged within their homes and that they do not leave their homes without any need. This was the method of education adopted in regard to women in the era of Nabi (sallallahu alaihi wasallam) and the Sahaabah (radhiyallahu anhum).

However, due to the sad and unfortunate plight of the ummah witnessed across the globe, where a decline and degeneration of Deeni morals and values are seen in women, to the extent that they are openly seen frequenting the shopping centres and bazaars, halls and malls, occupying positions in shops and offices, driving about freely, going for morning walks and jogs in groups, taking part in national and international sports and even the Olympics, attending schools and universities, getting involved with or marring non Muslims, being influenced by anti Islamic beliefs and ideologies e.g. Darwin's theory etc. and are also seen intermingling and interacting with the opposite sex without any sense of shame and modesty. Due to this sad and unfortunate plight, the need was perceived to use some other Halaal alternative which may perhaps not be the ideal but a means to acquire the ideal - a means through which a woman can once again come onto the path of the Sunnah and find her true place in her home and observe complete purdah. Hence the 'Ulama have thought of ways (through girls Madrasahs and Mastooraat Jama'at)

to reform and rectify the unimaginable maladies and uncontrollable ailments which have spread in the ummah.

The Tableegh Jama'at

The Tabligh Jama'ats aim and goal is to enliven the whole of Deen in the lives of the Muslims and to create within the women such a realization whereby they would understand their Deeni responsibilities and duties. Since achieving the goal all at once is extremely difficult, as is witnessed that most people are not prepared to make an immediate change to their lifestyles, the Tabligh Jama'at have worked out a solution to gradually draw such women who have been confused or lost and to bring them towards the real goal, i.e. finding their true place in their homes and observing complete purdah.

Furthermore, the Tabligh Jama'at has detected an Imaani crisis in the Ummah. They have observed that the Imaani levels of the people have reached such a low ebb, that if they are not taken through a remedial and reformative process, the coming generation will be totally lost. Hence, as the famous maxim goes, "When confronted with a crisis, one will adopt the lesser of the two evils

". Hence, through women leaving their homes to learn (اهون البليتين) the basic teachings (Faraaidh) and the fundamentals of Deen, they will be able to save themselves and their families from a greater destruction. Furthermore, the 'Ulama (of the Tabligh Jama'at) have analysed that when Shariah has granted women permission to

leave their homes for a physical need, such as to acquire medical treatment or be hospitalised, then why would they not be allowed to leave their homes to acquire their Imaani need (through attending girls Madrasahs or Mastooraat Jama'at). This Imaani need is so vital that it is a means of securing their Deen, the Deen of their families and once again acquiring the values of Islam (modesty, Hayaa, etc.). Generally it has been noticed that through the medium of coming out in this form, a Deeni realization and awareness is created within the women. Thousands of women's lives have improved and those who were far from Deen have begun to observe the essentials of Deen and adopt purdah as well. Currently, the Imaani spirit and Deeni enthusiasm in the ummah is extremely low on account of the western culture prevalent everywhere. Hence they find it difficult to grasp basic Deeni concepts and Islamic values. Therefore they have to be introduced to these values slowly and gradually. If we do not adopt the present method of inviting and introducing them to Deen, the chances are that let alone not being able to reach out to them; we will lose them completely through them leaving the fold of Islam. Another analogy found in the Tabligh Jama'at, of bringing people gradually to the ultimate goal, is creating the motivation and enthusiasm within people to perform their five daily salaah. At the onset, they begin inviting a person (who has no salaah in his life) towards performing the Jumu'ah salaah for a start. Thereafter, gradually they ask him to join them for one or two salaah daily. If

one has to view this from a negative angle, he would raise objections against the Jama'at that they have reduced the number of salaah to one or two salaah a day. However, the one who has a more comprehensive understanding will regard this action of the Tabligh Jama'at as a gradual but positive step towards the ultimate goal.

One common example adopted by our senior 'Ulama of the past as well as present (of bringing people gradually on the path of Deen in a way that is manageable to them) is that, if they had come across a person involved in some Haraam occupation (e.g. working for an insurance company or conventional bank etc. and he does not have any other source of income), they would not instruct him to immediately abandon the occupation he is involved in, instead they would ask him to continuously make tawbah for the sin he is involved in and look for some other (Halaal) occupation. The obvious reason being that if they are going to instruct him to immediately abandon the current source of income, the chances are that he might not find any other source of income, and due to his Imaan being extremely weak, this could lead him to bidding farewell to Islam. Thus, viewing the extremely low level of this person's Imaan and him not being able to manage the original method of correction and rectification, instead of proving beneficial we lead him from the frying pan to the fire. Hence we understand that the 'Ulama asking him to continue with the Haraam occupation cannot be construed that they have sanctioned and endorsed it as

Halaal or Shariah compliant. Instead it is on account of the person's personal condition and based on what is manageable to him. Similar is the case of a person involved in drugs. On account of the addiction, it is difficult and not manageable for him to kick the habit all at once. Hence those treating him wean him off it gradually.

The crux of the matter is that the girls Madrasahs and the Tabligh Jama'at is gradually introducing Deen to the women in phases in a way that is manageable to them and thus leading them to the ultimate goal, i.e. creating the enthusiasm through which a woman can once again come onto the path of the Sunnah and find her true place in her home and observe complete purdah. Certainly this was what Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) desired for the women of his ummah, as is clearly gauged from the above mentioned Ahaadith, where women are exhorted to remain within the confines of their homes. Therefore, it is incumbent that those in charge of girls' madrasahs, as well as those overseeing the jama'at, that they periodically explain to the womenfolk that the girls madrasahs or the Mastooraat Jama'at itself is not the real goal. Instead it is a means to acquire the ideal. Similarly, they should strive towards creating the spirit of the Sunnah within the womenfolk, whereby they understand the importance of observing purdah as well as remaining within the confines of their homes and not leaving their homes except at the time of need.

Two Fatwas of Hadhrat Mufti Mahmood Hasan Gangohi Saheb

(rahimahullah) regarding educating women:

1."There is a great need for Tabligh to take place amongst the women (i.e. educating them in Deeni matters). In doing so, it is best that women be educated at home. Alternatively, a weekly gathering could be arranged in the locality, so that the women of the locality could gather in Hijaab to learn Deen. If the need arises for women to travel to learn Deen, then they are permitted to do so in the company of their husbands or Mahrams so that they do not suffer loss in regard to their Deen together with them being saved from any type of fitnah. In this way, the purpose for travelling (i.e. women's self reformation and correction) will also be achieved."

(Fataawa Mahmoodiyyah Farooqiyyah 4/265)

2."It is the responsibility of every person to learn Deen and teach it to others according to his capability. If the menfolk of the home i.e. the father, grandfather, uncles, and brothers educate the womenfolk, then this need will be fulfilled. However, if the men do not teach their womenfolk nor are they (womenfolk) knowledgeable in regard to the laws and injunctions of Deen, then it will be necessary for them to learn the Masaail regarding 'Aqeedah (beliefs) and other relevant Masaail from the women of the locality, who will acquire it from their menfolk and explain it to these women. However, in acquiring Deeni education in this manner, strict purdah will have to be observed.

Women used to come to Hadhrat 'Aaishah (radhiyallahu anha) to learn Deen. Similarly, it is reported that Nabi (sallallahu alaihi

wasallam) would arrange a gathering (in Madinah Munawwarah) wherein he would address the womenfolk and teach them the relevant Masaail of Deen.

If they accompany their Mahrams or husbands during safar and they come in contact with other women with whom they discuss matters of Deen, then it will be permissible provided it is done in such a way that no Ghair Mahram hears their voice, there is no fear of any fitnah and strict purdah is observed. It will be impermissible for them to travel without a Mahram or husband. Similarly, if they travel without observing purdah, or if their voices reach Ghair Mahrams, or if there exists the fear of any other fitnah, travelling will be impermissible. Generally, some type of fitnah takes place when there is a gathering of women. Hence, if there is fear of any fitnah, it will be necessary to avoid attending such gatherings." (Fataawa Mahmoodiyyah Farooqiyyah 4/268)

Fatwa of Hadhrat Mufti Abdur Raheem Laajpoori Saheb (rahimahullah) regarding educating women:

Women leaving their homes to attend Deeni gatherings is an extremely sensitive issue. Therefore, the ideal would be that their Deeni education be arranged within their homes. However if educating them at home is not possible, then under the circumstances it will be permissible for them to leave their homes to acquire Deeni education. In doing so special caution should be exercised to ensure that strict purdah be observed (throughout the way) and that they be transported to and from the destination by

their Mahrams. They should remain in pious company through whom their respect will not be lost and they will be protected from fitnah. Thus, with the intention of acquiring Deeni benefit and saving themselves from falling into sin and getting involved in innovations and various wrongs, concession has been granted for them to leave their homes on condition that they do not regard (this coming out to acquire Deen) as a Shari' injunction and a Sunnah of Deen (i.e. it is based on need). If at any time there is fear of fitnah (may Allah protect) in the place where the Deeni education is being acquired, then it will be necessary to refrain from such places. (Fataawaa Raheemiyyah 2/244)

Fatwa of Hazrat Mufti Shafee' Saheb Rahimahullah and Hakeemul Ummah, Hazrat Moulana Ashraf Ali Thanwi Rahimahullah regarding educating women:

Hazrat Mufti Shafee' Saheb Rahimahullah writes in Ma'aariful Quraan under the verse:

﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم أهليكم ناراً﴾ (سورة التحريم : ٦).

O you who believe! Save yourselves and your families from the fire of Jahannam.

In this verse the address is directed towards the Muslim Ummah in general. They are commanded to save themselves and their families from the burning fire of Jahannam . . . The word ÃóåúáöíßõãÚ encompasses the wife, children and those in one's ownership from his male and female slaves. Similarly it is not surprising that those employees who are in one's employment also

be included under the purview of this verse. It is reported in one narration that at the time of the revelation of this verse, Hazrat Umar (radhiyallahu anhu) inquired: "O Rasul of Allah (sallallahu alahi wasallam), we know how to save ourselves from the fire of Jahannam (i.e. by refraining from sins and fulfilling the orders of Allah Ta'ala), but how do we safeguard our families from the fire of Jahannam?" Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam) replied, "Forbid them from carrying out such deeds which are displeasing to Allah Ta'ala and enjoin upon them to carry out the commandments of Allah Ta'ala. This will save them from the fire of Jahannam". (Roohul Ma'aani)

From this verse of the Holy Quraan the Fuqhaa (jurists) deduce that it is Farz upon every individual to educate his family (wife and children) regarding the Faraaiz of Deen. Similarly he should equip them with the knowledge of Halaal and Haraam and ensure that they practice Deen correctly . . . Some Ulamaa have stated that on the Day of Qiyaamah, the one who neglected his Deeni responsibility and did not educate his family in matters of Deen will be punished most severely. (Roohul Ma'aani, Ma'aariful Quraan pg. 502 - 503, vol. 8)

It is proven from this Mubaarak verse of the Holy Quraan that it is necessary upon every person to provide his family with the correct upbringing and Islaamic education. The word 'family' in this verse is general. It includes both; sons and daughters. Thus, as it is necessary for one to provide Deeni education and Islaamic tarbiyat

(upbringing) to his sons, it is equally important that he provides Deeni education and Islaamic tarbiyat (upbringing) to his daughters.

Hakeemul Ummah, Hazrat Moulana Ashraf Ali Thanwi Rahimahullah has written an extremely beneficial article (in his kitaab 'Islaahi Inqilab') on the topic of: 'Correcting the Wrongs in regard to Educating Women'. It is important that one studies this article. (Refer to Islaahi Inqilaab pg 190 - 201) Hazrat Thanwi (Rahimahullah) mentions:

"In essence, it is logically accepted and practically proven that without Deeni knowledge it is not possible for one to reform his actions. Reforming ones actions is Waajib and Farz in Deen. Hence we understand that acquiring Deeni knowledge (whereby one will be able to rectify his Aamaal and fulfil the Faraaiz) is also Farz in Shariah.

Therefore the claim made by some people that 'Since women are not tasked with the responsibility of working, what is the need for educating them?' is incorrect . . . Similarly this has been proven through experience that the mere fact that Ulamaa are present among the masses is insufficient in fulfilling the Deeni needs and requirements of women. There are two reasons through which we will understand why the presence of the Ulamaa among the masses is insufficient in fulfilling the Deeni needs and requirements of women. Firstly, it is compulsory that purdah be observed between men and women, hence it is not possible for women to go

to the Ulamaa to acquire Deeni education. If we say that the Mahram men folk present at home should seek Deeni guidance from the Ulamaa on behalf of the women and thereafter pass it on to them, then in some situations Mahram men folk are not found in some homes through which this need can be fulfilled. Over and above in some situations (though Mahram men folk are found) the men folk are totally disconcerned and negligent in regard to their own Deeni obligations, hence what hope do we have that they will show importance to the Deeni needs and obligations of their women folk and refer it to the Ulamaa. It is therefore extremely difficult for such women to find out the Masaail regarding their Deen. If per chance, through some medium she is able to contact an Aalim or within her home there is an Aalim e.g. father, brother, son etc. then too there are certain personal and sensitive Deeni Masaail which she might not be able to easily refer to them. Generally a woman feels most easy and comfortable to discuss her personal Deeni issues with her husband due to there being a degree of informality between the both. However finding this type of husband (who is educated Islaamically and thus able to fulfil the Deeni requirements) in all cases is not normally possible. Therefore, the only practical solution to fulfil the Deeni needs and requirements of women is that the women of the locality gather at some venue and learn from those women who possess the knowledge of Deen (e.g. girls' madrasahs) thereby educating themselves in regard to the necessary Deeni Masaail and related

issues. Hence if there is no other alternative (i.e. through acquiring Deeni education within the confines of the home) then through this means of Ta'leem (women learning from the women of the locality) it is compulsory for women to acquire the education of Deen". (Islaahi Inqilaab pg. 194, Behishti Zewar pg. 99 part1)

(Hadhrat Mufti Abdur Raheem Laajpoori Saheb (rahimahullah) mentions): From the above quotations, i.e. the article of Hazrat Mufti Shafi' Sahib and Hazrat Moulana Thanwi Saheb (rahimahumallah) we understand the importance of women acquiring Deeni Ta'leem. Therefore it is vital that due attention and paramount importance be shown to it. Accordingly (from the above quotations) we have understood the manner in which women should go about acquiring their Deeni education.

The best method for educating women (if it is not possible to educate them at home) is that arrangements be made for their Deeni ta'leem in their locality. They should leave their homes in complete purdah to attend the lessons and ensure that they remain in pious company throughout the way. In this way their respect will not be lost and their purity and chastity will be protected. They should return home before the night and their guardians should strictly supervise and oversee their education and their being transported to and from the destination. In this manner of acquiring Deeni education, they will be saved from all types of fitnahs. (Faataawa Raheemiyyah pg.161 vol 3)

Fatwa of Hazrat Mufti Abdur Rasheed Ludhiyaanwi Rahimahullah

regarding girls' madrasahs:

For women to attend girls madrasahs is permissible with the intention of acquiring the knowledge of Shariah as well as the spirit of Deen. However it is vital that the following conditions be adhered to:

1.The teachers should all be females. It is not permissible for women to study under na-mahram male teachers.

2.The teachers should be conversant with the laws of Shariah and acquainted with aspects of social and domestic living.

3.They should be committed to Deen and show great amount of concern in creating the true morals and values within the students. They should not be involved in the innovations, wrongs and immorality prevalent and they should stop others from getting involved in these shameful and sinful acts, e.g. not observing purdah, taking pictures, watching television and ghibat etc.

4.The main function and purpose for girls studying Deen in girls' madrasahs is as explained above, i.e. acquiring the knowledge and spirit of Shariah as well as equipping herself with the knowledge a woman would require throughout her life. In other words, the primary object is creating the concern for the Aakhirat in the heart of the students. It is necessary to do away with the current system in vogue in many girls' madrasahs and Islaamic institutes where efforts are aimed towards producing A'alimahs thus affording them big titles and worldly positions. Certainly this incorrect practice has to be rectified and reformed. It is necessary

to correct the mindset of those who pursue such titles.

5.They should be transported to and from girls' madrasahs accompanied by their Mahrams.

(Ahsanul Fataawa pg, 59 vol 8)

Conclusion:

It is farz for every Muslim to learn correct Aqaaid (correct beliefs), Ibadaat (righteous and correct actions), Muaasharat (social etiquettes), Muaamalaat (mutual dealings and transactions) and Akhlaaq (good character and mannerisms). In the event where it is quite difficult or impractical for a woman to acquire this within the confines of her home, then it is necessary for her to leave her home to acquire this knowledge in order for her to practice upon her Deen correctly. Hence, in the interest of her Deen, leaving her home to fulfil this Deeni need will be permissible and akin to leaving her home to fulfil a valid worldly need.

The elders of the Tabligh Jamaat explain that mastooraat Jamaat is in actual fact a mobile madrasah and khaanqah which has been designed and structured to facilitate for those women who do not have the means or time to study at a girls' madrasah nor can they acquire it within their homes. The only alternative for this class of women in acquiring Deen and the spirit of Deen is that they associate themselves with the Tabligh Jamaat. Just as permission is granted to women for attending girls' madrasahs (with the above-mentioned conditions) to acquire Deen, similarly they would be allowed to attend Mastooraat Jamaats (a mobile madrasah) to

acquire Deen if those very conditions are adhered to. Moreover, it has been clearly witnessed that the benefits of the mastooraat Jamaat are far greater than the girls' madrasahs in creating the Islaamic spirit and values (taqwa, modesty, Hayaa, etc.). The general observation is that the caution exercised in the mastooraat Jamaat (in terms of purdah as well as the strict supervision) exceeds the caution exercised in most of the girls' madrasahs.

As we have seen above, many of our senior Ulama and burzugaane Deen of the past, the likes of Mufti Mahmood Saheb (Rahmatullahi Alaihi), Moulana Thaanwi (Rahmatullahi Alaihi), Mufti Laajpuri (Rahmatullahi Alaihi), Mufti Shafee Saheb (Rahmatullahi Alahi) and Mufti Rasheed Ahmad Ludhyaanwi (Rahmatullahi Alaihi) have all permitted women to leave their homes to acquire Deen in those situations where there was no other alternative. Certainly these Ulama understood the need of the time as well as the temperament of Deen. Regarding Hazrat Moulana Thaanwi (Rahmatullahi Alaihi) it is mentioned that he would allow women accompanied by their Mahrams with observing purdah to come to Thanabowan for bay'at. Hazratji Moulana Maseehullah (Rahmatullahi Alaihi) used to hold a weekly gathering conducted after Jumuah salaah where women accompanied by their husbands used to attend (for which separate facilities for women used to be arranged). There are witnesses present till today who will bear testimony that certain women went out in mastooraat Jamaat with the permission of Hazrat Moulana Yusuf

(Rahmatullahi Alaihi).

We do understand that many senior Ulama' have prohibited women from coming out in Jamaat. This prohibition is however with reference to women who go for ghush, arrange programmes and ijtimas, gather at public venues or who conduct in a way that is improper for women. This is obviously incorrect. However, arranging a programme for women in a private residence where all precautionary measures in terms of purdah are adopted and are seen far more greater than the purdah that is adopted in the girls' madrasahs, then this is a separate issue altogether. Furthermore, this controversy is just a controversy of words, the reason being that the Tabligh Jamaat has been named as the "Tabligh Jamaat", however rightfully it is an "Islaahi Jamaat" for which there is approximate consensus among our senior Ulama' kiraam that this movement has been initiated to teach the Ummat their Deeni obligations and responsibilities. We hope that this will end all doubts and misgivings and will assist in understanding the true Deeni perspective with regards to women's mastooraat Jamaat and girls' madrasahs.

We earnestly make dua to Allah Ta'ala that He bless the mothers and sisters of this ummah with the Tawfeeq (ability) to practice the complete Sunnah in the manner it was practiced by the Sahaabiyyaat in the Mubaarak era of Rasulullah (sallallahu alaihi wasallam).

And Allah Ta'ala knows best.

(۱) فروع : استأجر امرأته لتخبز له خبزاً للأكل لم يجز . قال الشاميّ: (قوله لم يجز) لأن هذا العمل من الواجب عليها ديانة؛ لأن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قسم الأعمال بين فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها وعلي رضي الله عنه فجعل عمل الداخل على فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها عمل الخارج على علي رضي الله عنه. (الدر المختار مع رد المحتار: ٦٢/٦،سعيد).

(۲) صلاة المرأة في بيتها أى الداخلاني لكمال سترها أفضل من صلاتها في حجرتها أى صحن الدار. قال ابن الملك: أراد بالحجرة ما تكون أبواب البيوت إليها وهي أدنى حالاً من البيت وصلاتها في مخدعها [بضم الميم وتفتح و تكسر مع فتح الدال فى الكل وهو البيت الصغير الذى يكون داخل البيت الكبير يحفظ فيه الأمتعة النفيسة من الخدع وهو اخفاء الشيء اى فى خزانتها] أفضل من صلاتها في بيتها لأن مبنى أمرها على التستر. (بذل المجهود فى حل ابو داود: ۱/۳۲۰).

(۳) عن عائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: خرجت سودة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها بعد ما ضرب عليها الحجاب لتقضى حاجتها وكانت امرأة جسيمة تفرع النساء جسماً لاتخفى على من يعرفها فرآها عمربن الخطاب فقال: ياسودة واللّٰه ما تخفين علينا فانظري كيف تخرجين قالت: فانكفأت راجعة ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في بيتي وأنه ليتعشى وفي يده عرق فدخلت فقالت: يا رسول اللّٰه إني خرجت فقال لي عمر رضي الله عنه كذا وكذا قالت: فأوحي إليه ثم رفع عنه وأن العرق في يده ما وضعه فقال: إنه قد أذن لكن أن تخرجن لحاجتكن . (رواه مسلم ، رقم : ۲۱۲۰).

Mufti Zakaria Makada

Checked & Approved:

Mufti Ebrahim Salejee (Isipingo Beach)

Category:

Women's Issues

☆ حضرت مولانا مفتی اشرف صاحب کا فتویٰ

(مفتی واستاذِ حدیث جامعہ محمودیہ اسپرنگز، جنوبی افریقہ)

باسمه سبحانه وتعالى

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد فقد قال الله تعالى:
﴿**ياأيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم ناراً**﴾ (التحريم: ٦).

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: ما تركت بعدي فتنة أضر على الرجال من النساء . (متفق عليه، المشكاة، ص:٢٦٧).

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مردوں کے لئے بنی ہیں، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بنی ہیں، جس طرح مرد ہدایت اور وعظ ونصیحت کے محتاج ہیں اسی طرح عورتیں بھی محتاج ہیں۔ نبی ریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی اور وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں، اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی خاندانی وجاہت اور مال سے اسلام کی خوب خدمت کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کے امور سے فارغ اور مطمئن کر دیا۔

عورت کا مرد کی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے اور وہ مرد کے حواس، فکر اور طرز زندگی کو بدلنے میں بہت زیادہ اثر رکھتی ہے۔ سب سے پہلے انسان اپنے ماں سے سیکھتا ہے اور وہ اپنی تعلیم وتربیت وشفقت سے بچہ کی زندگی کی بہت سی راہیں شروع سے متعین

کر دیتی ہے، پھر بچہ اپنی بہن سے سیکھتا ہے، بہن و بھائی میں بے تکلفی ہونے کی وجہ سے وہ اپنی بہن سے ایسے امور سیکھ لیتا ہے جو اپنی ماں سے نہیں سیکھ سکا تھا۔

جوان ہونے کے بعد جب اس میں مزید آزادی اور قوت آ جاتی ہے اور وہ طبعی اعتبار سے عورتوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، بسا اوقات وہ انھیں خوش کرنے میں اپنے دینی اور دنیوی نقصان کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اپنے مہربان والدین اور خاندان کو بھی ناراض کر دیتا ہے، اس زمانہ میں مزید ایک عورت اس کی زندگی میں بیوی بن کر داخل ہوتی ہے اور اس کے حواس پر چھا جاتی ہے اور وہ اس کے ناز ونخرے پورے کرنے میں لگ جاتا ہے، کچھ زمانہ کے بعد اس کی زندگی میں مزید ایک عورت ننھی سی بچی کی شکل میں بیٹی بن کر داخل ہوتی ہے، بیٹی کی محبت بھی اس کی زندگی پر گہرا اثر چھوڑتی ہے اور یہ اثر آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے۔

غرض یہ کہ طبعی و معاشرتی طور پر ایک مرد چار قریبی عورتوں کے زیر اثر رہتا ہے، انہیں خوش رکھنا اور ان سے غم کو دور کرنا اس کی زندگی کا ایک اہم شرعی اور عرفی فریضہ ہوتا ہے۔ یہ عورتیں اگر دیندار ہیں تو ان سے متعلق آدمی بھی دین کی طرف مائل ہوگا اور اگر یہ عورتیں دیندار نہیں ہیں تو اس آدمی کے لئے دینی تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہوگا۔

ایک عورت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی بن کر چار آدمیوں کو متاثر کرتی ہے اور ایک آدمی بیٹا، بھائی، شوہر اور باپ بن کر چار عورتوں سے متاثر ہوتا ہے لہذا کسی معاشرہ و خاندان کے دیندار ہونے کے لئے اس معاشرہ و خاندان کی عورتوں کا دیندار ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرانِ حکیم میں حکم دیا کہ:

اے ایمان والو: اپنے آپ کو اور اپنے اہل (خاندان) کو جہنم کی آگ سے

بچاؤ۔(سورۂ تحریم:٦)۔

یعنی اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو دیندار بنانے کی کوشش کرو۔کیونکہ دیندار انسان ہی جہنم کی آگ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچے گا۔مردوں پر عورتوں کے اثر انداز ہونے کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

میرے جانے کے بعد مردوں کو نقصان پہنچانے والی آزمائشوں میں عورتوں سے بڑھ کر کوئی دوسری آزمائش نہیں ہے(متفق علیہ) اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات کی فرمائش پر ان کے لئے ہفتہ کا ایک دن خاص کیا تھا، اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عورتوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے عورتیں اپنے گھروں سے نکل کر ایک خاص مکان میں جمع ہوتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ١/٢٠، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم).

ایک عید کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے فارغ ہوکر اہتمام سے عورتوں کے مجمع کی طرف گئے اور ان سے مزید خصوصی خطاب فرمایا۔ (صحیح البخاری:١/٢٠، باب عظة الامام النساء وتعليمهن).

چونکہ نفس وشیطان ہر وقت انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اسے صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ انسان کو وقتاً فوقتاً یاددہانی کرائی جائے اور اسے سیدھے راستے کی راہ دکھائی جائے۔اللہ تعالیٰ فرمایا:

﴿وذكر فإن الذكرىٰ تنفع المؤمنين﴾ (الذاريات:٥٥).

اور نصیحت کیجئے، بے شک نصیحت مؤمنین کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر مسلمان مرد اور عورت کو ہے۔ایک

موقع پر اللہ تعالیٰ نے تذکیر ونصیحت کے لئے مؤمن عورتوں کا خصوصی ذکر فرمایا: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں۔ سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے، اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکاۃ اور اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ (التوبۃ:۷۱)۔

عورتوں کو وعظ ونصیحت کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً کوئی وقت مقرر کرکے گھر کے تمام مرد وعورت گھر میں جمع ہوں اور ان میں سے سمجھدار مرد یا عورت زبانی یا کسی معتبر کتاب سے ایسی نصیحت کرے کہ جس سے ایمان تازہ ہو، نیک اعمال کا شوق پیدا ہو، برے اعمال سے نفرت ہو اور آخرت کی فکر بڑھے۔

یا محلّہ کی عورتیں ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی انہیں وعظ کرے۔ ہمارے زمانہ میں تقریباً پچاس ساٹھ سال سے زائد عرصے سے آخرت کی فکر دلانے اور نیک اعمال کی طرف رغبت پیدا کرنے کا تبلیغی جماعت کی شکل میں ایک طریقہ رائج ہے، اس طریقہ میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی تعلیمات وہدایت کے مطابق کام کیا جاتا ہے۔ اس جماعت کے تمام افعال شریعت سے ثابت ہیں اور علماءِ حق نے اس کی تائید کی ہے۔

اس طریقہ کار کی خاص بات اپنے علاقے سے نکل کر دوسرے علاقے میں جانا اور تمام دنیوی تعلقات سے کچھ مدت کے لئے رکتے ہوئے خود کو نیک اعمال میں مشغول رکھنا اور دوسروں کو شفقت کے ساتھ آخرت کی فکر دلانا۔

اس طریقہ کے مطابق عورتیں بھی پردہ کی پابندی کرتی ہوئی اپنے شوہر یا محرم

کے ساتھ نکلتی ہیں اور کسی دوسرے محلے میں جا کر کسی محفوظ مکان میں حجاب کے احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے رہتی ہیں، اس مکان میں اس محلّہ کی عورتیں خود آتی ہیں اور وعظ ونصیحت کا عمل ہوتا ہے۔

اس طریقہ کار میں کوئی بھی عمل خلافِ شریعت نہیں ہے۔عورتوں کا اپنی دینی اور دنیوی حاجت پوری کرنے کے لئے حجاب کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا اور طویل سفر کرنا جائز ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل حج کی فرضیت ہے۔ ہر صاحب حیثیت مسلمان عورت پر حج فرض ہے خواہ وہ مکہ معظّمہ سے ہزاروں میل کے فاصلے پر رہتی ہو اور مکہ معظّمہ پہنچنے میں کافی زمانہ لگ جاتا ہو۔ یہ حکم ابھی تک باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا۔عورت کے لئے عمرہ اور نفل حج کے لئے حجاب ومحرم یا شوہر کے ساتھ سفر کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں عموماً آپ کی بعض ازواج مطہرات ہوا کرتی تھیں اور حج میں آپ کی تمام ازواجِ مطہرات ساتھ تھیں۔ اِفک کا واقعہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد پیش آیا۔ اِفک کا واقعہ پیش آنے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو سفر سے منع نہیں کیا جیسا کہ حج کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی بعض ازوجِ مطہرات نے محرم کے ساتھ نفلی حج کے لئے مدینہ سے مکہ کا سفر کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرامؓ صحابیہ کو بحری سفر کے ذریعے جہاد میں جانے والے لشکر میں شریک ہونے کی دعا دی اور ام حرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کافی زمانہ بعد حضرت معاویہؓ

(حضرت عثمانؓ کی خلافت اور حضرت معاویہؓ کی امارت) کے زمانہ میں قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے طویل مشکل سفر کیا۔ اور اسی سفر میں ان کا انتقال ہوا۔(صحیح البخاری باب غزوۃ المراۃ فی البحر ج۱ص۴۰۳) صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بعض صحابیات بھی جہاد کے لئے دور دراز کا سفر کرتی تھیں، کوئی اہل العلم اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں نکاح میں شریک ہونے کے لئے اپنے گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں جایا کرتی تھیں۔ ایک موقع پر کچھ عورتیں نکاح کی تقریب سے شرکت کر کے واپس آرہی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو خوشی میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ تم لوگ مجھے پسند ہو۔(باب ذہاب النساء والصبیان الی العرس، صحیح بخاری، ج۲ص۷۷۸)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں نکاح کیا اور رخصتی بھی کی اور صحابہ کرام کی موجودگی میں اپنی اہلیہ صفیہ بنت حیی کے لئے سواری کو تیار کیا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہوئیں۔(باب البناء فی السفر صحیح البخاری ج۲ص ۷۷۵، باب غزوۃ خیبر صحیح البخاری ج۲ص۶۰۶)۔

عورت جب اپنی دینی یا طبعی ضرورت کے لئے باہر نکلے تو حجاب کے ساتھ نکلنا چاہئے۔ حجاب سے مراد یہ ہے کہ عورت کا جسمانی حسن ظاہر نہ ہو۔ اگر عورت نے اپنے جسم پر کامل لباس ڈال لیا اور اس کا جسمانی حسن ظاہر نہیں ہورہا ہے لیکن اس کی شخصیت معلوم ہورہی ہے کہ یہ کون ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور یہ خلافِ شریعت نہیں ہے، شخصیت کو چھپانا حجاب میں داخل نہیں ہے۔

حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت سودہؓ

اپنی طبعی ضرورت کے لئے حجاب کے ساتھ باہر نکلیں، حضرت عمرؓ نے انہیں پہچان لیا کہ یہ سودہؓ جارہی ہیں اوران سے کہا کہ تم ہم سے مخفی نہیں ہو، حضرت عمرؓ کا منشا یہ تھا کہ ازواجِ مطہرات اپنی ضرورت کے لئے اس طرح نکلیں کہ کوئی یہ بھی پہچان نہ سکے کہ یہ کونسی عورت جارہی ہے، یہ ان کی غیرت کا تقاضا تھا تاکہ کوئی منافق ازواجِ مطہرات کو دیکھ کران کے بارے میں تبصرہ نہ کرے۔

حضرت سودہؓ نے واپس آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ بیان کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے ضرورت کے وقت باہر جانے کی اجازت ہے۔(صحیح البخاری: ج۲ص۷۸۸ باب خروج النساء) یعنی اگرچہ اجنبی مردوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ کونسی عورت جارہی ہے تب بھی اس کے لئے دینی یا طبعی ضرورت کے لئے باہر جانا جائز ہے بشرطیکہ اس کا جسمانی حسن ظاہر نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغی جماعت میں عورتوں کا حجاب ومحرم یا زوج کی شرائط کے ساتھ جانا جائز ہے اور یہ بہت سے دینی فوائد پر مشتمل ہے۔ بسا اوقات آدمی اپنے اہل کو خود نہیں سمجھا سکتا لیکن اس کے اہل یعنی بیوی، بیٹی وغیرہ دوسری عورتوں کی باتیں سنکر یا ان کے عمل کو دیکھ کر متاثر ہوجاتے ہیں اوران کی اصلاح ہوجاتی ہے۔

زیرِنظر کتاب ''سبیل الخیرات فی جماعات المنتقبات'' میں میرے استاذِ مکرم حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بڑی تحقیق وتفصیل کے ساتھ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام کے واقعات تابعین، فقہاء، اور ائمہ مجتہدین کے اقوال، تاریخی واقعات اورموجودہ زمانہ کے مستند ومعتمد مفتیوں کے فتاویٰ واقوال کی روشنی میں اس مسئلہ کواور شرائط کی رعایت کرتے ہوئے عورتوں کے جماعت

میں جانے کے جواز کو بہت اچھی طرح ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ بندہ بھی حضرت کی رائے و تحقیق سے پوری طرح متفق ہے۔

کتبہ: محمد اشرف

دار الافتاء جامعہ محمودیہ اسپرنگز

۷/ صفر ۱۴۳۵ھ، ۱۱/ دسمبر ۲۰۱۳ء

چند اعتراضات کے جوابات

اعتراض (۱): بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عورتوں کو گھر کے باہر صرف ضرورت ہی کے لئے نکلنے کی اجازت ہے، اور دلیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: ﴿**وقرن في بيوتكن**﴾ (سورة الأحزاب الآية : ۳۳) **اور طبرانی کی روایت " ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة"**. (المعجم الكبير برقم:۱۳۸۷۱). (ترجمہ: ضرورت اور مجبوری کے علاوہ عورتوں کو گھروں سے نکلنے کی اجازت نہیں) پیش کرتے ہیں۔

الجواب: آیت کریمہ "**وقرن في بيوتكن**" کے متعلق عرض یہ ہے کہ بعد والے جملہ میں خود اسکا جواب موجود ہے یعنی اگر کسی ضرورت کی وجہ سے نکلنا پڑے تو پھر حجاب کی پوری رعایت کرتے ہوئے نکلے اور جاہلیت کی عورتوں کی طرح بے پردہ ہو کر نہ نکلے "**ولاتبرّجن تبرّج الجاهليّة الأولى**" (ترجمہ: جاہلیتِ اولیٰ کی طرح بے پردہ ہو کر نہ نکلیں) تو آیت کا مطلب یوں ہوگا "**وقرن في بيوتكن وإذا خرجن لحاجة فلا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى**" اگر بالکل گھروں میں بیٹھنا ہی مطلوب تھا تو **ولاتبرجن** کی کیا ضرورت تھی۔

قرآنِ کریم کی درجِ ذیل آیات سے عورتوں کے باہر نکلنے کا ثبوت ملتا ہے:

﴿یا أیها النبي قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ (سورة الاحزاب:۵۹) اے نبی آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ اپنے اوپر لمبی چادریں یعنی اوڑھنیاں ڈالیں۔

دوسری جگہ مذکور ہے: ﴿و لا یضربن بأرجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن﴾ (سورة سورة النور:۳۱). وہ اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں تا کہ وہ زینت معلوم ہو جائے جس کو چھپاتی ہیں۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باہر نکلنا منع نہیں، ہاں بناؤ سنگار کے ساتھ نکلنے کی ممانعت ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ﴿قل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن و یحفظن فروجهن﴾ (سورة النور:۳۱) آپ مومن عورتوں سے کہدیں کہ وہ اپنی نظریں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یعنی گھروں سے باہر باپردہ ہوں تو بھی نظر نیچے رکھیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی دینی مصلحت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا ﴿وقرن في بیوتکن﴾ کے خلاف نہیں: ”وهو لاینافي خروجهن للحج أو لما فیه مصلحة دینیة مع التستر وعدم الابتذال“.(روح المعانی: ۹/۲۲، مکتبہ دار التراث).

طبرانی کی روایت کا جواب:

طبرانی کی روایت کے بارے میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسمیں سوار بن مصعب متروک ہے ”وفیه سوار بن مصعب وهو متروک

الحدیث'' (مجمع الزوائد ۲/۴۳۴ دار الفکر) اور علامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''رواه سوار بن مصعب عن عطية عن ابن عمر وسوار متروك الحديث''. (ذخيرة الحفاظ ٤/٢٠٣٦ دار السلف).

نیز اس حدیث میں بعد والے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً گھروں سے نکلنا ممنوع نہیں ہے بلکہ بغیر حاجت اور ضرورت کے نکلنا ممنوع ہے۔

'' وليس لهن في الطرق إلا الحواشي''. یعنی اگر وہ کسی ضرورت کی وجہ سے نکلیں تو پھر راستوں کے کنارے پر چلیں۔

ضرورت اور حاجت کی تشریح:

مذکورہ بالا جواب میں ضرورت وحاجت سے مراد صرف حاجتِ طبعی (مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ) کے لیے نکلنا ہی مراد نہیں ہے بلکہ حاجت سے مراد حاجتِ عرفیہ بھی شامل ہے یعنی گھریلو کام کاج یا کوئی جائز غرض کے لیے بھی شوہر یا محرم نگران کی اجازت سے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ ورنہ اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کو مختلف اسفار سے منع فرماتے، جب کہ احادیث سے ثابت ہے کہ ازواجِ مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حج، عمرہ اور مختلف غزوات کے اسفار فرمائے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی ازواجِ مطہرات کا سفر کرنا ثابت ہے۔

ہاں آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی گھریلو حاجت کے لوگوں کے گھروں میں اور بازاروں میں گھومنے پھرنے کی عادت بنانا درست نہیں ہے، اکثر

اوقات اپنے گھروں میں رہنا چاہئے۔چنانچہ قاضی ومفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:

وأجيب بأن الأمر بالاستقرار في البيوت والنهي عن الخروج ليس مطلقاً وإلا لما أخرجهن صلى الله عليه وسلم بعد نزول الآية للحج والعمرة ولما ذهب بهن في الغزوات ولما رخصهن لزيارة الوالدين وعيادة المرضى وتعزية الأقارب وقد وقع كل ذلك كما تشهد به الأخبار، وقد صح أنهن كلهن كن يحججن بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا سودة بنت زمعةؓ ... و زينب بنت جحشؓ ولم ينكر عليهن أحد من الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم ...

فعلم أن المراد الأمر بالاستقرار الذي يحصل به وقارهن وامتيازهن على سائر النساء بأن يلازمن البيوت في أغلب أوقاتهن ولايكن خراجات ولاجات طوافات في الطرق والأسواق وبيوت الناس ... الخ. (روح المعاني: ۹/۲۲،دار التراث).

امام بخاریؒ حاجت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

باب من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة فخرج، حدثنا آدم ...عن الأسود قال: سألت عائشة ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يصنع في بيته قالت: كان يكون في مهنة أهله ... الخ .(بخاری شریف:۱/۹۳)۔

قال الإمام الترمذيؒ في الشمائل: حدثنا محمد بن إسماعيل ... عن عمرة قالت: قيل لعائشةؓ ماذا كان يعمل رسول الله صلى الله عليه

وسلم في بيته قالت: كان بشراً من البشر يفلي ثوبه ويحلب شاته ويخدم نفسه . (الشمائل، ص۲۳، ط: فیصل).

مذکورہ بالا ترجمۃ الباب اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجت سے مراد گھریلو کام کاج ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اپنے گھریلو کام کاج میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اپنے گھریلو کام کاج کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف میں ہے:

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قد أذن لكن أن تخرجن في حاجتكن . (رواه البخاري: ۱/۲٦/۱٤۷، ط: فيصل).

اس حدیث شریف میں لفظ ''حاجت'' امام بخاریؒ اور علامہ آلوسی کی تشریح اور کتبِ لغت کی روشنی میں عام ہے جو حاجتِ طبعیہ اور حاجتِ عرفیہ (گھریلو کام کاج) دونوں کو شامل ہے۔

اس معنی کی تائید میں ابن بطال کی شرح ملاحظہ فرمائیے:

قال الشيخ ابن بطالؒ : في هذا الحديث دليل على جواز خروج النساء لكل ما أبيح لهن الخروج فيه من زيارة الآباء والأمهات وذوي الأرحام والقرابات، وغير ذلك مما بهن الحاجة إليه . (شرح صحيح البخاري لابن بطال :۷/٤/۳٦، ط:مكتبة الرشد، وعمدة القاري، فتح الباري).

اعتراض (۲): عورت کو دعوت، خلافت اور امامت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

الجواب: اس کا جواب یہ ہے کہ خلافت کے بارے میں تو یہ حدیث نظر سے گزری ہے:"**لن یفلح قوم ولوا أمرهم امرأة.**"(ترجمہ: وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جو کسی عورت کو اپنا سربراہ بنائیں)۔(البخاري برقم: ٤٤٢٥، باب كتاب النبيّ إلى كسرى) اس کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے الفاظ نہیں۔ امامت کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی موقوف روایت "**أخروهن من حيث اخرهن الله**". (مصنف عبد الرزاق برقم:٥١١٥ باب شهود النساء الجماعة) (ترجمہ: ان کو پیچھے رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے انکو پیچھے رکھا ہے) نظر سے گزری، اسمیں "**ولا یسافرن معکم للدعوة والتبلیغ**" کہیں نہیں دیکھا۔

اعتراض (۳): حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:"**لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلّم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل، قلت لعمرة: أو منعن، قالت: نعم**".

(البخاري رقم: ٨٣١ باب خروج النساء إلى المساجد بالليل)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ان کو مساجد میں حاضر ہونے سے روکتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا، راوی نے حضرت عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا تو حضرت عمرہ نے فرمایا جی ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عورتوں کو مسجد سے روکا گیا تھا، یہ فتنوں کا دور ہے تو جب عورتوں کو فرض نماز سے روکا گیا تو تبلیغ جو امر مستحب ہے اس سے بدرجہ

اولیٰ منع کیا جائیگا۔

الجواب: مسجد سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے لیے بہترین مسجد ان کا گھر ہے، اور روایت میں فتنہ کا ذکر بھی آیا ہے، تو انکو مساجد سے روکنے میں یہ مصلحت تھی۔

عورتوں کے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

" قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خير مساجد النساء قعر بيوتهن ". (مسند أحمد برقم: ۲۷۳۰۱).

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے لئے بہترین مساجد ان کے گھر کا سب سے پوشیدہ کمرہ ہے۔

" قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صلاة المرأة وحدها تفضل على صلاتها في الجمع بخمس وعشرين درجة ". (الجامع الصغير رقم: ۵۰۹۲ ،دار الفکر، وقال السيوطي: حديث صحيح).

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت کی تنہا نماز جماعت کی نماز سے ۲۵ گناہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔

اور ام حمید رضی اللہ تعالی عنہا کے واقعہ میں مذکور ہے:

" عن أم حميد رضي اللّٰه تعالى عنها أنها جاء ت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه، إني أحب الصلاة معك، قال: قد علمت أنك تحبين الصلاة معي، وصلاتك في بيتك خيرٌ لك من صلاتك في حجرتك، وصلاتك في حجرتك خيرٌ من صلاتك

في دارک، وصلاتک في دارک خيرٌ لک من صلاتک في مسجد قومک، وصلاتک في مسجد قومک خيرٌ لک من صلاتک في مسجدي، قال: فأمرت فبني لها مسجد في أقصى شيء من بيتها وأظلمه، فكانت تصلّي فيه حتى لقيت الله عز وجل." (مسند أحمد رقم: ۲۷۸۴۹، وقال الهيثمي في المجمع ۳۴/۲: رجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الأنصاري ووثقه ابن حبان).

ترجمہ: حضرت ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہیں، لیکن آپ کے لئے اپنے کمرہ میں نماز آپ کے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر میں نماز گھر کے احاطہ وصحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے احاطہ وصحن میں نماز قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، حضرت ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد اپنے گھر کے سب سے اندھیرے کمرے میں مصلیٰ بنایا اور اسی میں موت تک نماز پڑھتی رہی۔

ہاں جب فتنہ نہیں تھا تو بعض مصالح کی وجہ سے عورتیں مسجد جاتی تھیں، پھر بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منع کرنے کی تمنا فرمائی، لیکن دعوت وتبلیغ کیلئے جانے میں مصلحت ہے، منع کرنے میں مصلحت نہیں۔

عورتوں کے لیے بوقتِ ضرورت گھر سے نکلنے کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

کسی اور کے گھر عورتوں کا جانا احادیث سے ثابت ہے، اور دعوت وتبلیغ میں عورتیں گھروں میں جاتی ہیں۔

(۱) تعزیت کے لیے گھر سے نکلنے کا ثبوت:

میت کے گھر تعزیت کے لئے عورتوں کے جمع ہونے کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔

"عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضي اللّٰہ تعالی عنه قال: قبرنا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یعني میتاً، فلما فرغنا، انصرف النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم وانصرفنا معه، فلما حاذی بابه وقف، فإذا نحن بامرأة مقبلة، قال: أظنه عرفه، فلما ذهبت إذا هي فاطمة رضی اللّٰہ تعالی عنها، فقال لها رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم: ما أخرجک یا فاطمة من بیتک؟ قالت: أتیت یا رسول اللّٰہ أهل هذا البیت، فرحمت إلیهم میتهم أو عزیتهم به". (أبو داود رقم:۳۱۲۳ باب فی التعزیة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو کر واپس ہوئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے دروازہ کے پاس پہونچے تو

ہم نے ایک عورت کو آتے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پہچان لیا اور دریافت کیا کہ کس ضرورت نے آپکو گھر سے نکالا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میت کے گھر والوں کی تعزیت کے لئے نکلی تھی۔

نیز جو رشتہ دار عورتیں میت کے گھر جمع ہو جاتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ان کے لئے تلبینہ یعنی دلیا بناتی تھیں۔

" عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها زوج النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنها كانت إذا مات الميت من أهلها، فاجتمع لذلك النساء ثم تفرقن إلا أهلها وخاصتها، أمرت ببرمة من تلبينة، فطبخت، ثم صنع ثريد فصبت التلبينة عليها ثم قالت: كلن منها فإني سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: التلبينة مجمة لفؤاد المريض تذهب ببعض الحزن." (البخاری رقم:٥٤١٧ باب التلبينة).

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ جب ان کی برادری میں کوئی میت ہو جاتی تھی اور عورتیں جمع ہو جاتی تھیں پھر جب عام عورتیں چلی جاتی تھیں اور صرف گھر کی عورتیں اور خاص عورتیں رہ جاتی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا تلبینہ پکواتی تھیں اور اسمیں روٹی توڑ کر ثرید بنایا جاتا تھا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ کھاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ مریض کے دل کو سکون اور راحت پہنچاتا ہے اور غم کو ہلکا کرتا ہے۔

(۲) شادی میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلنے کا ثبوت:

بخاری شریف میں ہے کہ عورتیں اور بچے شادی سے آ رہے تھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان سے فرمایا کے تم (انصار) مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔

"عن أنس بن مالک رضي اللّٰه تعالى عنه قال: أبصر النبي صلى اللّٰه عليه وسلّم نساءً وصبيانًا مقبلين من عرس، فقام ممتنا، فقال: أللّهم أنتم من أحب الناس إليّ". (البخاري رقم: ٥١٨٠، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس).

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں اور بچوں کو شادی کی تقریب سے آتے ہوئے دیکھا، تو خوشی میں کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا تم (انصار) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

(۳) قضائے حاجت ودیگر گھریلو کام کاج کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت:

بلکہ قضائے حاجت کے لئے مصانع (جو عورتوں کی قضائے حاجت کی مخصوص جگہ تھی) میں جانے کی اجازت کا ذکر احادیث میں صراحۃً موجود ہے۔

"قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: قد أذن لكن أن تخرجن في حاجتكن". (البخاري رقم:١٤٧ باب خروج النساء إلى البراز)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو اپنی حاجت کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

(۴) حج، عمرہ اور جہاد کے اسفار میں جانے کا ثبوت:

اسی طرح عمرہ اور جہاد کے اسفار میں ازواج مطہرات کے ساتھ جانے کی روایات سے تو کتبِ احادیث بھری پڑی ہیں۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا أراد أن يخرج سفرا أقرع بين أزواجه فأيتهن خرج سهمها خرج بها معه. فأقرع بيننا في غزاة غزاها. فخرج سهمي فخرجت معه بعد ما أنزل الحجاب. (البخاري رقم: ٢٦٦١ باب تعديل النساء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کے حق میں قرعہ نکلتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق سفر ہوتیں۔ چنانچہ ایک غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ ڈالا تو میرے نام کا قرعہ نکلا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں نکلی۔

اعتراض (۴): ہمارے علماء اور فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت کو وعظ کی مجلس میں شرکت کی اجازت نہیں، مثلاً: علامہ شامی، علامہ ابن نجیم، علامہ عینی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری بحوالہ شرح نقایہ لمولوی الیاس، رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ لکھتے ہیں کہ جس طرح عورتوں کو مسجد میں نماز با جماعت کے لئے حاضر ہونے سے روکا گیا ہے اسی طرح انکو وعظ کی مجلس میں شرکت سے بھی روکا جائے گا۔

چنانچہ شرح نقایہ میں مرقوم ہے:

والفتوى اليوم على كراهة حضورهن في كل الصلوات لظهور الفساد، ومتى كره حضور المسجد للصلاة لأن يكره مجالس الوعظ خصوصاً عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء أولى، هكذا قال المشايخ، ولو شاهدوا ما شهدنا من حضورهن بين مجالس وعاظ زماننا متبرجات بزينتهن لأنكروا كل الإنكار رحم الله تعالى معاشر الأبرار. (شرح النقاية للمولوی إلیاس علی هامش شرح النقاية للملا علي القاري :۱/۱۹۵، ایچ ایم سعید، وكذا في بذل المجهود :۳/۴۱۷، دار البشائر الإسلامية، وكذا في البحر الرائق: ۱/۳۵۸ والبناية :۲/۴۲۰، ومنحة الخالق بهامش البحر: ۱/۳۵۹).

ترجمہ: فی زمانا فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کے لئے فتنہ اور فساد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے پانچ وقت کی نمازوں کے لئے مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے، اور جب عورتوں کا مساجد میں جانا مکروہ ہوا تو ان کا مجالس وعظ میں شرکت کرنا خصوصاً ان جہال کی مجالس میں جنہوں نے علماء کا حلیہ اختیار کیا ہے بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگا، مشائخ عظام نے اسی طرح فرمایا ہے اور اگر وہ حضرات اس چیز کا مشاہدہ کرتے جس کا ہم کرتے ہیں کہ عورتیں بناؤ سنگار اور زیب وزینت کے ساتھ نکلتی ہیں تو وہ حضرات اس پر انتہائی سخت نکیر کرتے۔

الجواب (۱): اس کا جواب یہ ہے کہ مجالس وعظ ومجالس علم میں عورتوں کی شرکت کے جواز وعدم جواز کے بارے میں فقہاء کے دو گروہ ہیں:

(۱) بعض فقہاء نے فرمایا کہ عورتیں اکثر وبیشتر بناؤ سنگار، زیب وزینت اور مزین لباس میں ملبوس ہو کر نکلتی ہیں اور پردہ وغیرہ کا لحاظ نہیں کرتیں اس وجہ سے مجالس

وعظ میں ان کی شرکت مکروہ ہے۔اس قول کو علامہ شامیؒ، علامہ عینیؒ اور علامہ ابن نجیم مصریؒ وغیرہ حضراتِ فقہاء نے بیان فرمایا ہے۔عبارات مذکور ہوئیں۔

(۲) فقہاء کی دوسری جماعت کا موقف یہ ہے کہ مجالس پند و نصیحت میں خواتین کی شرکت، پردہ کی تمام شرائط و قیودات کی پابندی کے ساتھ درست ہے۔اس قول کو محقق ابن ہمامؒ، امام فخر الدین قاضیخانؒ، علامہ سید احمد طحطاویؒ، علامہ سید حمویؒ، فتاویٰ ہندیہ، محیط برہانی اور علامہ لکھنویؒ وغیرہ حضرات نے اختیار فرمایا ہے۔ان میں سرفہرست محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:

قال: وحيث أبحنا لها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما لايكون داعية إلى نظر الرجال والاستمالة قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾. (فتح القدير:٤/٣٩٩،دار الفكر). (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار:٣/٦٠٤،سعيد).

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو أذن لها في الخروج إلى مجلس الوعظ الخالي عن البدع لا بأس به. (الفتاوى الهندية: ١/٥٥٧، دار صادر بيروت).

امام فخر الدین قاضیخان کی عبارت ملاحظہ ہو:

ويجوز للزوج أن يأذن لها بالخروج ولا يصير عاصيا بالإذن، ومنها الخروج إلى زيارة الوالدين...وكذا إذا كانت تغسل الموتى وإلى مجلس العلم. (فتاوى قاضيخان على هامش الهندية:١/٤٤٣، دارصادربيروت).

وإذا أرادت المرأة أن تخرج إلى مجلس العلم بغير إذن الزوج

لم یکن لها ذلک فإن وقعت نازلة فسألت زوجها وهوعالم فأخبرها بذلک لیس لها أن تخرج بغیر إذنه وإن کان الزوج جاهلاً وسأل عالماً عن ذلک فکذلک وإن امتنع الزوج عن السوال کان لها أن تخرج بغیر إذنه لأن طلب العلم فیما یحتاج إلیه فرض علی کل مسلم و مسلمة فیقدم علی حق الزوج وإن لم یقع لها نازلة وأرادت أن تخرج إلی مجلس العلم لتتعلم مسائل الصلاة و الوضوء فإن کان الزوج یحفظ تلک المسائل ویذکر لها ذلک لیس لها أن تخرج بغیر إذنه، فإن کان الزوج لایحفظ المسائل فالأولیٰ له أن یأذن لها بالخروج فإن لم یأذن فلاشيء علیه ولایسع لها أن تخرج بغیر إذنه مالم یقع لهانازلة . (فتاویٰ قاضیخان بهامش الفتاوی الهندیة:۱/۴۴۳،فصل فی حقوق الزوجیة).

(وکذافی فتح القدیر: ۴/۳۹۸،دارالفکر،وغمزعیون البصائرشرح الاشباه والنظائر:۲/۱۰۸،دارالکتب العلمیة ، والبحرالرائق: ۴/۱۹۵،باب النفقة ،المکتبة الماجدیة، والفتاوی الهندیة:۱/۳۴۱،والمحیط البرهانی :۳/۳۵۰).

محقق ابن ہمامؒ،قاضیخان اور دیگرفقہاء کی عبارات اورتبلیغی اصول سے معلوم ہوتاہے کہ شرائط کی پابندی کے ساتھ نکلنا جائز اوردرست ہے۔شرائط وقیودات حسب ذیل ملاحظہ فرمایئے:

اگرخواتین مندرجہ ذیل قیود کی پابندی کریں تو ان کے لیےخروج جائز بلکہ بہتر ہے:

(۱) گھر کےنگران کی اجازت کاہونا۔

(۲)شرعی پردہ کی پابندی کاخیال رکھنا۔

(۳)مروجہ زیب وزینت سے اجتناب کرنا۔

(۴)راستوں میں چل کرخوشبو نہ لگانا۔

(۵)مردوں اور عورتوں کے اختلاط کا نہ ہونا۔

(۶)عورتوں کے قیام کی جگہ میں پردے کا انتظام ہونا۔

(۷)سفرمحرم شرعی کے ساتھ ہونا۔

(۸)کوئی فتنہ برپا نہ ہونا۔

(۹)دین سیکھنے سکھانے کا اہتمام واس کی فکر کرنا۔

(۱۰)جس گھر میں قیام ہو اس گھر کے مردوں کا قیام جماعت کے مردوں کے ساتھ مسجد میں ہونا۔

و فی الطحطاوی علی الدر: قال فی البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلی مجلس العلم بغیر رضی الزوج لیس لها ذلک .الخ . (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۲/ ۲٦۸، باب النفقة،المكتبة العربية).

اوراگرشرائط کی پابندی نہ ہوتو پھرعورتوں کونہیں نکلنا چاہئے جیسے حضرت سہارنپوریؒ نے بحوالہ شرح نقایہ نقل فرمایا:

والفتوىٰ الیوم علی الکراهة فی الصلوات کلها لظهور الفساد ومتی کره حضورهن فی المساجد للصلاة فلأن یکره حضورهن في مجالس الوعظ خصوصاً عند هؤلاء الجهال الذین تحلوا بحلیة العلماء أولیٰ هکذا قال المشایخ ولو شاهدوا ما شاهدنا من حضورهن بین مجالس وعظ زماننا متبرجات بزینهن لأنکروا کل الإنکار رحم اللّٰه

معاشر الأبرار. (بذل المجهود: ۳/۴۱۷، دار البشائر الاسلامیة)۔

دونوں اقوال کے مابین تطبیق:

مذکورہ بالا فقہائے کرام کے اقوال کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ فقط اختلافِ لفظی ہے، اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ قولِ اول سے مترشح ہوتا ہے کہ بناؤ سنگار، زیب و زینت کے ساتھ نکلنا منع ہے اور قولِ ثانی میں صراحۃً مذکور ہے کہ شرائطِ پردہ کی پابندی کے ساتھ نکلنا جائز ہے۔ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تمام ائمہ احناف اور فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بناؤ سنگار اور زیب و زینت کے ساتھ نکلنا جائز نہیں ہے، اور حدودِ شریعت کی پابندی کے ساتھ نکلنے کے جواز میں اختلاف نہیں، خصوصاً مستورات کی جماعت میں پردہ کا اہتمام بہت ہی زیادہ ہوتا ہے اور اختلاط کا قطعاً اندیشہ نہیں ہوتا۔

جواب: (۲) دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ امام فخر الدین قاضیخان اور محقق ابن ہمامؒ نے شرائط کی پابندی کے ساتھ اجازت دی ہے اور فقہائے احناف میں ان دونوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ چنانچہ قاضیخان کے بارے میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

لو كان أحدهما أعلم فإنه يختار تصحيحه كما لو كان أحدهما في الخانية والآخر في البزازية مثلاً فإن تصحيح قاضيخان أقوى. (شرح عقود رسم المفتی، ص:۳۳)۔

نیز علامہ شامیؒ نے امام فخر الدین قاضیخان کو مجتہد فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: **الثالثة: طبقة المجتهدين في المسائل التي لا رواية**

فيها عن صاحب المذهب كالخصاف...وفخر الدين قاضيخان ... (شرح عقود رسم المفتی:،ص٤).

علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ نے "التصحیح و الترجیح" میں امام قاضیخان کی تصحیح کومقدم کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وهذا ما تيسر على مختصر القدوری مع زيادات نص على تصحيحها القاضی الإمام فخر الدين قاضيخان فی فتاواه ، فإنه من أحق من يعتمد على تصحيحه . (مقدمة التصحيح و الترجيح،ص١٣٤).

علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے بھی" الفوائد البھیہ" میں ان کا شمار مجتہدین میں فرما کر ان کے فتاویٰ کو معتمد قرار دیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

حسن بن منصور بن محمود فخر الدين قاضيخان الأوزجندی الفرغانی كان اماماً كبيراً وبحراعميقاً غواصاً فی المعانی الدقيقة مجتهداً فهامةً ...قال الجامع :انتفعت بفتاواه وهی فی اربعة اسفار معتمدة عنداجلة الفقهاء حتی قال قاسم بن قطلوبغا فی تصحيح القدوری : مايصححه قاضيخان مقدم علی تصحيح غيره لانه فقيه النفس ... (الفوائد البهية فی تراجم الحنفية ،ص ٦٤،ط: مكتبه خير كثير).

محقق ابن ہمامؒ کو علامہ شامیؒ نے مجتہدین میں شمار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

والكمال صاحب الفتح من أهل الترجيح بل من اهل الاجتهاد . (فتاوی الشامی:٣/٦٢١،باب النفقة ، سعيد).

جواب (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ جن فقہاء نے مجالس وعظ ومجالس علم میں

خروج کی اجازت مرحمت فرمائی ہے ان حضرات کا قول مؤید بالا حادیث والآثار ہے۔
بہت ساری احادیث وآثار سے پتہ چلتا ہے کہ صحابیات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ دریافت کرنے کے لیے جایا کرتی تھیں۔بطورِ مشتے نمونہ ازخروارے چند ملاحظہ ہوں:

(۱) بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائیں اورعورت کواحتلام کی وجہ سے غسل کی فرضیت کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا۔(بخاری شریف ،رقم:۲۸۲،باب اذا احتلمت المرأة)۔

(۲) حضرت ہندہؓ حضرت معاویہؓ کی والدہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اوراپنی اولاد کے اخراجات کے متعلق مسئلہ دریافت کیا۔(بخاری شریف ،رقم:۲۲۱۱،باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینہم)۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہانے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شوہراوراپنی اولاد پرصدقہ کرنے سے متعلق مسئلہ دریافت کیا۔(بخاری شریف:۱/۱۹۷،باب الزکاۃ علی الاقارب،ط:فیصل)۔

بنابریں یہ قول استحسان بالآثار والاحادیث کی وجہ سے قوی ہے، کیونکہ فقہاء کی تحریرات میں اس مسئلہ پرروشنی پڑتی ہے کہ جہاں کوئی فقہی مسئلہ حدیث کے موافق ہوتو اس سے عدول نہیں کرنا چاہئے ،یعنی فتویٰ کے لئے اسی روایت کواختیار کرنا چاہئے۔
ملاحظہ ہوشامی ہے:

قال في شرح المنية: ولاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتهارواية على ما تقدم عن فتاوى قاضيخان،ومثله ماذكرفي القنية

من قوله:وقد شدد القاضي الصدرفي شرحه في تعديل الأركان ......والحاصل أن الأصح رواية ودراية وجوب تعديل الأركان وأما القومة والجلسة وتعديلهما فالمشهورفي المذهب السنية وروى وجوبهما وهوالموافق للأدلة وعليه الكمال ومن بعده من المتأخرين وقد علمت قول تلميذه أنه الصواب. (شامی:۱/٤٦٤،مطلب لاینبغی ان یعدل عن الدرایة اذا وافقتها روایة ،سعید)

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) تشہد میں مسبحہ سے اشارہ کرنا:

اس مسئلہ میں فقہائے احناف کے دوقول ہیں لیکن راجح اشارہ کرنے کا ہے اس لئے کہ حدیث سے ثابت ہے۔امام محمدؒ فرماتے ہیں:

أخبرنا مالک أنا مسلم بن أبی مریم عن علی بن عبد الرحمن المعاوی أنه قال:رأنی عبداللّٰہ بن عمرو أناأعبث بالحصی فی الصلاۃ ، فلماانصرفت نهانی وقال:اصنع کماکان رسول اللّٰہ ﷺ یصنع،فقلت:کیف کان رسول اللّٰہﷺ یصنع قال:کان رسول اللّٰہ ﷺ إذا جلس فی الصلاۃ وضع کفه الیمنی علی فخذه الیمنی وقبض أصابعه کلها وأشاربأصبعه التی تلی الإبهام ووضع کفه الیسری علی فخذه الیسری قال محمدؒ:وبصنیع رسول اللّٰہﷺ نأخذ وهوقول أبی حنیفةؒ .(مؤطاالامام محمد:ص۱۰۸)

وقال الشامیؒ :وهذا ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبی ﷺ بالأحادیث الصحیحة ،ولصحة نقله عن الأئمة الثلاثة. (شامی:۱/۵۰۹، سعید۔وکذافی مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی: ص۲٦۹،قدیمی۔ وامداد الفتاح:ص۲۹۹، بیروت)

(۲)ماءِ مشمس سے وضوکرنے میں دوقول ہیں علامہ تمرتاشیؒ اورعلامہ حصکفیؒ نے فرمایابلاکراہت جائز ہے۔لیکن علامہ شامیؒ نے فرمایامعتمدقول کراہت والا ہےاس لئے کہ حدیث وارد ہے۔

شامی میں ہے:

أقول :وقدمنا فی مندوبات الوضوء عن الإمداد أن منهاأن لایکون بماء مشمس،وبه صرح فی الحلیة مستدلاً بماصح عن عمر ؓ من النهی عنه،ولذاصرح فی الفتح بکراهته ،ومثله فی البحر.وقال فی معراج الدرایة وفی القنیة:وتکره الطهارة بالمشمس لقوله ﷺ لعائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها حین سخنت الماء بالمشمس"لاتفعلی یاحمیراء،فإنه یورث البرص"......فقد علمت أن المعتمد الکراهة عندنا لصحة الأثر .(شامی:۱/۱۸۰،باب المیاہ،سعید)

واضح رہے کہ ماء مشمس سےوضوکرنے کی ممانعت والی حدیث ضعیف ہےاس پرمحدثین نےسخت کلام کیاہےعلامہ نوویؒ نےفرمایا:

وهذاالحدیث ضعیف باتفاق المحدثین وقدرواه البیهقی من طرق وبین ضعفها کلها .(شرح المہذب:۱/۸۷، کتاب الطہارۃ،دار الفکر)

علامہ لکھنویؒ نے بھی کلام فرمایا ہے۔ملاحظہ ہو:

قلت: الحديث المذكور لايحتج به،فقد رواه أبونعيم في الطب عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها ، وقال:في إسناده خالد بن إسماعيل لايحتج به.وقال الدارقطني:متروك،وورواه الدارقطني من طريق آخرفيها الهيثم بن عدي كذاب. وأخرجه ابن حبان من طريق فيها وهب بن وهب وهو كذاب،وله طرق لاتخلو من كذاب أومجهول.(فتاوی اللکنوی:ص٦٠،باب مایجوزبه التوضؤومالایجوزبه،بیروت).

(۳)نفل کی جماعت مکروہ ہے مگربغیرتداعی کے ہوتومکروہ نہیں ہے،پھر تداعی کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں نیزفقہاء نے یہ لکھاہے کہ۴آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

لیکن حضرت مولاناظفراحمدتھانویؒ نے اس بات کوترجیح دی ہے کہ اصل چیزلوگوں کواہتمام کے ساتھ بلانا ہے،اگر بلانے کااہتمام نہیں کیاگیااورویسے ہی جمع ہوگئےتو کراہت نہیں ہے،کیوں کہ احادیث اس کےموافق ہیں۔حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کےگھرصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورﷺ کے پیچھے نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ چونکہ اتفاقاًجمع ہوگئے تھے،اس لئےمکروہ نہیں ہے۔

ملاحظہ ہواعلاءالسنن میں ہے:

قلت:وتفسير التداعي بالاهتمام والمواظبة أولىٰ من تفسيرها بالعدد والكثرة كما لايخفى. (اعلاء السنن: ۹۳/۷،حکم الجماعة بالتداعی فی غیرالمکتوبة،ادارة القرآن).

(۴)جواب یہ ہے کہ جن فقہاء کے حوالہ سے عدم جواز بتلایا گیاہے ان فقہاء نے خوددوسری جگہ پرجوازتحریرفرمایاہے۔عبارات کی تطویل سے دامن بچاتے ہوئے مختصراًملاحظہ ہو:

الف۔علامہ مولوی الیاس نے شرح نقایہ باب النفقہ میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کی زیارت کے لیے خروج کو جائز فرمایا ہے۔ملاحظہ ہو:

وقيل : لا يمنع من الخروج إلى الوالدين ولا من دخولهما عليها كل جمعة ولا يمنع في محرم غيرهما أى غير الوالدين كل سنة وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ . (شرح النقایہ:١/٦٨٩،ط:سعید)

ب۔علامہ ابن نجیم مصری نے البحر الرائق، باب النفقہ (٤/١٩٥،المکتبۃ الماجدیۃ) میں جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ملاحظہ ہو:

وقد استفيد مما ذكرناه أن لها الخروج إلى زيارة الوالدين والمحارم فعلى الصحيح المفتى به تخرج للوالدين فى كل جمعة بإذنه وبغير إذنه...وأما الخروج للأهل زائداً على ذلك فلها ذلك بإذنه قال فى الظهيرية : ويجوز للرجل أن يأذن لها فى الخروج ...وفى الخلاصة معزياً إلى مجموع النوازل: يجوز للرجل أن يأذن لها بالخروج إلى سبعة مواضع ...فإن أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم ... فإن كان الزوج يحفظ المسائل ويذكر عندها فله أن يمنعها وإن كان لايحفظ فالأولى أن يأذن لها أحياناً ...الخ .

ج۔علامہ شامیؒ نے رد المحتار، باب النفقہ :٣/٦٠٤ ،ط:سعید، بہ حوالہ ابن ہمامؒ بہ چند شرائط جائز فرمایا ہے۔ملاحظہ ہو:

وحيث أبحنا لها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما لايكون داعية إلى نظر الرجال والاستمالة قال الله تعالىٰ:

﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾. (و الدرالمختار مع ردالمحتار: ٣/٦٠٤، سعید، وفتح القدیر: ٣٩٩/٤، دار الفکر).

د۔ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری (۱۳/ ۲۴۷، ط: دارالحدیث ،ملتان) میں یہ چند شرائط عورتوں کے خروج کو جائز فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ولا خلاف أن غيرهن (غير أزواج المطهرات) لهن أن يخرجن لما يحتجن إليه من أمورهن الجائزة بشرط أن يكن بذة الهيئة، خشنة الملبس، تفلة الريح، مستورة الأعضاء، غير متبرجات بزينة، ولا رافعة صوتها. (عمدة القاري: ٢٤٧/١٣ باب قوله تعالى: لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم، دار الحديث).

وقال في مقام آخر: وقال ابن بطال: في هذا الحديث دليل على أن النساء يخرجن لكل ما أبيح لهن الخروج فيه من زيارة الآباء والأمهات وذوى الأرحام وغير ذالک مما تمس الحاجة إليه. (عمدة القارى ٢١٤/١٤، باب خروج النساء لحوائجهن، دار الحديث).

لہذا جہاں پر مکروہ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے آج کل کے جہلاء کی مجلس میں زیب وزینت کے ساتھ جانا سخت ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔

(۵) جواب یہ ہے کہ جن فقہاء نے مجالس وعظ ومجالس علم میں شرکت سے منع کیا ہے وہ حق زوج کی وجہ سے منع کیا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے یہ بحث فرمائی ہے کہ شوہر کن مواقع قصر کی مسافت کے اندر خروج کی اجازت دیگا اور کن جگہوں پر خروج کی اجازت نہیں دیگا۔ (یہ مسافتِ قصر کے اندر خروج مراد ہے ورنہ بلامحرم سفر شرعی کی مسافت طے کرنا

جائزنہیں) انھیں مواضع میں سے ایک یہ ہے کہ جب عورت کوضروری مسئلہ درپیش ہوتو وہ عالم دین کے پاس جاسکتی ہے یانہیں؟اس میں شوہر کے جانے کا تذکرہ نہیں ہے۔جیسے کہ صحابیات مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جایا کرتی تھیں وہاں ان کے شوہر ساتھ نہیں ہوتے تھے۔

لیکن اگرشوہر یاشرعی محرم ساتھ ہوتو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ بے شماراحادیث سے ثابت ہے کہ عورت تنہاسفرشرعی طے نہ کرے، بلکہ محرم کے ساتھ سفرکرے، پھر یہ سفر ضروری ہو یاضروری نہ ہواس سے قطع نظرکرتے ہوئے مطلقاً اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے۔اورتبلیغی سفر چاہے سفرشرعی سے کم مسافت کاہو،اکابرتبلیغ بغیرمحرم کے قبول ہی نہیں کرتے پھرنا جائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔

چنداحادیث ملاحظہ فرمایئے:

في الصحيحين عن ابن عمر ﷺ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا و معها ذو محرم". و في لفظ : "مسيرة ثلاث ليال " و في لفظ " مسيرة ثلاثة أيام ".

وفي رواية لمسلم وأبي داود : أنه عليه الصلاة والسلام قال: "لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً ، إلا و معها أبوها ، أو ابنها ، أو زوجها ، أو أخوها ، أو محرم منها ".

ان روایات اوران کے علاوہ دیگرروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے ساتھ مطلقاً سفر جائز ہے،اگرچہ حج کاسفرہوپھرحج فرض ہو یانفل یاعمرہ کے اسفارہوں،اسی

طرح دیگر ضروری وغیر ضروری اسفار سب داخل ہیں۔

نیز فقہاء نے بھی محارم کے ساتھ سفر کو جائز لکھا ہے پھر سفر کے بعد حالتِ سفر جب مباح کام کر سکتی ہے تو دین کا کام بطریق اولیٰ کر سکتی ہے۔ تحفۃ الملوک اور اس کی شرح میں ہے: **ولا بأس بالخلوة بها والسفر معها لقوله عليه السلام : "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل "** . (شرح تحفة الملوك:۲/۱۸۵۹).

پھر تبلیغ کے سفر میں محارم کے ساتھ کیوں نہیں جا سکتی؟ کیا کسی حدیث میں تبلیغ کے سفر کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اگر کیا گیا ہو تو حوالہ بتایئے؟

تبلیغی جماعت میں عورتوں کی دینی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اس لیے یہ دینی حاجت کے لیے نکلنا ہوا۔ چند دینی حاجات حسبِ ذیل ہیں:

۱ جماعت میں خواتین کے قرآن کریم کی تصحیح ہو جاتی ہے۔

۲ نماز اور دعائیں سیکھ لیتی ہیں۔

۳ دین کی باتیں دوسری خواتین کو پہنچاتی ہیں۔

۴ بعض مرتبہ کفر کے گڑھے میں گرنے والی عورتوں کو بچانے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

۵ تلاوت وعبادت کا خوب موقعہ مل جاتا ہے۔

۶ دینی سیاحت کی وجہ سے دوسری اقوام کی خوبیوں سے استفادہ کر لیتی ہیں۔

۷ یقین واخلاص، توکل وتزکیہ باطنی اخلاقِ حسنہ سنتِ نبوی کی اتباع کی توفیق مل جاتی ہے۔

(۶) علامہ زیلعیؒ نے عدمِ جواز کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ واعظین جہلاء ہوتے

ہیں اوران کا مقصد خواہشات ،شہوات اور دنیا حاصل کرنا ہے۔ بنابریں ایسے لوگوں کی مجالس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

ولا سيما عند الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء وقصدهم الشهوات وتحصيل الدنيا. (تبيين الحقائق:۱/۱۳۹،ط: امداديه ،ملتان).

مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کا فتویٰ:

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بہ چند شرائط مجلس وعظ میں عورتوں کی شرکت کے جواز کے قائل تھے۔

چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں: کسی نامحرم عالم کی مجلس وعظ میں جانے میں وہ مفاسد نہیں جو نامحرم استاد سے پڑھنے میں بیان کئے گئے ہیں، معہذا اس کے لیئے بھی یہ شرائط ہیں:

(۱) واعظ کے علم، تقوی اور طریق اصلاح پر علماء وقت کو اعتماد ہو۔

(۲) بدعات ومنکرات وفواحش جو معاشرہ میں داخل ہو گئے ہیں، ان سے بچنے بچانے پر زیادہ زور دیتا ہوں۔

(۳) اس وعظ سے صحیح مسلمان بننے اور دوسروں کو بھی صحیح مسلمان بنانے کی فکر پیدا ہو اور معاشرہ پر چھا جانے والے منکرات چھوٹ جائیں۔

(۴) پردہ کا مکمل انتظام ہو، مقام وعظ کے دروازے پر بھی مردوں سے اختلاط سے حتی الامکان پرہیز کیا جائے۔

(۵) خواتین مزین لباس اور زیور پہن کر، رنگ وروغن سے آراستہ ہو کر اور

خوشبو لگا کر نہ آئیں۔

(۶) ہر بار جوڑا نہ بدلیں، کم از کم ایک مہینے تک ہر حاضری میں ایک ہی جوڑا پہن کے آئیں۔

(۷) خواتین کی مجلس مردوں اور واعظ کی مجلس سے اتنی دور ہو کہ مکبر صوت کے سوا آواز نہ پہنچ سکے، اگر یہ نہ ہو سکے تو جتنا زیادہ فاصلہ ہو سکے۔

(۸) ہفتہ میں ایک بار سے زیادہ نہ ہو، اتنے وقفہ کے مناسب ہونے پر دین و دنیا میں کئی شواہد ہیں۔ (احسن الفتاوی ۸/۶۱ ایچ ایم سعید)

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالی فقہاء کرام کی عبارات کو نقل کرنے بعد لکھتے ہیں: ''حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی کی عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ امور دینیہ کے لئے خواتین کے خروج کی ممانعت قران وحدیث میں منصوص نہیں، بلکہ ان حضرات نے اپنے زمانے کے حالات اور شیوع فتن وفسادات کی وجہ سے اصول شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی آراء وانظار کا اظہار فرمایا ہے، لہذا ان حضرات کا فیصلہ کوئی قطعی اور حرف آخر نہیں، بلکہ تغیر زمانہ سے اس میں ترمیم کی گنجائش ہے۔''
(احسن الفتاوی ۸/ ۵۸، ایچ ایم سعید)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ:

فقیہ النفس مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالی نے ایک فتوی میں لکھا ہے کہ مستورات کا وعظ ونصیحت کے لئے جانا جائز ہے اور اس فتوی پر مختلف علماء کی تائیدات بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائے:

وعظ کہنا اور کہلانا، رات اور دن کو، مساجد میں سب جگہ سب اوقات میں درست

ہے، کوئی خصوصیت نہیں۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿وذكر فإن الذكرى تنفع المؤمنين.﴾ ترجمہ: اور سمجھا تا رہ، کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو۔

کچھ قید زمان و مکان کی وعظ میں حق تعالی نے نہیں فرمائی اور حدیث صحیح ہے:

"بلغوا عني ولو آية" (البخاری) ترجمہ: میرے احکام کی تبلیغ کیا کرو، اگر چہ قلیل ہو۔

تبلیغ احکام کو آپ نے فرض فرمایا اور کوئی قید کسی وقت اور مکان کی نہیں فرمائی، اور اپنی رائے سے نص کو مقید کرنا منع ہے، پس ہر وقت ہر جگہ وعظ کہنا درست ہوا۔ اور جو مفاسد اس شخص نے بیان کئے ہیں، وہ دن میں بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی عورت کی چال ڈھال سے فتنہ ظاہر ہو، اس کا انتظام کرے، ورنہ خواہ مخواہ اپنے وہم فاسد سے مسلمان عورتوں پر، حکم خداوندی کا سننے سے تنگی کرنا اور منع کرنا سخت بے جا ہے۔ غرض تقریر اس شخص کی عدم جواز وعظ شب میں بیہودہ ہے۔ وعظ سننے سے مستورات کو فائدہ ہوتا ہے، ضرور سننا چاہئے، مگر جس میں کوئی مفسدہ ظاہر ہو، اس کا انتظام کر لیوے، ...الخ۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ یہ جواب صحیح ہے: محمد مراد عفی عنہ۔

بے شک یہ وعظ میں جانا عورتوں کا جائز ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان تقدس میں، عورتیں عیدگاہ میں وعظ سننے جایا کرتی تھیں اور وہیں نماز بھی پڑھتی تھیں۔ مجیب: محمد مراد مظفر نگری۔

کلام مجید میں صاف آیا ہے: ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا.﴾ (التحریم: ٦)

یعنی اے ایمان والوں ! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر کے لوگوں کو دوزخ سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آگ سے بچانا مردوں اور عورتوں کو سب کو چاہئے، نہ کہ مردوں کو ہی ضروری ہے، اور مردوں کو امر کے صیغہ سے تاکید کیا ہے: و أهليكم فرمایا، کہ گھر کے لوگوں کو بھی بچاؤ۔ اور آگ سے بچنا خدا اور رسول کی تابعداری سے ہے، اور امر و نواہی وعظ سننے سے معلوم ہوتے ہیں، اور سوائے اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کوئی دعوت کرتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مکان پر تشریف لے جا کر، کھانا تناول فرماتے تھے، تو بعد کھانے کے، اس گھر کے سب لوگ، نیز پڑوس کے سب مرد و عورت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر، مسائل دینی دریافت کرتے تھے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ مرد سنیں، عورتیں نہ سنیں، بلکہ یوں فرمایا ہے: کہ علم دین کل مردوں و عورتوں کو سیکھنا فرض ہے: **طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة .**

فائدہ: علماء دین یوں فرماتے ہیں کہ اگر شوہر خود عالم ہو، تو شوہر پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کو علم، یعنی مسائل دینی سکھلاوے، ورنہ بیوی کو علم دین کے سیکھنے کی اجازت دیوے۔

نہ اذن دے شوہر اپنی بیوی کو مگر سات جگہ: پہلی واسطہ عیادت والدین اور ان کی تعزیت کے واسطے، اور دوسری واسطے ملاقات محارم اور ان کی عیادت کے، اور تیسرے دودھ پلانے کے لئے، اگر عورت قابلہ اور دائی ہو، چوتھے واسطے غسل میت کے اگر وہ غسالہ ہو، پانچویں واسطے طلب ایک حق کے کہ دوسرے پر ہو، چھٹے واسطے ادائے حق غیر

کے کہ اس پر ہو، ساتوں حج اور طلب علم دین ضروری کیلئے: کذا فی المضمرات في کتاب النفقات وعين العلم.

فائدہ: ان عبارات کی رو سے عورتوں کو وعظ میں جانا اور دین سیکھنا واجب ہے۔

حدیث شریف میں ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب قیامت کے ایسے دجال اور کذاب لوگ فتویٰ دیں گے کہ وہ نہ خود سمجھیں گے، بلکہ لوگوں کو گمراہ کریں گے، اور ایسی ایسی حدیثیں بیان کریں گے کہ جو تمہارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنی ہوگی۔ (رواہ مسلم)۔

فائدہ: جو شخص وعظ شب کے سننے کو عورتوں کو منع کرتا ہے، وہ بھی انھیں لوگوں میں ہے، جن کی خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، کیونکہ جتنے عالم اہل اسلام میں متقدمین سے متاخرین تک ہوئے، ناچ وغیرہ کو منع کرتے چلے آئے اور وعظ کے سننے سنانے کے فضائل بیان کرتے چلے آئے۔ اور یہ مولوی مانع، خدا اور رسول کا اور کل اجماع امت کا خلاف کرتا ہے، پس شخص ایسے کے کہنے کا خیال نہ کرے، یہ گمراہ کرنے والا ہے، جو کچھ ضرورت ہو علماء حقانی سے دریافت کر لیا کرے اور مرد وعورت کو دل وجان سے وعظ سننا چاہیئے۔ یہ وعظ سننا ہدایت ہے، اس پر اجماع امت کا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

إن اللّٰه لايجمع أمتي أو قال أمة محمد على ضلالة، ويد اللّٰه على الجماعة، ومن شذ شذ في النار. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ السلام نے ہرگز ہرگز اللہ پاک میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا، اور اللہ تعالی کا ہاتھ جماعت پر ہے، اور جو جماعت سے جدا ہوا، آگ جہنم

میں پھینکا جائے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور علماء امت محمدی، سب وعظ عورتوں اور مردوں کو سناتے رہے، آج تک کسی عالم حقانی نے منع نہیں کیا، اگر یہ گمراہی ہوتا تو اس پر اجماع کیوں ہوتا اور اجماع اس پر ہے کہ گھروں میں مسجدوں میں، سب جگہ مرد و عورتوں کو وعظ سناؤ۔ اب جو اس کے خلاف کرتا ہے، قران وحدیث واجماع امت کا خلاف کرتا ہے اور رحمت کے ہاتھ سے نکل کر جہنم میں پڑتا ہے۔ یا اللہ اس مانع کو ہدایت دے اور کل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ تیرا اور تیرے حبیب کا دل وجان سے ذکر سنا کریں اور ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین! جیسے کہ تو نے اپنے کلام قران شریف میں فرمایا ہے:

﴿إنما المؤمنون الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيمانا وعلى ربهم يتوكلون.﴾ (الأنفال: ٢).

ترجمہ: بے شک مؤمنین وہ لوگ ہیں کہ جب یاد کیا جاتا ہے اللہ، ڈر جاتے ہیں دل ان کے، اور جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں اس کی، زیادہ کرتے ہیں ان کا ایمان، اور اوپر پروردگار اپنے کے توکل کرتے ہیں۔

فائدہ: افسوس ہے اس مولوی پر کہ اس نے کچھ پڑھا ہے، یا جاہلوں کی طرح مومن کہلاتا ہے کہ، کہتا ہے کہ وعظ سن کر عورتیں بھاگ جاتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قران سننے سے عورتیں بگڑ جاتی ہیں، اور پروردگار عالم یوں فرماتا ہے کہ شناخت ایمان والوں کی یہ ہے، کہ جب ان کے سامنے یاد کیا جاتا ہے اللہ، اس کے خوف سے ڈرتے ہیں، اور جب اس کی آیت سنتے ہیں، تو ان کے ایمان بڑھتے ہیں۔ پس اس آیت سے

رد ہو گیا قول مانع کا، اور واضح ہوا کہ قران شریف سننے سے ایمان بڑھتا ہے ایمان والوں کا۔

پس کل مرد عورتوں کو واجب ہے کہ وعظ میں جایا کریں، اور اللہ تعالی کا ذکر سن کر اپنا ایمان بڑھایا کریں، اپنے گھر ہوں یا غیر کے گھر ہوں، سب جگہ وعظ سننا درست ہے۔ عبدالکریم واعظ سڑک کیرانوی۔

الجواب صحیح۔ مکرر یہ ہے کہ جو شخص وعظ سننے کو مستورات کو منع کرتا ہے، وہ خلاف کلام اللہ کی آیت کے کہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم و أهليكم نارا.﴾ (التحریم ۲).

سو اس کے ذمہ اپنے بیوی بچوں وغیرہ کو بچانا آگ سے، خواہ اپنی نصیحت سے ہو یا غیر کی نصیحت سے ہو، امر کے صیغہ سے واضح ہے، اور شب کو وعظ ہونا زیادہ مناسب ہے، کہ طبیعت یکسو اور فراغت امور خانہ داری سے ہوتی ہے۔ سو اس وقت اطمینان کلی ہے، بہ نسبت دن کے کہ وقت ہے کہ تفکرات، امور مرجوعہ کے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔ محمد امیر باز خان، سہارنپوری۔

یہ سب عبارات درست اور صحیح ہیں۔ عبدالحق عفی عنہ بکھروی...... ہذا الجواب صحیح۔ عبدالعزیز کھجناوری۔

فرمایا ہے اللہ تعالی نے: ﴿فعظوهن واهجروهن.﴾ (النساء ۳۴) ترجمہ: پس نصیحت کرو اور چھوڑ دو ان عورتوں کو۔

یہاں اللہ تعالی نے صاف فرمایا ہے صیغہ امر سے، کہ عورتوں کو وعظ کرو اور چھوڑ دو، شاید یہ راہ پر آ جائیں۔ اس آیت سے عورتوں کو وعظ سنانا واجب ہے، اور کہنا

پیر جی کا کہ عورتیں جہنم میں جاویں گی، تم کہہ کر بری ہو جاؤ۔ سو غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واھجروھن فرمایا کہ اگر نہ مانے چھوڑ دو، جو شخص وعظ سے منع کرتا ہے اس آیت کا منکر ہے۔ راقم حافظ امانت خان صاحب مظفر نگری۔ (فیوض رشیدیہ ص ۱۳ سے ۱۹ تک)۔

(باقیاتِ فتاوی رشیدیہ ص ۳۹۲، مرتب مولونا نور الحسن راشد کاندھلوی)۔

اعتراض (۵): بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس اور انکے صاحبزادے حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ نے کبھی مستورات کی جماعتیں نہیں بھیجیں۔

الجواب: اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں کام شروع ہو چکا تھا حضرتؒ نے سب سے پہلی جماعت روانہ فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو:

مولانا داود صاحب (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ابتدائی کام کرنے والے ساتھیوں میں سے تھے) اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں:

...جب یہ (مستورات کی) جماعت مشورہ سے گھاسیڑہ وغیرہ طے ہوئی تو بڑے حضرت (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نے چودھریوں کے نام خط لکھا کہ **میں تمہارے یہاں دہلی کی پردہ نشین مستورات کو بھیج رہا ہوں تم** ان کی خوب نصرت کرنا وغیرہ وغیرہ، گھاسیڑہ والوں کو جماعت کا انتظار تھا، سڑک پر استقبال کے لئے آ گئے جب جماعت گھاسیڑہ پہنچی تو گاؤں والوں نے استقبال میں کافی بندوقیں چلائیں اور پرزور استقبال کیا کہ **مستورات کی پہلی جماعت** ہمارے گاؤں میں آئی ہے، اور ہر گاؤں میں ایسا ہی استقبال کیا گیا، پھر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی جماعتیں نکلیں، بعد میں میوات سے مستورات کی جماعت کے مطالبے آنے لگے، مستورات کا کام غالباً ۱۹۴۲ء میں شروع

ہوا ہے، اس سے پہلے نہیں اس لیے کہ بندہ ۱۹۴۱ء میں مرکز آیا تھا مرکز میں آنے کے بعد مستورات کا کام شروع ہوا ہے، اگر حضرت کے انتقال سے دس سال پہلے شروع ہوتا تو ہندوستان کے کتنے شہروں میں بے شمار مستورات کی جماعتیں پہنچ جاتیں، حضرت جی کی حیات میں میوات کے علاوہ کہیں مستورات کی جماعت نہیں گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ والسلام بندہ محمد داؤد۔

واضح ہو کہ مولانا داود صاحب کا یہ تفصیلی خط عنقریب مذکور ہوگا۔

نیز حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے اس کی اہمیت واضح فرمائی۔

مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''مستورات میں کام کی نزاکتیں اور بھی زیادہ ہیں... کبھی کبھی ایک یوم یا تین یوم کے لئے قرب و جوار کے لئے جماعتیں بنائی جائیں۔ مستورات کی جماعت کے ساتھ انکے خاوند ہوں ورنہ ہر عورت کے ساتھ اس کا شرعی محرم ہو، پردہ دار مکان میں ٹھہریں، مرد مسجد میں ٹھہر کر کام کریں۔''

(سوانح مولانا یوسف کاندھلوی ص۱۸۷، المکتبۃ الاسلامی)۔

نیز اگر کوئی یہ کہے کہ مردوں کی موجودہ تبلیغ کی ترتیب شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں نہیں تھی تو اب بھی نہیں ہونی چاہئے، تو یہی اسکا جواب ہوگا کہ حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کام کا القاان کے دل پر فرمایا اور اس مبارک کام کے فوائد سب سمیٹ رہے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت جی مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن رحمہما اللہ تعالیٰ کے ذریعہ مستورات کے کام کو ترقی عطا فرمائی۔

یا اگر کوئی کہے کہ دار العلوم دیوبند اور سہارنپور کی طرح مدارس کا نظام خیر القرون

میں نہیں تھا تو آج کل کیوں جاری کیا گیا تو یہی کہا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا القا ہمارے اکابر کے دل پر کیا اور یہ نیا کام للدین ہے فی الدین نہیں تو بدعت بھی نہیں۔

اعتراض (۶): سفر میں عورت کے ساتھ دوسرے غیر محرم بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً سات جوڑوں کی اگر جماعت ہو تو ہر ایک عورت کا ایک محرم ہوگا باقی چھ مرد اسکے غیر محرم ہیں۔

الجواب: اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اس بات کو مانا جائے تو پھر حج فرض ہو یا نفل اور عمرہ کے سفر میں بھی ہوائی جہاز، بس وغیرہ میں سفر کرنا ممنوع ہوگا۔ اور کیا جہاد کے سفر میں ازواج مطہرات کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں ہوتے تھے؟ یقیناً ہوتے تھے۔

اعتراض (۷): مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تین مرتبہ تشریف لے گئے تھے اور عورتوں کے تبلیغ میں جانے کی اجازت طلب کی تو تینوں مرتبہ آپ نے اجازت نہیں دی۔

الجواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی ہو تو مظاہر العلوم اور دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجازت عنایت فرمائی ہے۔

مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کا رواج نہیں تھا، ترتیب نہیں بنی تھی، اس لیے منع کیا ہوگا۔ نیز انہوں نے بغیر محرم کے سفر کو منع فرمایا۔ محرم کے ساتھ سفر کو منع نہیں فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی اجازت نہیں حج فرض کے لئے بھی بغیر محرم کے جانا جائز نہیں تو صرف تبلیغ کے لئے کیسے جا سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ۳۵/۲ دارالاشاعت)۔

جب کہ مفتی صاحبؒ نے عورتوں کو تعلیم کی غرض سے نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

زنانہ مدارس کا کھولنا اور جاری کرنا اور لڑکیوں کا تعلیم کے لئے وہاں جانا اور عورتوں کو انکی صنف کے مناسب علوم وفنون سکھانا اور کتابت سکھانا یہ تمام امور شریعت کے مطابق اور مستحسن ہیں کیونکہ ان کا مبنی تعلیم وتعلم کی تنظیم اور تشکیل ہے، تعلیم کے لئے اجتماعی طور پر عورتوں کا ایک مقام پر جمع ہونا احادیث سے ثابت ہے اور اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے ایک باب اس عنوان کا باندھا ہے کہ "ھل یجعل للنساء یوماً علی حدۃ" اور اس کے تحت وہ حدیث لائے ہیں جس سے تحصیل علم کے لئے کسی مکان میں عورتوں کا اجتماع ثابت ہوتا ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ اجتماعی طور پر تعلیم جس قدر مفید ہے انفرادی طریقے سے اتنی مفید نہیں۔

زنانہ مدارس کی تشکیل اگر قرونِ اولیٰ میں نہیں تھی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ لڑکوں کے اسکول اور مدرسے بھی زمانہ ماضی میں نہیں تھے پھر بھی امتِ محمدیہ کے تمام علما اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (کفایت المفتی ۶۶/۲، دارالاشاعت)۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

محض اجتماع عورتوں کا ممنوع نہیں ہے، اگر صرف عورتیں کسی جگہ ہوں اور اجتماع کی غرض وغایت مفید ہو تو شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے، لیکن عورتوں اور مردوں کا مخلوط

اجتماع بہت سے فتنوں کا سبب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، اسی وجہ سے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے اور بلاضرورتِ شدیدہ گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے، اور انکو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور گھر میں نماز پڑھنے کو مسجد محلّہ سے اور مسجد نبوی سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے۔ (کفایت المفتی ۲/ ۶۸، دارالاشاعت)۔

بلکہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تو مردوں کے مجمع میں عورت کی تقریر کے جواز کے بھی قائل ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں: شریعتِ مقدسہ اسلامیہ عورتوں کو کسی اسلامی خدمت سے جو ان کے لائق ہو منع نہیں کرتی، پردہ کی محافظت کے ساتھ عورت مردوں کے مجمع میں تقریر کرسکتی ہے۔" (کفایۃ المفتی ۲/ ۶۹، دارالاشاعت)۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے زمانہ میں کام کی ترتیب نہیں بنی تھی لیکن بعد میں جب اس کی ضرورت محسوس ہوئی اور فوائد سامنے آئے تو حضرت مفتی محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ اور مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے) نے جواز کا فتویٰ دیا۔

بعض مفتی حضرات تو عورتوں کے مدارس کے خلاف بھی فتویٰ دیتے ہیں تو کیا لڑکیوں اور بچیوں کے مدارس کو بند کردیں گے؟ ہرگز نہیں!

اعتراض (۸): مردوں کو اسکا مکلّف بنایا گیا ہے کہ وہ علم دین سیکھ کر عورتوں کو تعلیم دے جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے: "**كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته**". (البخاري رقم: ۸۹۳ باب الجمعة في القرى والمدن).

الجواب: یہ استدلال تو عجیب ہے، اس حدیث میں تو ''والرجل راع في أهله'' موجود ہے اور ''والمرأة راعية في بيت زوجها'' بھی ہے، تو اگر عورت کا دائرہ صرف گھر تک محدود ہو تو پھر مرد کو بھی ایسا ہونا چاہیئے، اور اگر مرد گھر کی ذمہ داری کے ساتھ تبلیغ کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے تو عورت بھی یہ ذمہ داری اٹھا سکتی ہے۔

اعتراض (۹): عورتوں کے مسجد میں جانے اور تبلیغ میں جانے کے مابین کیا فرق ہے؟

الجواب: عورتوں کا مسجد جانے اور تبلیغی سفر میں جانے کے درمیان چند فروق ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱ مسجد میں یا راستوں میں مردوں کے ساتھ خلط واختلاط کا اندیشہ ہے کیونکہ ایک ہی مسجد میں دونوں جاتے ہیں، اور دعوت وتبلیغ میں عورتوں کا پروگرام گھروں میں ہوتا ہے اور مردوں کا مسجد میں ہوتا ہے لہذا اختلاط کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

۲ مساجد میں عام مسلمان عورتیں آتی ہیں جن میں کئی عورتیں مزین وخوشبو لگائی ہوئی ہوتی ہیں اور تبلیغ میں تربیت یافتہ عورتیں ہوتی ہیں جو ایسا نہیں کرتیں، نیز تبلیغ میں نکلنے کے لئے پردہ کی تمام شرائط کی رعایت کرنے کے بعد ہی اجازت ملتی ہے جب کہ مسجد میں آنے کے لئے کوئی روکنے والا نہیں ہوتا اگر چہ پردہ کی رعایت نہ کریں۔

۳ مسجدوں میں نماز کے لئے جانا بے ضرورت ہے کیونکہ انکو زیادہ ثواب گھروں میں ملتا ہے، اور تبلیغ میں جانا اصلاح کے لئے ضرورت کے درجہ میں ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ بے شمار عورتوں کی اصلاح تبلیغی پروگراموں سے ہوئی۔

۴ مسجدوں میں عورتیں جاتی ہیں تو حسبِ عادت بات چیت میں مشغول ہو جاتی ہیں اوران کے ساتھ بچے شوروغوغا کرتے ہیں، جبکہ تبلیغ میں عورتیں نہ مسجدوں میں جاتی ہیں، نہ بچے ساتھ ہوتے ہیں۔

۵ مسجد میں اگر عورتیں جائیں تو ممکن ہے کہ انکو حیض آجائے جو مسجد کے ساتھ منافی ہے یا اگر مستحاضہ ہوتو مسجد کی تلویث کا خطرہ ہے، جبکہ تبلیغ میں گھروں میں یہ خطرہ نہیں۔

۶ مسجدوں میں جانے کی ممانعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں صراحۃً موجود ہے، جبکہ جہاد میں صحابیات اورازواجِ مطہرات کاتشریف لیجانا احادیث سے ثابت ہے تو تبلیغ کیلئے بدرجہ اولیٰ جانا جائز ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "**لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل، قلت لعمرة: أو منعن، قالت: نعم**". (البخاري رقم: ۸۳۱ باب خروج النساء إلى المساجد بالليل).

اشکال: ام کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں عورتوں کے لئے جہاد میں جانے کی ممانعت موجود ہے، اس کا کیا جواب ہے؟ روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن أم كبشة امرأة من عذرة قضاعة قالت: يا رسول الله! ائذن لي أن أخرج في جيش كذا وكذا. قال: لا. قلت: يا رسول الله! إنه ليس أريد أن أقاتل إنما أريد أن أداوي الجرحى والمرضى أو أسقي

المرضى. قال: لولا أن تكون سنة وأن يقال فلانة خرجت لأذنت لك ولكن اجلسي. (المعجم الكبير للطبراني رقم: ٤٣١ ج ٢٥، والمصنف لابن أبي شيبة رقم: ٣٤٣٤١، وغيرهما. وقال الهيثمي في المجمع: رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجالهما رجال الصحيح. وقال الشيخ محمد عوامة في تعليقاته على المصنف: ورجال الإسناد كلهم ثقات).

ترجمہ: حضرت ام کبشہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں زخمیوں کی تیمارداری کروں گی اور مریضوں کو پانی پلاؤں گی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ اسکو سنت نہ سمجھتے اور آپ کے نکلنے کو اپنے لئے حجت نہ بناتے تو میں آپ کو اجازت دیتا، لیکن آپ بیٹھی رہیں۔

الجواب: اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں آپ کو اجازت دونگا تو لوگ عورتوں کے جہاد کے لئے نکلنے کو واجب یا سنتِ مؤکدہ سمجھیں گے اس لئے میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔

نیز سنت کے معنی عادت کے بھی ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جہاد میں جانے سے ان کو اس لیے منع فرمایا تا کہ عورتیں اس کو عادت بنا کر بغیر ضرورت کے اس خطرناک عمل میں بکثرت شرکت نہ کیا کریں کیونکہ قتال کا مطالبہ مردوں کی طرف متوجہ ہے، ہاں تبلیغ میں جانے کی ضرورت بھی ہے اور اس میں خطرہ بھی نہیں، تو اس جہاد کو جاری رکھ سکتی ہیں۔

احادیث میں سنة کا اطلاق بکثرت وجوب اور سنتِ مؤکدہ پر ہوتا ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) صفا مروہ کے درمیان سعی کے لئے سنت کا لفظ آیا ہے حالانکہ بالاتفاق سعی واجب ہے۔

(۲) جمعہ کی پہلی اذان جس کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی وہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۳) حدیث میں خلفائے راشدین کے طریقوں کے لئے سنة کا لفظ مستعمل ہے جو واجب اور سنتِ مؤکدہ سب کو شامل ہے۔

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صحابیات جہاد میں شریک ہوئیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر انکار بھی نہیں کیا۔

عن عروة قال: سألت عائشة فقلت لها: أرأيت قول الله تعالى: إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما... قالت عائشة: وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم الطواف بينهما فليس لأحد أن يترك الطواف بينهما.

(البخاري رقم: ١٦٤٣ باب وجوب الصفا والمروة).

قال النبي صلى الله عليه وسلم: فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ. (سنن أبو داود رقم: ٤٦٠٧ باب في لزوم السنة).

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کیلئے اذان اول کو جاری فرمایا یہ سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰ رکعات تراویح کو مسجد نبوی میں جاری فرمایا یہ سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت ام کبشہؓ کے واقعہ کی مزید تحقیق:

حافظ ابن حجرؒ نے ام کبشہؓ والی روایت ''الاصابہ'' میں ذکر فرمائی ہے اس میں جہاد کے لیے نہ نکلنے کا ذکر ہے، حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

قالت یا رسول اللّٰہ! ائذن لي أن أخرج في جیش کذا و کذا قال: لا، قالت: یا رسول اللّٰہ! إني لست أرید أقاتل إنما أرید أن أداوي الجرحی والمرضی وأسقي الماء قال: لو لا أن تکون سنۃ ویقال فلانۃ خرجت لأذنت لک ولکن اجلسي، وأخرجہ ابن سعد عن ابن أبي شیبۃ وفي آخرہ اجلسي لایتحدث الناس أن محمداً یغزو بامرأۃ.

یعنی ام کبشہؓ نے لشکر میں جانے کی اجازت چاہی اور یہ کہا کہ میں قتال نہیں کرنا چاہتی میں تو صرف زخمیوں کا علاج اور پانی پلانے کی غرض سے جارہی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس کو سنت نہ سمجھا جاتا اور لوگ یہ نہ کہیں کہ فلانہ نکلی ہے ہم بھی نکلیں گی یعنی اس کو عادت نہ بنایا جاتا تو آپ کو اجازت مل جاتی۔

اور ابن سعد کی روایت میں یہ ہے بیٹھ جاؤ ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو لڑائی کے لیے بھیج رہے ہیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد: ۳۰۸/۸، دار صادر، بیروت).

حافظ ابن حجرؒ نے آگے لکھا ہے کہ اس روایت اور ام سنان اسلمیہ کی روایت جس میں ان کو جانے کی اجازت ملی تھی تعارض ہے، ہاں ممکن ہے کہ ام سنانؓ کی روایت کو

منسوخ اورام کبشہؓ کی روایت کو ناسخ مانا جائے، کیونکہ ام سنانؓ والا واقعہ خیبر کا ہے اور ام کبشہؓ کا واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے: **ویمکن الجمع بین هذا وبین ما تقدم في ترجمة أم سنان الأسلمية أن هذا ناسخ لذلک لأن ذلک کان بخیبر ... وکان هذا بعد الفتح** . (الاصابة :۸/۴۵۵).

چونکہ حافظ ابن حجرؒ نے تطبیق کی طرف توجہ نہیں فرمائی اس لیے ام کبشہؓ کے واقعہ کو ناسخ قرار دینے کا احتمال ظاہر فرمایا (یقینی یا ظنی نسخ نہیں فرمایا بلکہ نسخ کا احتمال ظاہر کیا)

ام حرامؓ کا واقعہ صحاحِ ستہ میں موجود ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی ظاہر فرمائی اور یہ واقعہ عہد نبوت کے بعد کا ہے۔

اور فقہائے کرام نے غزوات میں خواتین کی شرکت اور ان کے لیے حصے کا ذکر فرمایا ہے۔

علامہ عینی حنفیؒ نے ام حرامؓ والی روایت کے ذیل میں لکھا ہے: **وفیه إباحة الجهاد للنساء في البحر** . (عمدة القاری: ۱۰/۸۸).

وہبہ زحیلی شافعی لکھتے ہیں: **ولا یجوز للمرأة الاشتراک في الجهاد إلا بإذن زوجها**. (الفقه الاسلامی وادلته : ۶/۴۱۶).

دوسری جگہ فرمایا: **ولا تقاتل المرأة إلا بإذن زوجها**. (۶/۴۱۹).

امام نوویؒ نے باب غزوة النساء مع الرجال میں فرمایا:

وفي هذا الغزو بالنساء وهو مجمع علیه

یعنی اس حدیث میں عورتوں کی جہاد میں شرکت کا ذکر ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔

(الشرح الکامل للامام النووی : ۲/۱۱۶).

اس کے بعد فرماتے ہیں: **وفي هذا أن المرأة تستحق الرضخ ولاتستحق السهم وبهذا قال أبوحنيفة والثوری والليث والشافعی .**
یعنی عورت کو جہاد میں مال غنیمت سے کچھ عطیہ دیا جائیگا یہی ابوحنیفہؒ، ثوری اور لیث اور شافعیؒ کا مذہب ہے۔ (الشرح الکامل للامام النووی:۲/۱۱۲).

اس لیے یہاں نسخ کی بات نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کبشہؓ کو جہاد میں شرکت کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور اس کی تین مصلحتیں ذکر فرمائی۔(۱) تاکہ اس کو سنت نہ سمجھا جائے، (۲) تاکہ اس کو عادت نہ بنایا جائے اور کہیں سب عورتیں نکلنے کے درپے نہ ہو جائیں۔ (۳) تاکہ لوگ یہ مشہور نہ کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو لڑائی کے لیے بھیج رہے ہیں۔ **لايتحدث الناس أن محمداً يغزو بالنساء** ،اس میں غزو کا لفظ آیا ہے جس کے حقیقی معنی لڑائی کے لیے جانا ہے، اگرچہ کبھی دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تہذیب لسان العرب میں ہے: **الغزو السير إلى قتال العدو** . (۲/۲٦٦).
معلوم ہوا کہ خواتین کی جہاد میں شرکت اپنی ذات کے اعتبار سے ممنوع نہیں تھا البتہ ان تین مصلحتوں کی وجہ سے اجازت مرحمت نہیں فرمائی تاکہ اس کو سنت نہ سمجھا جائے اور عادت نہ بنایا جائے اور لوگ اس کو لڑائی میں شرکت کے لیے بھیجنا نہ سمجھیں اگرچہ ام کبشہ علاج ومعالجہ کے لیے جانا چاہتی تھیں، لیکن لوگ لڑائی کے لیے بھیجنا سمجھیں گے جبکہ عورتوں سے لڑائی مطلوب نہیں۔

یہ ایسا ہے جیسے بوقتِ ضرورت تیمّم کی اجازت ہے لیکن عبداللہ بن مسعودؓ اس مصلحت کی وجہ سے اجازت نہیں دیتے کہ لوگ تیمّم کی اجازت سے غلط فائدہ اٹھائیں

یا حج تمتع کی اجازت ہے لیکن حضرت عمرؓ اس مصلحت سے اجازت نہیں دیتے تا کہ پورا سال لوگ عمرے کے لیے جایا کریں اور خانہ کعبہ آباد رہے یا بنی سلمہ مدینہ کے اطراف کو چھوڑ کر مسجد نبوی کے قریب آنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصلحت سے اجازت نہیں دی کہ مدینہ منورہ کے اطراف آباد رہیں، یا عقبہ بن الحارث نے ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر کسی وجہ سے ایک عورت نے کہا کہ تم شوہر بیوی کو میں نے دودھ پلایا ہے تو احناف کے نزدیک رضاعت تو ثابت نہیں ہوئی لیکن اس مصلحت سے تفریق کا مشورہ دیا کہ شوہر بیوی میں بے تکلفی نہیں رہے گی اسی طرح یہاں بھی ہے۔ جہاد میں شرکت شجرۂ ممنوعہ نہیں تھی لیکن مذکورہ بالا تین مصلحتوں کی وجہ سے اجازت نہیں ملی۔

یاد رہے اب عرصہ دراز سے معرکہ قتال میں عورتوں کی شرکت بے شمار مصالح کی وجہ سے متروک ہو چکی ہے، اگر چہ شرعاً شرائط و آداب کی رعایت کرتے ہوئے شرکت کی اجازت ہو سکتی ہے، ہاں قرونِ اولیٰ کی خواتین کے دل ایمانی قوت سے لبریز تھے وہ اپنے طور پر بھی کبھی لڑائی میں بھی حصہ لیتی تھیں۔

صحابیات کی جہاد میں شرکت اور اس میں قتال کے چند ایمان افزوں واقعات حسبِ ذیل ہیں:

ام حرامؓ کی جہاد میں شرکت اور شہادت:

حضرت ام حرامؓ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ مبارک سے جہاد میں شرکت کی پیشین گوئی اور اس میں شہادت کی بشارت حاصل ہوئی یہ پیشین گوئی آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پوری ہوئی، چنانچہ جہاد میں شریک ہوئیں اور شہادت کا درجہ بھی حاصل کیا اور کسی صحابی نے نکیر نہیں فرمائی۔ اور اس جہاد میں ان کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ بھی شریک تھیں۔ روایت ملاحظہ ہو:

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل على أم حرام بنت ملحان فتطعمه... فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم استيقظ وهو يضحك. فقلت: وما يضحكك؟ يا رسول الله! قال: ناس من أمتي عرضوا علي غزاة في سبيل الله يركبون ثبج هذا البحر ملوكا على الأسرة أو مثل الملوك على الأسرة. قالت: فقلت: يا رسول الله! ادع الله أن يجعلني منهم. فدعا لها رسول الله صلى الله عليه وسلم... فركبت البحر في زمان معاوية بن أبي سفيان فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت. (البخاري رقم: ۲۷۸۸ باب الدعاء بالجهاد).

وفي رواية: فركبت البحر مع بنت قرظة. (البخاري رقم: ۲۸۷۷ باب غزو المرأة في البحر) **وقال الحافظ في الفتح: هي زوج معاوية واسمها فاختة وقيل كنود.** (۷٦/٦).

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کھانا تناول فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کس چیز نے آپ کو ہنسایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خواب میں میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سمندر پر بادشاہوں کی مانند سوار ہوکر جہاد کرینگے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالی عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوجاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ بھی ان میں سے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں بحری لشکر روانہ ہوا حضرت ام حرامؓ بھی اس میں شریک ہوئیں اور انھیں مقامِ شہادت حاصل ہوا۔

ام عمارہؓ کی جہاد میں شرکت اور قتال:

قال ابن هشام : وقاتلت أم عمارة نسيبة بنت كعب المازنية يوم أحد. فذكر سعيد بن أبي زيد الأنصاري أن أم سعد بنت سعد بن الربيع كانت تقول: دخلت على أم عمارة فقلت لها: يا خالة ! أخبريني خبرك. فقالت: خرجت أول النهار أنظر ما يصنع الناس ومعي سقاء فيه ماء. فانتهيت إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو في أصحابه والدولة والريح للمسلمين. فلما انهزم المسلمون انحزت إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقمت أباشر القتال وأذب عنه بالسيف وأرمي عن القوس حتى خلصت الجراح ألي. قالت فرأيت على عاتقها جرحا أجوف له غور. فقلت لها: من أصابك بهذا؟ قالت: ابن قمئة

أقمأه اللّٰه. لما ولى الناس عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أقبل يقول: دلوني على محمد لا نجوت إن نجا. فاعترضت له أنا ومصعب بن عمير وأناس ممن ثبت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فضربني هذه الضربة. ولقد ضربته على ذلك ضربات ولكن عدو اللّٰه كانت عليه درعان. (البداية والنهاية ٤/٤١٠، فصل في قتال أم عمارة، ط:دارالمؤيد، الرياض)

ترجمہ: حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا اے خالہ جان مجھے اپنا واقعہ سنائیں۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا میں بوقتِ صبح لوگوں کی حالت دیکھنے کے لئے نکلی اور میرے ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے اور فتح مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ جب مسلمانوں کو ظاہری شکست ہوئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کیا اور میں نے قتال شروع کیا اور تلوار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہی تھی اور مجھے ایک زخم لگا۔

حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے ان کے کندھے پر ایک زخم دیکھا جو کافی گہرا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کس نے آپکو زخمی کیا تو انھوں نے فرمایا ابن قمئہ نے۔ جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ سلم سے دور ہو گئے تو وہ آگے بڑھا اور کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رہنمائی کرو اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکتا۔ میں اور حضرت مصعب بن عمیر اور چند صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حائل بن گئے تو اس نے مجھے یہ زخم لگایا۔ میں نے اسکو وار کیا لیکن اس اللہ کے دشمن نے دو زرہیں پہنی تھیں۔

ام سلیمؓ کی جہاد میں شرکت اور قتال:

عن أنس رضي اللّه تعالى عنه قال: جاء أبو طلحة يوم حنين يُضْحِكُ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. فقال: يا رسول اللّٰه! ألم تر إلى أم سليم معها خنجر. فقال لها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يا أم سليم! ما أردت إليه؟ قالت: أردت إن دنا ألي أحد منهم طعنته به.

(المصنف لابن أبي شيبة: ۲۰/۵۲۳/۲، رقم: ۳۸۱٤۲، ومسلم، ۱۸۰۹).

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ حنین کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہنسانے کی غرض سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ام سلیم کو نہیں دیکھا اسکے ہاتھ میں ایک خنجر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے ام سلیم! کیا ارادہ ہے؟

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اگر کوئی میرے قریب آئے تو میں اسکو اس خنجر سے مارونگی۔

اسماء بنت یزید کی جہاد میں شرکت وقتال:

عن محمد بن مهاجر وعمرو بن مهاجر عن أبيهما أن أسماء بنت يزيد بن السكن بنت عم معاذ بن جبل قتلت يوم اليرموك تسعة من الروم بعمود فسطاطها. (المعجم الكبير للطبراني رقم: ٤٠٣ وقال الهيثمي: رواه الطبراني ورجاله ثقات).

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچازاد بہن حضرت اسماء بنت یزید رضی

اللہ تعالیٰ عنہا نے جنگِ یرموک میں نو رومیوں کو اپنے خیمہ کے ستون سے قتل کیا۔

یاد رہے کہ جنگِ یرموک ایک قول کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۱۳ھ ہوئی تھی، اور مشہور قول یہ ہے کہ ۵ رجب ۱۵ھ بموافق ۶۳۶ء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی تھی (البدایہ والنہایہ: ۷/۷، ط: الریاض، والتاریخ الاسلامی، ص ۸۷ بلاد کتور محمد سہیل)۔

جس سے معلوم ہوا کہ خواتین کی جہاد میں شرکت منسوخ نہیں ہوئی۔

ام حکیم بنت الحارث بن ہشام کی جہاد میں شرکت اور قتال:

حضرت ام حکیم غزوۂ احد میں شریک تھیں جبکہ اسلام نہیں لائی تھی اور فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ان کے شوہر یمن کی طرف بھاگ نکلے تو حضرت ام حکیمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے شوہر کی طرف رخ کیا اور حضرت عکرمہ حضرت ام حکیمؓ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اس کے بعد حضرت ام حکیم اپنے شوہر حضرت عکرمہ ﷜ کے ساتھ روم کے جہاد کے لیے تشریف لے گئیں، اور حضرت عکرمہؓ اسی جنگ میں شہید ہو گئے، تو انہوں نے حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ سے نکاح کر لیا[۱] پھر واقعہ مرج الصفر کے وقت حضرت خالدؓ نے ان کے ساتھ صحبت اور شب باشی کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت ام حکیم نے جواب دیا کہ آپ رومیوں کی شکست تک انتظار کر لیں تو مناسب ہوگا، حضرت خالدؓ نے کہا میرے جی میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس جنگ میں شہید ہونے والا ہوں تو حضرت ام حکیمؓ نے کہا پھر ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہاں ایک پل کے قریب حضرت خالدؓ نے شب باشی اور خلوت فرمائی، اس کے بعد وہ پل ''قنطرہ ام حکیم'' سے مشہور ہو گیا حضرت

خالدؓ نے شبِ زفاف کی صبح ولیمہ فرمایا مجاہدین کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو رومی لوگ آگئے اور جنگ شروع ہوگئی، مجاہدین نے نہر کے قریب قتال کیا حضرت ام حکیمؓ نے بھی جہاد میں شرکت کی، اور اپنے شبِ زفاف والے خیمہ کے ستون سے سات رومیوں کو قتل کیا۔(الاصابہ فی تمییز الصحباہ :۳۷۹/۸).

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔

[۱] بظاہر اس واقعہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ بغیر عدت گزارے کیسے نکاح کرلیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتبِ تاریخ میں یہ بات مصرح ہے کہ انہوں نے چار ماہ دس دن عدت گزارنے کے بعد نکاح کیا تھا۔ راجع: (الطبقات الکبری لابن سعد:۹۸/۳، دار صادر، والاستیعاب لابن عبدالبر:۱۹۳۲/٤، والوافی بالوفیات لصلاح الدین خلیل بن ایبك: ۸۲/۳،ط: بیروت).

ام سنانؓ کی جہاد میں شرکت کا واقعہ:

ام سنانؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت صفیہؓ کی رخصتی میں حاضر تھی، ہم نے ان کے بالوں میں کنگی کی اور خوشبو لگائی وہ سب سے خوبصورت خاتون تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شب باشی فرمائی، ہم نے حضرت صفیہؓ سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت فرمائی۔ چند کلمات کے بعد حافظ بن حجرؒ نے واقدی کی روایت نقل فرمائی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر نکلنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ نکلنا چاہتی ہوں میں مشکیزوں کو سیتی رہوں گی اور زخمیوں کا علاج کرتی رہوں گی تو آپ نے فرمایا آپ کی دوسری سہیلیاں جن کو میں نے شرکت کی اجازت دی، کچھ آپ کی قوم سے اور کچھ دوسری

عورتیں ہیں تو آپ ام سلمہؓ کے ساتھ رہیں۔ (الاصابہ:۸/۴۱۲)۔

عورتوں کے لیے جہاد میں شرکت کا جواز فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں:

فقہائے کرام کی عبارات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کے لئے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت ہے اور احادیثِ مبارکہ میں عورتوں کے جہاد میں شریک ہوکر قتال کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن ہمارے فقہاء نے عورتوں کی کمزوری اور دوسری وجوہات کی وجہ سے ان کو قتال کرنے سے منع کیا ہے۔

قال محمد رحمه اللّٰه تعالى: لا يعجبنا أن تقاتل النساء المسلمات مع الرجال إلا أن يضطر المسلمون إلى ذلک، فإن اضطر المسلمون إلى ذلک بأن جاء النفير وكان في خروجهن حاجة وضرورة فلا بأس بخروجهن للقتال. ولهن أن يخرجن في هذه الحالة من غير إذن أبائهن وأزواجهن. وليس لهم منعهن عن الخروج ويأثمون بالمنع عن الخروج وكذا إذا لم يضطر المسلمون إلى خروجهن ولكن أمكنهن القتال من بعيد من حيث الرمي فلا بأس بذلک. ولا تخرج الشواب لمداواة الجرحى وسقي الماء والطبخ والخبز لأجل العزاة. وأما العجائز اللآتي دخلن فى السن فلا بأس أن يخرجن فى الصوائف ونحوها من الجنود العظام ويداوين المرضى والجرحى ويسقين الماء ويخبزن ويطبخن ولكن لا يقاتلن. (الفتاوى الهندية ۱۸۹/۲، كتاب السير).

قال في الدر المختار: لا يفرض على صبي... وعبد وامرأة. وفي رد المحتار: بخلاف المرأة ولو غير متزوجة لأنها ليست من أهل القتال لضعف بنيتها... وبه ظهر الفرق وهو أن عدم وجوبه على العبد لحق المولى فإذا زال حقه بإذنه ثبت الوجوب بخلاف المرأة فإنه ليس لحق الزوج بل لكونها ليست من أهله ولذا لم يجب على غير المتزوجة.
(الدر المختار مع فتاوى الشامي: ٤/ ١٢٤، كتاب الجهاد).

ثم الأولى في إخراج النساء العجائز للطب والمداواة والسقي دون الشواب. (فتح القدير: ٥/ ٢٠٠، مكتبة رشيدية).

مذکورہ بالا عبارات سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے:

☆ عام حالات میں عورت پر قتال فرض نہیں الا یہ کہ نفیر عام ہو۔

☆ عام حالات میں عورتیں قتال نہ کریں، ہاں دور سے تیر مارنے کی اجازت ہے۔

☆ زخمیوں کے علاج اور کھانا پکانے کے لئے عمر رسیدہ عورتیں جہاد میں جاسکتی ہیں جبکہ لشکر بڑا ہو اور ان کی گرفتاری کا اندیشہ نہ ہو۔

جہاد میں عورتوں کی گرفتاری یا ہلاکت کا کچھ نہ کچھ اندیشہ تو ہوتا ہے، لیکن پھر بھی بعض عورتوں کو نکلنے کی اجازت ہے اور تبلیغی جماعت میں الحمد للہ کوئی خطرہ نہیں پھر بھی تبلیغ میں نکلنے کی اجازت کیوں نہیں ہوگی؟

اسی طرح فقہائے کرام کی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے اپنے محرم کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت ہے اور تبلیغی جماعت میں مستورات محرم ہی

کے ساتھ جاتی ہیں۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تسافر المرأة إلا مع ذي رحم محرم. (البخاري رقم: ١٨٦٢ باب حج النساء).

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سفر نہ کرے مگر ذو رحم محرم کے ساتھ۔

قال محمد رحمه اللّٰه تعالى: ويجوز له أن يسافر بها وأن يخلو بها يعني لمحارمه إذا أمن على نفسه ... فقد أباح للمرأة المسافرة مع ذي رحم المحرم وإنه يوجب إباحة المسافرة للمحرم معها. (المحيط البرهاني:٥/٣٣٣، كتاب الاستحسان والكراهة).

ومتى جاز المس جاز سفره بها ويخلو إذا أمن عليه وعليها. (الدر المختار: ٦/٣٦٨، سعيد).

اعتراض (۱۰): جب تبلیغ میں عورتوں کا جانا مطلوب ہے تو ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تبلیغ کے لئے کیوں سفر نہیں کیا؟

الجواب: اس کا جواب گزر چکا ہے کہ ازواجِ مطہرات جہاد کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھیں، جہاد تو تبلیغ سے بھی زیادہ پر مشقت ہے نیز تبلیغ جہاد کی ایک قسم ہے۔

تبلیغ کے جہاد ہونے پر چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

☆ لسان العرب اور تاج العروس میں جہاد کا مفہوم درجِ ذیل ہے:

الجهاد: استفراغ الوسع في الحرب أو اللسان أو ما أطاق من شيء. (لسان العرب ۳/۱۳۵، دار الفکر)

ترجمہ: جہاد اپنی طاقت کولڑائی میں خرچ کرنا یا زبان کو یا جس چیز کی بھی طاقت ہواسکوخرچ کرنا۔

وحقيقة الجهاد كما قال الراغب: استفراغ الوسع والجهد فيما لا يرتضي. (تاج العروس:۱/۱۹٤٥)۔

ترجمہ: جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی وسعت اور طاقت کوخرچ کرنا کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں۔

☆ أفضلها (أي الأعمال) الجهاد في سبيل اللّٰه وهو نوعان، أفضلها جهاد المؤمن بعدوه الكافر وقتاله في سبيل اللّٰه، فإن فيه دعوة له إلى الإيمان باللّٰه ورسوله ليدخل في الإيمان...فالجهاد في سبيل اللّٰه دعاء الخلق إلى الإيمان باللّٰه ورسوله بالسيف واللسان بعد دعائهم إليه بالحجة والبرهان...والنوع الثاني من الجهاد، جهاد النفس في طاعة اللّٰه...وأعظم مجاهدة النفس على طاعة اللّٰه عمارة بيوته بالذكر والطاعة. (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي، ص: ۲۲۷، دار ابن حزم للطبعة والنشر)۔

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جہاد فی سبیل اللہ کی دوقسمیں ہیں، افضل تو یہ ہے کہ مؤمن اپنے ظاہری دشمن یعنی کفار کے ساتھ جنگ وقتال کرے، اسلئے کہ اسمیں انکو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت ہے تا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔لہذا جہاد فی سبیل اللہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ایمان کی

دعوت دینا ہے چاہے زبان کے ذریعہ ہو یا تلوار کے ذریعہ۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو اللہ تعالی کی اطاعت پر لانے کے لئے اپنی طاقت کو استعمال کرے، اور مجاہدۃ النفس میں سب سے اعظم جہاد مساجد کو اللہ تعالی کی اطاعت اور ذکر سے آباد کرنا ہے۔

☆ **وأما الجهاد في اللغة فعبارة عن بذل الجهد بالضم وهو الوسع والطاقة، أو عن المبالغة في العمل من الجهد بالفتح، وفي عرف الشرع يستعمل في بذل الوسع والطاقة بالقتال في سبيل الله عز وجل بالنفس والمال واللسان أو غير ذلک.** (بدائع الصنائع ۹۷/۷، ایچ ایم سعید).

علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: جہاد کا لغوی معنی طاقت کو استعمال کرنا یا مبالغہ کے ساتھ کام کرنا، اور شرعاً اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑائی کرنے کے لئے طاقت کو استعمال کرنا یا اسمیں مبالغہ کرنا جان، مال اور زبان وغیرہ کے ذریعہ۔ اور شریعت میں جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی طاقت اور وسعت کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں استعمال کرنا، جان، مال اور زبان وغیرہ کے ذریعہ۔

☆ **قوله مصدر جاهد: أي بذل وسعه وهذا عام يشمل المجاهد بكل أمر بمعروف ونهي عن منكر.** (الشامي: ۱۲۱/٤، ایچ ایم سعید).

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: جہاد جاہد کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں اپنی طاقت خرچ کرنا، اور یہ عام ہے ہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنی طاقت کو استعمال کرنے والے کو شامل ہے۔

☆ **﴿يأيها النبي جاهد الكفار والمنافقين.﴾** (سورة التوبة آية:۷۳).

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! جہاد کر کفار اور منافقین سے۔

ظاهره يقتضي مقاتلة المنافقين وهم غير مظهرين للكفر ولا نحكم بالظاهر لأنا نحكم بالظاهر كما في الخبر، ولذا فسر ابن عباس والسدي ومجاهد جهاد الأولين بالسيف والآخرين باللسان، وذلك بنحو الوعظ وإلزام الحجة بناء على أن الجهاد بذل الجهد في دفع ما لا يرضى وهو أعم من أن يكون بالقتال أو بغيره. (روح المعاني ١٠/١٣٦، مكتبه دار التراث).

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: آیت کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ منافقین سے قتال کرو، جب کہ منافقین کفر و نفاق کو ظاہر نہیں کرتے ہیں، اس لیے ہم آیت کے ظاہر پر عمل نہیں کریں گے کیونکہ کہ شریعت نے ہمیں لوگوں کی ظاہری حالت پر فیصلہ کا حکم دیا ہے، چنانچہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف مراد ہے اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے، یعنی وعظ وغیرہ کے ذریعہ، اسلئے کہ جہاد کا معنی ہیں نامرضیات کے دفع میں اپنی طاقت کو خرچ کرنا چاہے قتال کے ذریعہ ہو یا کسی اور طریقہ سے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں: جہاد کا معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا۔ یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی کسی اور طریق سے، منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں، انکے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہور امت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہد نبوت میں ایسا واقع ہوا۔ اسی لئے جہاد کا لفظ اس آیت میں عام رکھا گیا ہے

یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ (تفسیر عثمانی ص:۲۶۳، سورۃ التوبۃ)۔

☆ ﴿فلا تطع الكافرين وجاهدهم به جهاداً كبيراً.﴾ (سورة الفرقان آية: ٥٢).

سو تم کافروں کا کہنا مت مانوں، اور قرآن کے ذریعہ ان کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔

وجاهدهم به أي بالقرآن قاله ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنه. (تفسير ابن كثير ٣/٣٥٤، مكتب الرياض).

اس آیت میں جہاد کا اطلاق جہاد باللسان پر ہوا ہے جیسے کہ تفسیر سے واضح ہے۔

☆ ﴿وجاهدوا في اللّٰه حق جهاده.﴾ (سورة الحج آية:٧٨).

اور اللہ تعالی کے واسطے محنت کرو جیسے کہ محنت کرنے کا حق ہے۔

استفرغوا وسعكم في إحياء دين اللّٰه تعالى وإقامة حقوقه بالحرب وباليد واللسان وجميع ما يمكن، وردوا أنفسكم عن الهوى والميل. (تفسير الرازي ١١/١٥٧).

علامہ رازی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے دین اور اللہ تعالی کے حقوق کو قائم کرنے کے لئے اپنی طاقت کو خرچ کرو یا تو قتال کے ذریعہ یا زبان یا ہاتھ کے ذریعہ یا ہر ممکن طریق سے۔

أي بأموالكم وألسنتكم وأنفسكم. (تفسير ابن كثير ٣/٢٦١، مكتب الرياض).

یعنی اللہ تعالی کے دین کے لئے جہاد تمہارے مال، زبان اور جان، تینوں کے

ذریعہ کرو۔

والأولى أن يكون المراد به ضروبه الثلاثة. (روح المعاني ۲۰۹/۱۷) .

یعنی اولی اور بہتر یہی ہے کہ اس آیت میں جہاد کی تینوں قسمیں مراد ہوں یعنی جہاد بالمال واللسان والنفس۔

☆ ﴿**والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا.**﴾ (سورة العنكبوت آية:٦٩).

ترجمہ: اور جولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انکوں ہماری جنت کے راستے دکھادینگے۔

قال سهل بن عبد الله: والذين جاهدوا في إقامة السنة لنهدينهم سبل الجنة. (تفسير النسفي ٢٦٥/٤،دار الفكر).

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالی اس آیت کی تفسیر میں شیخ سہل بن عبد اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جولوگ سنت کوزندہ کرنے کے لئے مشقت اٹھاتے ہیں ہم انکو جنت کا راستہ دکھائیں گے۔

قال السدي وغيره: إن هذه الآية نزلت قبل فرض القتال، قال ابن عطية: فهي قبل الجهاد العرفي وإنما هو جهاد عام في دين الله و طلب مرضاته...وقال أبو سليمان الداراني: ليس الجهاد فى الآية قتال الكفار فقط بل هو نصر الدين، والرد على المبطلين، وقمع الظالمين، و عظمه الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ومنه مجاهدة النفوس في طاعة الله وهو الجهاد الأكبر. (الجامع لأحكام القران ٢٤٢/١٣).

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ آیت قتال اور عرفی جہاد کی فرضیت

سے پہلے نازل ہوئی پس اس سے اللہ تعالی کے دین اور اللہ تعالی کی مرضیات کے حصول میں مشقت برداشت کرنا مراد ہے، شیخ سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: آیت میں جہاد سے مراد صرف کفار سے قتال مراد نہیں بلکہ نصرتِ دین مراد ہے اور مبطلین پر رد کرنا ظالمین کو ذلیل کرنا اور اسمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک عظیم مرتبہ رکھتا ہے۔

☆ ﴿**يجاهدون في سبيل اللّٰه ولا يخافون لومة لائم.**﴾ (سورة المائدة آية : ٥٤).

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں اور کسی کے الزام سے ڈرتے نہیں۔

فبين اللّٰه تعالى في هذه الآية أن من كان قوياً في الدين فإنه لايخاف في نصرة دين اللّٰه بيده ولسانه لومة لائم. (تفسير الرازي ٨٥/٦).

اللہ تعالی نے اس آیت میں یہ بیان کیا کہ جو آدمی دین پر قوی ہو وہ ہاتھ یا زبان کے ذریعہ اللہ تعالی کے دین کی نصرت میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔

أي لايردهم عما هم فيه من طاعة اللّٰه، وإقامة الحدود، وقتال أعدائه، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، لايردهم عن ذلك راد، ولا يصدهم عنه صاد. (تفسير لابن كثير: ٨٠/٢، مكتب الرياض).

اللہ تعالی کی اطاعت سے اور حدود کو قائم کرنے سے، دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے، اور امر بالمعروف نہی عن المنکر سے انکو کوئی روک نہیں سکتا۔

☆ ﴿**ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة.**﴾

(سورة النحل آية:١٢٥).

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ۔

☆ عن ابن مسعود رضي اللّٰه تعالى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ما من نبي بعثه اللّٰه في أمته قبلي إلا كان له في أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره، ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لايفعلون ويفعلون ما لايؤمرون، فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهم مؤمن، وليس وراء ذلک من الإيمان حبة خردل.

(مسلم رقم:١٨٨ باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان).

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی بھیجے گئے ہر نبی کی امت میں انکے حوارین اور ساتھی ہوتے رہیں، جو انکی سنتوں کو لیتے اور انکے حکموں کی پیروی کرتے، پھر انکے بعد برے نائبین آئے جو ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے کام کرتے جنکا انکو حکم نہیں دیا گیا، پس جو انکے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے، اور جو انکے ساتھ زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اور جو دل کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔

☆ عن أنس رضي اللّٰه تعالى عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم. (أبو داود رقم:٢٥٠٦ باب كراهة ترك الغزو، والنسائي رقم:٣٠٩٦ باب وجوب الجهاد).

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشرکین کے ساتھ جہاد کرو، مال، ہاتھ اور زبان سے۔

☆ **عن علي رضي اللّٰه تعالى عنه قال: الجهاد ثلاثة، جهاد بيد وجهاد بلسان وجهاد بقلب، فأول ما يغلب عليه جهاد اليد ثم جهاد اللسان، وإذا كان القلب لايعرف معروفا ولاينكر منكرا نكس فجعل أعلاه أسفله.** (شعب الإيمان للبيهقي رقم:۷۱۷۷ باب أحاديث في وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وقال التقي الدين الندوي في تعليقاته: فيه شيخ المؤلف لم أعرفه وبقية رجاله ثقات).

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاد کی تین قسمیں ہیں: ہاتھ سے جہاد کرنا، زبان سے جہاد کرنا، دل سے جہاد کرنا، سب سے پہلے ہاتھ کا جہاد مغلوب ہوگا پھر زبان کا پھر دل کا، اور جب دل حق کو حق نہ سمجھے اور منکر کو منکر نہ سمجھے تو دل الٹا ہو جاتا ہے، پس اس کے اوپر کا حصہ نیچے ہو جائیگا۔

☆ **عن جابر رضي اللّٰه تعالى عنه قال: قدم على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قوم غزاة، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: قدمتم خير مقدم من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر. قالوا: وما الجهاد الأكبر؟ قال مجاهدة العبد هواه.** (البيهقي فى الزهد رقم:۳۸٤ وإسناده ضعيف، فيه ليث بن أبي سليم ويختلط كثيرا، وقال العلامة الآلوسي في روح المعاني تحت آية "وجاهدوا فى اللّٰه حق جهاده": وفي إسناده ضعف مغتفر في مثله. ۲۰۹/۱۷).

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ایک لشکر نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خیر مقدم کہا اور فرمایا کہ تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے، لشکر نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بندہ کا اپنی خواہشات کے مقابلہ میں مشقت برداشت کرنا۔

دوسری روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: المجاهد من جاهد نفسه.

(الترمذي رقم: ١٧٢١ باب ما جاء في فضل من مات مرابطا).

وفي رواية: المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله. (مسند أحمد رقم: ٢٤٦٩٤).

وجهاد النفس هو الجهاد الأكبر. (روح المعاني: ١٦/٢١).

والمجاهد أي الحقيقي من جاهد نفسه في طاعة الله إذ هو الجهاد الأكبر. (مرقاة المفاتيح ١٠٨/١، مكتبه إمدادية).

جهاد المرء نفسه هو الجهاد الأكبر وحرب العدو الأصغر، قال تعالى: ﴿وأما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فإن الجنة هي المأوى﴾. (شرح البخاري لابن بطال ٢١٠/١٠، مكتبة الرشد).

مذکورہ بالا عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس کے خلاف جہاد کرنا یہ جہاد اکبر ہے۔

جواب (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ تبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عبارت ہے جس میں اصلاح ذات البین ایک اہم شعبہ ہے اور اس کام کیلئے بعض ازواج مطہرات کا نکلنا ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو تمام ازواج مطہرات میں افضل ہیں اور انکی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی طعام پر، وہ واقعہ جمل کے موقع پر اصلاح کیلئے نکلی تھیں۔

واقعہ مختصراً یوں تھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مکہ مکرمہ میں حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت ابن عمر یعلی بن امیہ بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا اجتماع ہوا اور مکہ مکرمہ میں بعض ازواج مطہرات یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، ان سب حضرات کا کہنا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا چاہئے۔ آخر میں سب حضرات نے بصرہ جانے پر اتفاق کیا، کیونکہ وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ماننے والے بہت تھے اور مسلمانوں کی لشکر گاہ تھی، مقصد یہ تھا کہ جمع عظیم قصاص کا مطالبہ کرے تو بات مؤثر ہوگی، ان سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ تشریف لیجائیں تاکہ فتنہ ختم ہو جائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سفر کا مقصد دریافت کرنے کے لیے حضرت قعقاع کو بھیجا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کے درمیان صلح اور اصلاح کی غرض سے آئی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خبر دی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے خطبہ دیا جس میں یوں فرمایا کہ کل ہم واپس جارہے ہیں۔ مفسدین نے کہا ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی وہی ہے جو دوسروں کی ہے، بعض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت میں رہے اور بعض حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جماعت میں داخل ہو گئے اور انہوں نے دوسرے دن علی الصباح حملہ کر لیا۔

قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام. (البخاري رقم: ۰ ۳۷۷ باب فضل عائشة).

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت حضرت باقی کھانوں پر۔

وعائشة رضي اللّٰه عنها ، إنما خرجت من بيتها إلى مكة للحج وخرجت معها لذلك أيضا أم سلمة رضى اللّٰه عنها وهي وكذا صفية مقبولة عند الشيعة، لكنها لما سمعت بقتل عثمان رضي اللّٰه تعالى عنه وانحياز قتلته إلى علي كرم اللّٰه تعالى وجهه حزنت حزنا شديدا واستشعرت اختلال أمر المسلمين وحصول الفساد والفتنة فيما بينهم، وبينما هي كذلك جاء ها طلحة والزبير ونعمان بن بشير وكعب بن عجرة في آخرين من الصحابة رضى اللّٰه تعالى عنهم هاربين من المدينة خائفين من قتلة عثمان رضي اللّٰه تعالى عنهم لما أنهم أظهروا المباهاة بفعلهم القبيح، وأعلنوا بسب عثمان، فضاقت قلوب أولئك الكرام وجعلوا يستقبحون ما وقع ويشنعون على أولئك السفلة ويلومونهم على ذلك الفعل الأشنع، فصح عندهم عزمهم على إلحاقهم بعثمان رضي اللّٰه تعالى عنه وعلموا أن لاقدرة لهم على منعهم إذا هموا بذلك، فخرجوا إلى مكة ولاذوا بأم المؤمنين وأخبروها الخبر، فقالت لهم: أرى الصلاح أن لا ترجعوا إلى المدينة مادام أولئك السفلة فيها محيطين بمجلس الأمير علي كرم اللّٰه وجهه غير

قادر على القصاص منهم أو طردهم، فأقيموا ببلد تأمنون فيه وانتظروا انتظام أمور أمير المؤمنين رضي الله تعالى عنه وقوة شوكته واسعوا في تفرقهم عنه وإعانته على الانتقام منهم ليكونوا عبرة لمن بعدهم، فارتضوا ذلك واستحسنوه، فاختاروا البصرة لما أنها كانت إذ ذاك مجمعا لجنود المسلمين ورجحوها على غيرها، وألحوا على أمهم رضي الله تعالى عنها أن تكون معهم إلى أن ترتفع الفتنة ويحصل الأمن وتنتظم أمور الخلافة، وأرادوا بذلك زيادة احترامهم وقوة أمنيتهم لما أنها أم المؤمنين والزوج المحترمة غاية الاحترام لرسول الله صلى الله عليه وسلم وأنها كانت أحب أزواجه إليه وأكثرهن قبولا عنده وبنت خليفته الأول رضي الله تعالى عنه، **فسارت معهم بقصد الاصلاح وانتظام الأمور وحفظ عدة نفوس من كبار الصحابة رضي الله تعالى عنهم**، وكان معها ابن اختها عبد الله بن الزبير وغيره من أبناء أخواتها أم كلثوم زوج طلحة وأسماء زوج الزبير بل كل من معها بمنزلة الأبناء في المحرمية، وكانت في هودج من حديد. فبلغ الأمير كرم الله وجهه خبر التوجه إلى البصرة أولئك القتلة السفلة على غير وجهه وحملوه على أن يخرج إليهم ويعاقبهم، وأشار عليه الحسن والحسين وعبد الله بن جعفر وعبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهم بعدم الخروج واللبث إلى أن يتضح الحال فأبى رضي الله تعالى عنه

ليقضي اللّه أمرا كان مفعولا. فخرج كرم اللّه وجهه ومعه أولئك الأشرار أهل الفتنة، فلما وصلوا قريبا من البصرة أرسلوا القعقاع إلى أم المؤمنين فقال: يا أماه! ما أشخصك وأقدمك هذه البلدة؟ فقالت: أي بني **الإصلاح بين الناس**، ثم بعثت إلى طلحة والزبير. فقال القعقاع: أخبراني بوجه الصلاح. قالا: إقامة الحد على قتلة عثمان وتطييب قلوب أوليائه فيكون ذلك سببا لأمننا وعبرة لمن بعدهم. فقال القعقاع: هذا لايكون إلا بعد اتفاق كلمة المسلمين وستكون الفتنة فعليكما بالمسالمة في هذه الساعة. فقالا: أصبت وأحسنت فرجع إلى الأمير كرم اللّه وجهه فأخبره بذلك، فسر به واستبشر وأشرف القوم على الرجوع ولبثوا ثلاثة أيام لايشكون في الصلح، فلما غشيتهم ليلة اليوم الرابع وقررت الرسل والوسائط في البين أن يظهروا المصالحة صبيحة هذه الليلة ويلاقي الأمير كرم اللّه وجهه طلحة والزبير رضي اللّه تعالى عنهما وأولئك القتلة ليسوا حاضرين معه وتحققوا ذلك، ثقل عليهم واضطربوا وضاقت عليهم الأرض بما رحبت فتشاوروا فيما بينهم أن يغيروا على من كان مع عائشة من المسلمين ليظنوا الغدر من الأمير كرم اللّه تعالى وجهه، فيهجموا على عسكره فيظنوا بهم أنهم هم الذين غدروا فينشب القتال، ففعلوا ذلك فهجم من كان مع عائشة على عسكر الأمير وصرخ أولئك القتلة بالغدر فالتحم القتال وركب الأمير متعجبا فرأى الوطيس قد حمي

والرجال قد سبحت بالدماء، فلم يسعه رضي اللّٰه تعالى عنه إلا الاشتغال بالحرب والطعن والضرب. (روح المعاني:۹/۲۲، مكتبة دار التراث).

وأما قوله تقاتلين عليا فكذب فإن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها لم تقاتل ولم تخرج لقتال وإنما خرجت بقصد الإصلاح بين المسلمين.
(المنتقى من منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزال ص ۲۳۵).

ترجمہ: بہر حال یہ بات کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ قتال کے لئے نکلیں تو یہ جھوٹ ہے اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا تو صرف مسلمانوں میں اصلاح کی غرض سے نکلی تھیں۔

ومضت عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها وهي تقول: اللهم إنك تعلم أني لا أريد إلا الإصلاح. (الثقات لابن حبان: ۲/۲۸۰، دار الفكر).

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا یہ کہتی ہوئی نکلیں اے اللہ آپ جانتے ہو کہ میں صرف اصلاح کی غرض سے نکلی ہوں۔

فبعث علي القعقاع رسولا إلى طلحة والزبير بالبصرة يدعوهما إلى الألفة والجماعة، ويعظم عليهما الفرقة والاختلاف، فذهب القعقاع إلى البصرة فبدأ بعائشة أم المؤمنين، فقال أي أماه! ما أقدمك هذا البلد؟ فقالت: أي بني! الإصلاح بين الناس ...فرجع إلى علي فأخبره فأعجبه ذلك، وأشرف القوم على الصلح، كره ذلك من كرهه ورضيه من رضيه، وأرسلت عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها إلى علي رضي اللّٰه تعالى عنه تعلمه أنها جاءت للصلح، ففرح هؤلاء وهؤلاء.

وقام علي رضي اللّٰه تعالى عنه في الناس خطيبا فذكر الجاهلية وشقاء ها وأعمالها. . .ثم قال: ألا إني مرتحل غدا فارتحلوا، ولا يرتحل معي أحد أعان علي قتل عثمان بشيء من أمور الناس. (البداية والنهاية:۲۰٤/۷، دار المؤيد للنشر والتوزيع الرياض).

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کے پاس اختلاف کے نقصانات سمجھانے اور اتحاد اور اتفاق کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا، حضرت قعقاع رضی اللہ تعالی عنہ بصرہ گئے اور سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: اے میری ماں! کس مقصد سے آپ کا اس شہر میں آنا ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: اے میرے بیٹے! لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے آئی ہوں...حضرت قعقاع رضی اللہ تعالی عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس لوٹے اور انکو بتایا، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بہت خوش ہوئے اور لوگ صلح کرنے کے قریب ہو گئے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالی کو پیغام بھیجا کہ میں صلح کے لئے آئی ہوں، دونوں فریق خوش ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ تعالی نے خطبہ دیا اور فرمایا: میں کل واپس جانے والا ہوں تم بھی واپس چلو اور میرے ساتھ وہ لوگ نہ آئیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل میں اعانت کی تھی۔

وليس كذلك لأن المعروف من مذهب أبي بكرة أنه كان على رأي عائشة رضي اللّٰه عنها في طلب الإصلاح بين الناس، ولم يكن قصدهم القتال، لكن لما انتشبت الحرب لم يكن لمن معها بد من

المقاتلة . (فتح الباري:۱۳/۵۶، دار النشر باكستان).

ترجمہ:صورتِ حال اس طرح نہیں کیونکہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا مشہور اور معروف مذہب یہی ہے کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی طرح لوگوں کے درمیان اصلاح کی غرض سے آئے تھے اور انکا مقصد قتل وقتال نہیں تھا لیکن جب لڑائی چھیڑ گئی تو قتال کرنے سے کوئی چارہ نہ رہا۔

اشکال: روایات میں یہ آتا ہے کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بعد میں اپنے نکلنے پر پشیمان ہوئی تھیں، اسکا جواب کیا ہے؟

عن قيس بن أبي حازم عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها قالت: وددت أني ثكلت عشرة مثل ولد الحارث بن هشام و إني لم أسر مسيرى الذى سرت. (دلائل النبوة للبيهقي رقم:۲۷۱۳ باب ما جاء في إخباره بأن واحدة من أمهات المؤمنين تنبح عليها كلاب الحوأب).

عن علي بن عمرو الثقفي عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها قالت: لأن أكون جلست من مسيري كان أحب إلي من أن يكون لي عشرة مثل ولد الحارث بن هشام. (المصنف لابن أبي شيبة رقم:۳۸۹۶۶ كتاب الجمل).

الجواب: دونوں روایات کی سند پر کلام ہے، پہلی روایت میں قیس بن ابی حازم ہے جو آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، اور بخاری مسلم نے اختلاط سے قبل کی روایات لی ہیں، اسکی بعض روایات منکر ہیں اور یہ روایت بھی منکرات میں سے ہے۔ اور دوسری روایت میں بھی انقطاع ہے، علی بن عمرو الثقفی کی حضرت عائشہ سے ملاقات نہیں

ہوئی اسلئے کہ وہ تبع تابعی ہے۔

قیس بن أبي حازم: وقد تكلم أصحابنا فيه فمنهم من رفع قدره وعظمه وجعل الحديث عنه من أصح الإسناد ، ومنهم من حمل عليه وقال: له أحاديث مناكير... وقال علي بن المديني: قال لي يحي بن سعيد: قيس بن أبي حازم منكر الحديث- ثم ذكر له يحيى أحاديث مناكير منها حديث كلاب الحوأب... وقال يحي بن أبي غنية: حدثنا اسماعيل بن أبي خالد قال: كبر قيس بن أبي حازم حتى جاز المئة بسنين كثيرة حتى خرف وذهب عقله. (تهذيب الكمال ١٢/٢٤،مؤسسة الرسالة)

ترجمہ:قیس بن ابی حازم:متکلم فیہ ہے بعض علماء نے اسکا درجہ بہت بلند کیا ہے اوراس کی سندکو اصح الا سانید میں شمار کیا ہے،اوربعض نے اس پر جرح کی ہے اورکہا ہے کے وہ مناکیر بیان کرتا ہے،علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ یحیی بن سعید نے مجھے کہا قیس بن ابی حازم منکر الحدیث ہے،پھر یحیی نے چند مناکیر احادیث بیان کیں جن میں سے ایک حدیث حوأب تھی،یحیی بن ابی غنیۃ نے فرمایا ہم کو اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا کہ قیس بن ابی حازم اتنا بڑھا ہو گیا تھا کہ اسکی عمر سو سال سے متجاوز ہو گئی تھی اور عقل میں کچھ اختلاط ہو گیا تھا۔

علي بن عمرو الثقفي: أرسل وعنه جرير بن عبد الله لايعرف.

(لسان الميزان رقم:٤١٢٥، بيروت).

اوراگر یہ روایات صحیح بھی مان لی جائیں پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پشیمانی کی وجہ پیش آنے والی جنگ اورلڑائی تھی جس کی وجہ سے خون بہا، اپنے

اصلاح کی غرض سے نکلنے پر پشیمان نہیں ہوئی تھیں جیسے کے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی روایات میں آتا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کے خون بہنے پر پشیمان ہوئے تھے۔

"عن أبي جعفر قال: جلس علي وأصحابه يوم الجمل يبكون علي طلحة والزبير." (المصنف لابن أبي شيبة رقم:۳۸۹۲۹ ،المجلس العلمي).

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمل کے دن حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے پر ندامت کا اظہار کررہے تھے۔

وهذا كما أن الأمير كرم الله وجهه أحزنه ذلک، فقد صح أنه رضي الله عنه لما وقع الانهزام على من مع أم المؤمنين وقتل من قتل من الجمعين، طاف في مقتل القتلى، فكان يضرب فخذيه ويقول: يا ليتني مت قبل هذا وكنت نسيا منسيا. (روح المعاني ۲۲/۱۱، دار التراث).

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جب مسلمانوں کا خون بہا تو نادم اور پشیمان ہوئے اور اپنے ہاتھ کو اپنے رانوں پر مار کر فرماتے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔

قال سليمان بن صرد الخزاعي للحسن بن علي: أعذرني عند أمير المؤمنين، فإنما منعني من يوم الجمل كذا وكذا، قال: فقال الحسن: لقد رأيته حين اشتد القتال يلوذ بي ويقول: يا حسن! لوددت أني مت قبل هذا بعشرين حجة. (المصنف لابن أبي شيبة رقم:۳۸۹۹۰).

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ

سے عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس میری معذرت کرلے کہ، میں فلاں فلاں عذر کی بنا پر جمل میں شریک نہ ہوسکا تھا، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آپس میں جنگ نے شدت اختیار کی اسوقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے حسن! کاش میری وفات اس واقعہ سے دس سال پہلے ہوچکی ہوتی یعنی مسلمانوں کے خون بہنے پر اظہار افسوس فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا تبلیغ کے لئے پردہ کی پوری رعایت کرتے ہوئے سفر کرنا صرف جائز نہیں بلکہ مطلوب اور مستحسن ہے اور ہمارے اکابر بھی اسکی موافقت کرتے تھے، نیز مشاہدہ ہے کہ خواتین میں کام کی برکت سے بے شمار خاندانوں کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کار خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائیں اور سب کی محنتوں اور کوششوں کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

اعتراض (۱۱) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے مستورات کی جماعتوں کے خروج کا فتویٰ تحریر فرمایا لیکن اس کی کوئی دلیل تحریر نہیں فرمائی؟

الجواب: جواباً عرض ہے کہ شاید حضرت مفتی صاحبؒ کے نزدیک اس مسئلہ کا جواز محتاجِ دلیل نہیں تھا اس لیے دلائل نہیں لکھے، بعض مرتبہ مفتی حضرات جب عوام الناس کے لیے فتویٰ لکھتے ہیں تو دلائل تحریر نہیں فرماتے کیونکہ اکثر عوام دلیل کما حقہ نہیں سمجھتے۔ بہر حال حضرت مفتی صاحبؒ کے فتوی کے دلائل ہم خدام نے تحریر کیے ہیں، ان

میں سے بعض دلائل دینی وعلمی خروج سے متعلق ہیں اور بعض کا تعلق عام خروج سے ہے، جن کی تلخیص حسبِ ذیل ہے:

قرآنِ کریم سے دلائل:

(۱) اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت ۷۱ میں ایمان والے مرد وایمان والی عورتوں کی تعریف فرمائی اور جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت دی اس وجہ سے کہ آپس میں ایک دوسرے کے دینی امور میں مددگار ہیں، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم میں مومن عورتوں کی اچھی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی "سائحات" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں سفر کرنے والیاں، اور تبلیغ کا سفر اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کا سفر ہے۔

(۳) آیتِ کریمہ "ومن اتبعنی" کے تحت مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو چاہے مرد ہو یا عورت۔ (راجع: ایسر التفاسیر تفسیر الخازن، التفسیر المظہری تفسیر جلالین، معارف القرآن)۔

(۴) قرآنِ کریم میں وہ تمام نصوص جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت اللہ کی طرف مشیر ہیں، ان میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں۔

(۵) سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۴ کے تحت مفسرین نے فرمایا کہ ازواجِ مطہرات پر بھی یہ لازم کیا گیا کہ جو آیاتِ قرآن ان کے گھروں میں نازل ہوں یا جو تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو حاصل ہوں اس کا ذکر امت کے دوسرے

افراد سے کریں، اور اللہ تعالیٰ کی امانت ان کو پہنچادیں۔ (مستفاد از روح المعانی، واحکام القرآن للشیخ ابن عربی، ومعارف القرآن، وتفسیر حقانی)۔

احادیث سے دلائل درجِ ذیل ہیں:

(۱) حدیث میں ہے جو شخص کسی ناجائز امر کو دیکھے اگر قدرت ہو تو ہاتھ سے اس کو روک دے ورنہ زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت کمزور درجہ ہے۔

(۲) حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے وہ زمین پر اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا خلیفہ ہے۔

فائدہ: یہ احادیث اپنے عموم کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کو شامل ہیں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب لوگ کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھیں اور اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرمادے۔ یہ حدیث بھی تمام مردوں وعورتوں کو شامل ہے۔

(۴) حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ''حاضرین غائبین تک ضرور یہ پیغام پہنچادیں'' اس میں خواتین بھی شامل ہیں۔

(۵) جہاد بالسیف کے لیے صحابیات اور ازواجِ مطہرات کا نکلنا بکثرت احادیث میں وارد ہے، تو جہاد باللسان یعنی دعوت وتبلیغ کے لیے نکلنا درجہ اولیٰ جائز اور درست ہوگا۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو عیدگاہ جانے اور مسلمانوں کے عمومی خطاب اور دعوت، دعا وغیرہ میں شرکت کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ (بخاری

شریف)۔

(۷) حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام قبول کرنے کے بعد چھپ چھپ کر قریشی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں۔(الاصابہ)۔

(۸) حضرت ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور اپنے شوہر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لیے یمن کا سفر اختیار کر کے تشریف لے گئیں۔(تاریخ ابن عساکر)۔

(۹) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا ارادہ کیا تو حضرت ام سلیمؓ نے ان کو اسلام کی دعوت پیش کی، چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے ساتھ نکاح ہو گیا۔(الاصابہ ومعرفۃ الصحابہ)۔

(۱۰) حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر حاضر ہو کر مسئلہ دریافت کیا۔(بخاری شریف) اور تبلیغ کا مقصد بھی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کا مشاہدہ کر کے خود عمل پیرا ہونا ہے۔

(۱۱) حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ دریافت فرمایا۔(بخاری شریف)۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ نے حضور کے دربار میں حاضر ہو کر مسئلہ دریافت کیا۔(بخاری شریف)۔

(۱۳) ایک صحابیہؓ نے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام پیش کی اور پوری قوم اسلام میں داخل ہو گئی۔(بخاری شریف)۔

(۱۴) حضرت فاطمہ بنت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اہل میت کی تعزیت کے

لیے تشریف لے گئیں۔ (ابوداود شریف)۔

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوجاتا تھا تو عورتیں جمع ہوجایا کرتی تھیں، پھر جب عام عورتیں چلی جاتی تھیں اور خاص عورتیں رہ جاتی تھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے لیے تلبینہ پکواتی تھیں۔ (بخاری شریف)۔

(۱۶) ایک مرتبہ عورتیں اور بچے شادی کی تقریب سے واپس آرہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان سے فرمایا تم مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (بخاری شریف)۔

(۱۷) قضائے حاجت و دیگر گھریلو کام کاج کے لیے عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی اجازت تھی۔ (بخاری شریف، وروح المعانی)۔

(۱۸) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حج، عمرہ اور جہاد کے اسفار میں ازواجِ مطہرات کو قرعہ اندازی میں نام نکلنے پر رفیقہ سفر ہونے کا شرف عطا فرماتے تھے۔ (بخاری شریف، ودیگر کتبِ حدیث وسیر)۔

(۱۹) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار صلح حدیبیہ کے موقع پر روزِ روشن کی طرح آشکارا ہے، جس کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پریشانیاں یک دم راحتوں میں تبدیل ہوگئی تھیں، یعنی جو مسئلہ تقریباً ۱۴۰۰ اصحابہ کی سمجھ سے بالاتر تھا اس کو ام المؤمنین نے ایک دقیقہ میں حل فرمادیا۔

(۲۰) بے شمار احادیث سے ثابت ہے کہ عورت اپنے شرعی محرم کے ساتھ سفر کرسکتی ہے، شرعی محرم کے ساتھ سفر کی اجازت احادیث میں بلا کسی قید کے مذکور ہے۔

(۲۱) غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شرکت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔(البدایہ والنہایہ)۔

(۲۲) غزوۂ حنین کے موقعہ پر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خنجر ہاتھ میں لے کر قتال فرمایا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

(۲۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچازاد بہن حضرت اسماء بنت یزید بن السکن نے جنگِ یرموک میں شرکت کی اور نو رومیوں کو قتل کیا، اور جنگِ یرموک مشہور قول کے مطابق ۱۵ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی تھی۔(المعجم الکبیر، والبدایہ والنہایہ، والتاریخ الاسلامی)۔

(۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بصرہ کا سفر فرمایا اور اس سفر کا مقصد لوگوں کے درمیان اصلاح تھی۔ (روح المعانی، وفتح الباری وغیرہما)۔

(۲۵) غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی نے ایک یہودی کے سر پر خیمہ کی ایک لکڑی اس زور سے ماری تھی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا یہ مرد ہے میں عورت ہوں، اس لیے میں ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام:۳/ ۲۲۸، دار المعرفۃ، وسیرتِ مصطفیٰ، از مولانا محمد ادریس کاندھلوی)۔

(۲۶) حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ اور دیگر خواتین نے فتح شام، دمشق، جنگِ اجنادین وغیرہ میں شرکت کی، اور یہ واقعات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۱۳ھ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔(راجع: البدایہ والنہایہ، والتاریخ الاسلامی، فتوح الشام)۔

تنبیہ: حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قتال کا واقعہ فتوح الشام میں تفصیل سے مذکور ہے ،فتوح الشام کے علاوہ کسی اور کتاب میں یہ قصہ نہیں ملا ۔یاد رہے کہ فتوح الشام مشہور مؤرخ محمد بن عمر واقدی کی کتاب ہے، اور واقدی پر کلام اہل علم پر مخفی نہیں ہے، تاہم ہمارے بعض اکابرؒ جیسے مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کی رائے واقدی کے بارے میں یہ تھی کہ احادیث میں تو ان کی روایات کا اعتبار نہیں ،ہاں مغازی اور تاریخی واقعات کے وہ جلیل القدر امام تھے، بنابریں تاریخی واقعات ان سے نقل کرنے میں چنداں حرج نہیں ہے۔

لیکن معتدل رائے یہ ہے کہ تاریخی واقعات بھی جو اصولِ شریعت سے متصادم ہوں یا صحابہ کرام کی سیرتِ طیبہ پر زد پڑتی ہو وہاں بھی واقدی کی روایات کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (تفصیل کے لیے مراجعت کیجئے: سیرتِ مصطفیٰ:۲/ ۹۸،مکتبہ عثمانیہ، ازمولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ)۔

فقہاء کی عبارات کی تلخیص:

(۱) محقق ابن ہمامؒ، امام فخر الدین قاضیخانؒ، علامہ شامیؒ اور علامہ سید احمد طحطاویؒ وغیرہ چوٹی کے فقہاء نے عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے ،جب کہ گھر میں اس کا انتظام نہ ہوسکتا ہو اور شوہر یا محرم نگران کی اجازت سے نکلے۔

(۲) فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے کہ اگر شوہر عورت کو مجلس وعظ کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دے تو کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مجلس وعظ بدعات وغیرہ سے خالی

ہو۔

یاد رہے کہ فتاویٰ ہندیہ کسی ایک مفتی کی رائے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے چوٹی کے علما کی ایک جماعت نے سلطان عالمگیرؒ کے حکم سے مرتب کی ہے۔

علما کی شوریٰ کے امیر شیخ نظام الدین برہان پوری تھے اور شوریٰ کے ارکان چار تھے(۱) قاضی محمد حسین جونپوری (۲) شیخ علی اکبر حسینی (۳) شیخ حامد بن ابی حامد جونپوری (۴) مفتی محمد اکرم لاہوری۔ اوران کے زیرنگرانی کام کرنے والے کئی علما تھے چند مشہور شخصیات حسبِ ذیل ہیں:

☆ شیخ رضی الدین بھاگلپوری ☆ شیخ عبدالرحیم بن وجیہ الدین دہلوی ☆ مفتی وجیہ الدین کوپاموی ☆ شیخ احمد بن منصور کوپاموی ☆ ابوالبرکات بن حسان الدین دہلوی ☆ شیخ محمد جمیل بن عبدالجلیل جونپوری ☆ مولانا ابوالخیر تتوی سندھی ☆ مولانا نظام الدین بن نور محمد تتوی سندھی ☆ شیخ محمد سعید بن قطب سہالوی ☆ مفتی عبدالصمد جونپوری ☆ مولانا جلال الدین مچھلی شہری ☆ قاضی عصمت اللہ بن عبدالقادر لکھنوی ☆ قاضی محمد دولہ بن یعقوب فتحپوری ☆ شیخ محمد غوث کاکوروی ☆ سید عبدالفتاح بن ہاشم صمدی وغیرہ۔ (معارف العوارف، للعلامۃ عبدالحی بن فخر الدین الحسنی)۔

(۳) علامہ بدرالدین (محدث وفقیہ) عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ عورتوں کو اپنی ضروریات کے لیے پوری پردے کی رعایت کے ساتھ گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔

(۴) علامہ ظفر احمد عثمانی (مفتی خانقاہ تھانہ بھون) احکام القرآن (اس کتاب کے سرورق پر مرقوم ہے: علی ضوء ما افادہ حکیم الامۃ الامام الفقیہ الداعیۃ الکبیر مولانا الشیخ

اشرف علی التھانوی) میں فرماتے ہیں کہ عورتوں پر بھی مردوں کی طرح تبلیغ لازم اور ضروری ہے کیونکہ عورتیں احکام میں مردوں کے ہم پلہ اور مشابہ ہیں ، ہاں عورتوں پر مردوں کو تبلیغ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۵) فقہاء فرماتے ہیں کہ چند مواقع میں شوہر عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دیگا منجلہ چند درجِ ذیل ہیں:

(۱) والدین کی زیارت، عیادت اور تعزیت کے لیے۔ (۲) محارم کی زیارت کے لیے۔ (۳) غسالہ ہو تو غسل وکفن کے لیے۔ (۴) مجلس علم میں شرکت کے لیے (۵) مجلس وعظ میں اصلاح کے لیے۔ (۶) قابلہ ہو تو امورِ ولادت کے لیے۔ (۷) کسی غیر پر اس کا حق لازم ہو تو حصولِ حق کے لیے۔ (۸) یا عورت پر کسی غیر کا حق لازم ہو تو ادائے حق کے لیے۔ (۹) شرعی محرم کے ساتھ حج، عمرہ کے لیے۔ (فتاویٰ قاضیخان، وفتاوی الشامی، وفتح القدیر، والبحر الرائق، والمحیط البرہانی، وغیرہ)۔

مذکورہ بالا امور میں تبلیغ مجلس وعظ ومجلس علم ہی کی نظیر ہے تو تبلیغ کے لیے نکلنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا کیونکہ شوہر یا شرعی محرم ساتھ ہوتا ہے۔

مفتیانِ کرام کے اسمائے گرامی جن کے مفصل فتاویٰ مذکور ہوئے:

(۱) فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔ (دارالعلوم دیوبند)

(۲) مفتی اعظم حضرت مفتی نظام الدین اعظمی۔ (دارالعلوم دیوبند)

(۳) حضرت مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ۔ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن)

(۴) سابق مفتی اعظم دارالعلوم حقانیہ حضرت مفتی فرید صاحبؒ۔ (اکوڑہ خٹک)

(۵) دارالعلوم حقانیہ کے دیگر مفتیانِ کرام۔ (اکوڑہ خٹک)

(۶) حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔ (دارالعلوم کراچی)

(۷) حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب۔ (جامعہ عثمانیہ پیشاور)

(۸) حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنیؒ۔

(۹) حضرت مولانا مفتی سید قمر صاحب۔ (دارالعلوم سرحد پشاور)

(۱۰) حضرت مفتی غلام قادر صاحب۔ (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

(۱۱) حضرت مفتی جمال احمد صاحب۔ (دارالعلوم فیصل آباد)

(۱۲) حضرت مفتی مختار اللہ صاحب۔ (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

(۱۳) حضرت مفتی یوسف تاولوی صاحب۔ (استاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند)

(۱۴) حضرت مفتی اسماعیل واڑی والا صاحب۔ (جامعہ حسینیہ راندیر، سورت)

(۱۵) حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب۔ (جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

(۱۶) حضرت مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب۔ (شاہی مراد آباد)

(۱۷) حضرت مفتی ابراہیم صالح جی صاحب۔ (مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ، ڈربن، جنوبی افریقہ)

(۱۸) حضرت مفتی اشرف صاحب۔ (جامعہ محمودیہ اسپرنگز، جنوبی افریقہ)

امید ہے کہ طالبِ حق کے لیے کافی ہوں گے، ہاں ضد وعناد کا کوئی علاج نہیں۔

اعتراض (۱۲) بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ جماعت میں نکلنے کی صورت میں ان کو ایئرپورٹ اور بس اڈے وغیرہ پر کھڑا ہونا پڑتا ہے اور مردوں سے خلط واختلاط رہیگا؟

الجواب: جب اس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور محرم یا شوہر ساتھ ہے اور عورت پردے میں ہے تو کوئی حرج نہیں آخر نفلی حج اور عمرہ اور والدین کی ملاقات میں بھی یہ صورتِ حال پیش آتی ہے اور یہ سب شوہر اور محرم کی اجازت سے ہے بلکہ وہ خود ساتھ ہے تو اس میں کونسی قباحت ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے مجموعۃ الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

زوجہ کو جمیع امورِ شرعیہ میں شوہر کی اطاعت کرنا چاہیئے شرح شرعۃ الاسلام میں ہے: **علیها أن تطیع زوجها فی الأمور الشرعیة ولو أمرها أن تنقل الحجر من جبل وأن لا تخرج من بیته إلا باذنه** ۔یعنی زوجہ کو امورِ شرعیہ میں زوج کی اطاعت کرنا چاہیئے اگر چہ وہ اس بات کا حکم دے کہ پہاڑ سے پتھر ڈھولاؤ، اور گھر سے نہیں نکلے گی بغیر اس کی اجازت کے۔(مجموعۃ الفتاویٰ:۲/۸۷،ط:آرام باغ کراچی)۔

عمدۃ الرعایہ میں : **لا تمنع من الخروج إلى الوالدين ولا من دخولهما عليها كل جمعة** کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله إلى الوالدين أی إلى بیتهما لملاقاتهما وأما الأجانب فله المنع عن زیارتهم وعیادتهم وله المنع عن الشركة فی مجالس الولیمة وغیرها مما تحتمل فیه الفتنة احتمالاً غالباً . (عمدة الرعاية حاشية شرح

الوقاية:۲/٤ ۱۵ ،رقم الحاشية ١٤ ١،ط: سعيد).

یعنی شوہر عورت کو والدین کے گھر ان کی زیارت کے لیے جانے سے منع نہیں کریگا، ہاں دوسرے اجنبی لوگوں کی زیارت وعیادت کے لیے نکلنے سے منع کریگا،اسی طرح دعوتِ ولیمہ میں شرکت سے بھی منع کریگا اور اس کے علاوہ دیگر مجالس کے لیے نکلنے سے جس میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہو۔

نیز پردے کے اہتمام کے ساتھ اگر نامحرم مرد عورت کے قرب وجوار میں ہوں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں،حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی روایت بخاری شریف میں کئی جگہوں پر مذکور ہے امام بخاریؒ نے اس کا ایک حصہ **باب ما يقول إذا رجع من الغزو** کے تحت حدیث نمبر ۳۰۸۴ میں ذکر فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وقد أردف صفية بنت حيي فعثرت ناقته فصرعا جميعاً فاقتحم أبو طلحة فقال: يارسول الله جعلني الله فداءك قال: عليك المرأة فقلب ثوباً على وجهه وأتاها فألقاها عليها وأصلح لهما مركبهما إلى آخر الحديث.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھایا تھا اونٹنی پھسل گئی اور دونوں گر گئے تو حضرت ابوطلحہؓ نے چھلانگ لگائی اور کہا یارسول اللہ! میری جان آپ پر قربان، میں کیا کرسکتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی فکر کرو، تو ابوطلحہؓ نے اپنے چہرے پر کپڑا اڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس جا کر وہ کپڑا ان پر ڈالا اور پھر سواری کو درست کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت صفیہ اونٹنی پر بیٹھ گئے۔اس حدیث پر غور وفکر فرما کر ممکن ہے کہ معترضین حضرات کا یہ شبہہ دور گیا ہوگا کہ قرب وجوار میں مرد ہوں تو عورت کا سفر یا عورت کا ہونا ناجائز یا مکروہ ہے۔

اعتراض (۱۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس فتنہ کے زمانہ میں عورتوں کو نفلی حج وعمرہ کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے؟

الجواب: ہمارے اکابرؒ اپنی خواتین کے ساتھ نفلی حج کا سفر کرتے تھے اور کر رہے ہیں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں شامل تھے دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے اور مفتی اعظم پاکستان تھے ان کے صاحبزادے محمد رضی عثمانی مرحوم نے والدین کے ساتھ ۱۹۶۳ء کے حج کی سرگزشت بیان فرمائی ہے،اس کے بعد ۱۹۶۸ء میں والدین کے ساتھ دوسرے سفر حج جو نفلی تھا اس کی سرگزشت تحریر فرمائی، ظاہر ہے کہ اُس زمانہ میں بھی بسوں، جہازوں وغیرہ میں مرد اور عورتیں ساتھ ہوتی تھیں،معلوم نہیں اس متفقہ جائز عمل کو بعض حضرات کیسے اور کیوں ناجائز کہتے ہیں۔ملاحظہ کیجئے: (البلاغ بیادِ حضرت مفتی محمد شفیع:۲/۱۰۵۰)۔

اعتراض (۱۴) بعض حضرات بار بار یہ وظیفہ دوہراتے ہیں کہ تبلیغ نسواں اور اس کے لیے خروج صحابیات سے ثابت نہیں؟

الجواب: اس کا جواب ہماری طرف سے پہلے آچکا ہے تاہم اس کا اعادہ فائدہ سے خالی نہیں ہوگا پہلے ہم بتلا چکے کہ حضرت ام شریکؓ حضرت ابوذرؓ کی والدہ، حضرت ام سلیمؓ ،حضرت عائشہؓ وغیرہ سے دعوت وتبلیغ اور اصلاح القلوب کے لیے

نکلنا ثابت ہے۔

لیکن اگر بالفرض مروجہ تبلیغ کے لیے خروج ثابت نہ ہوتو جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے ثابت ہو وہ بھی امت کے لیے باعثِ سعادت ہے صوم داودی یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار بہت بہتر عمل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے اس کی فضیلت ثابت ہے، دیکھئے: صحیح مسلم جلد ا ص ۳٦٦۔ لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ثابت نہیں، بخاری شریف میں: **عمرة في رمضان تعدل حجة**۔ حدیث وارد ہے، (بخاری شریف ا/۲۵۱، فیصل)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے عمرہ کو حج کے برابر اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے برابر فرمایا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان میں عمرہ ثابت نہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے فیض الباری میں فرمایا ہے۔

... و من هذا الباب رفع اليدين بعد الصلوات للدعاء قل ثبوته فعلاً و كثر فضله قولاً فلا يكون بدعة أصلاً ، فمن ظن أن الفضل فيما ثبت عمله صلى الله عليه وسلم به فقط فقد حاد عن طريق الصواب وبنىٰ أصلاً فاسداً. (فيض الباری:۲/۴۳۱، باب صلاة الضحى في السفر، و۱٦۷، مطبعه حجازی بالقاهرة).

معلوم ہوا کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے ثابت ہو اس پر عمل کرنا درست ہے۔ اور دعوت و تبلیغ کا عام ہونا قرآنِ کریم کی آیتِ کریمہ: ﴿**ومن أحسن قولاً ممن دعا إلى الله وعمل صالحاً وقال إنني من المسلمين**﴾

سے اور " من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ " ۔وغیرہ سے ثابت ہے اور اگر ہر کام کے لیے خصوصی ثبوت کی ضرورت ہوتو کیامدارسِ دینیہ کا موجودہ نظام اور نصابات ، امتحانات کی ترتیب ،خانقاہی نظام اور اعمال کی ترتیب اور ماہنامہ اور سہ ماہی اور ہفتہ وار رسائل نکالنا عہدِ نبوت سے ثابت ہیں؟ ہرگز نہیں ہاں ہم یہ کہیں گے کہ چونکہ دین کی تعلیم وتعلم کے فضائل احادیث میں بے شمار ہیں اور یہ بھی تعلیم وتعلم کا ایک ذریعہ ہے اس لیے یہ جائز ہیں ،اسی طرح دعوت وتبلیغ کے فضائل بے شمار ہیں اور یہ مردوزن دونوں کوشامل ہیں اس لیے مروجہ تبلیغ نسوان بھی جائز ہوگی۔

یہ طریقہ بدعت بھی نہیں کیونکہ اس کولازم اوردین کا حصہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اصلاح کا ایک راستہ ہے جب کہ اصلاح کے دوسرے راستے بھی موجود ہیں لیکن یہ زیادہ مفید ہے۔

اعتراض (۱۵) بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ تبلیغ اگر جہاد میں شامل ہواور جہاد میں عورتوں کی شرکت ثابت ہوتو یہ کہاں ثابت ہے کہ جہاد کے لیے عورتوں کی تشکیل ہوئی ہو، جب کہ تبلیغ میں جانے کے لیے عورتوں کی تشکیل ہوتی ہے؟

الجواب: جواباً عرض ہے کہ اگر عہدِ نبوت میں جہاد کے لیے عورتوں کی تشکیل کا عمل ہوتا تو اکثر عورتیں نکلتیں اور جہاد میں قید ہونے اور بے عزتی کا خطرہ زیادہ رہتا۔ نیز جہاد میں عورتیں قتال کے لیے نہیں جاتیں، ہاں کبھی کبھی اپنے طور پر قتال کرتیں اور جب قتال مطلوب نہیں تو پھر تشکیل کی کیا ضرورت؟ بلکہ چند معمر عورتیں جو بعض کام انجام دیتیں ان کا جانا کافی تھا، اس لیے جہاد میں عورتوں کی شرکت تو ثابت ہے لیکن تشکیل

ثابت نہیں ہے، ہاں بعض روایات سے ترغیب ثابت ہوتی ہے، جیسے ام حرامؓ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حدیث بیان فرمائی جس میں بحری سفر پر خوشی کا اظہار تھا اور احادیث میں ام حرامؓ کی اس میں شمولیت کی تمنا اور دعا کرانے کا ذکر ہے، موجودہ زمانہ میں عورتیں قتال کے لیے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے جاتی ہے اس لیے ان کی تشکیل کرائی جاتی ہے، عہدِ نبوت میں تو کبھی کبھی مردوں کی جماعتوں کو بھی سخت خطرات در پیش ہوتے ہیں، کیونکہ مشرکین اور کفار سے مقابلہ تھا چنانچہ واقعہ رجیع اور واقعہ بیر معونہ اس کے شاہد ہیں۔ دونوں واقعات کا مختصر پس منظر درجِ ذیل ملاحظہ فرمایئے:

واقعہ رجیع ملاحظہ ہو:

ماہِ صفر کا واقعہ ۴ھ کا واقعہ ہے قبیلہ عقل اور قبیلہ قارہ کے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے اور آپ کو یہ خوشخبری دی کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہوگیا ہے، براہِ کرم آپ چند حضرات کو ہمارے ساتھ روانہ فرمائے تاکہ وہ نو مسلموں کو قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔

اس گزارش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دس خصوصی حضرات کو جو سب قرآن کے عالم تھے ان کے ہمراہ کردیا اور ان میں حضرت عاصم بن ثابتؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

جب یہ قافلہ مقام رجیع پر پہنچا جو مکۃ المکرّمہ اور عسفان کے درمیان تھا، اِن غداروں نے ان دس اصحابِ رسول سے غداری کی اور اپنے دوست قبیلہ بنولحیان جس کو انہوں نے پہلے سے تیار رکھا تھا اشارہ کردیا، ان کی تعداد دوسو تھی ان میں سو تیر انداز بھی

تھے یہ سب ڈاکوان دس اصحاب پر ٹوٹ پڑے حضرت عاصم بن ثابتؓ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک بڑے ٹیلہ پر چڑھ گئے اور اپنے اپنے تیر سنبھال کر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

ان دوسو بزدلوں کی جماعت ہار بیٹھی، ان کے سردار نے دھوکاوفریب سے کام لیا حضرت عاصم بن ثابتؓ سے کہا نیچے اتر آؤ تم سب کو پناہ دیدی جائے گی، حضرت عاصمؓ نے بلند آواز سے کہا: میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ آیا اور نہ آؤں گا، پھر یہ دعا کی: اللّٰہ أخبر عنا رسولک، اے اللہ! اپنے رسول کو ہمارے حال کی خبر دیدے۔(بخاری)

ابو داود طیالسی کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن مدینہ منورہ میں صحابہ کو اطلاع دی کہ عاصم بن ثابتؓ اور ان کے ساتھی کافروں کے نرغے میں پھنس گئے ہیں۔

آخر کار ان دس اصحاب نے ان دوسو غداروں سے مقابلہ کیا اس معرکہ میں حضرت عاصم بن ثابتؓ سمیت سات صحابہ شہید ہو گئے باقی تین حضرات عبداللہ بن طارق، زید بن دثنہؓ، خبیب بن عدیؓ، رہ گئے، غداروں نے اِنھیں بھی امان کی پیش کش کی یہ حضرات نیچے اُتر آئے، اُترتے ہی تینوں کو زنجیروں سے کس دیا گیا اور ساتھ چلنے کے لیے مجبور کیا۔

حضرت عبداللہ بن طارقؓ نے مزاحمت کی تو انھیں شہید کر دیا گیا، باقی دو حضرات کو مکۃ المکرّمہ لے جا کر مشرکین کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

حضرت زید بن دثنہؓ کو صفوان بن امیہ مشرک نے خریدا تا کہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے میں قتل کرے کیونکہ حضرت زید بن دثنہؓ نے غزوۂ بدر میں صفوان کے

باپ امیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔

حضرت خبیب بن عدیؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا تا کہ اپنے باپ کا بدلہ لیں، حضرت خبیبؓ نے غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو جہنم رسید کیا تھا۔

بہرحال حضرت زید بن دثنہؓ کو قتل کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر مقامِ تنعیم لے جایا گیا اس وقت یہ منظر دیکھنے والوں میں قریش کا سردار ابوسفیان بھی جو اس وقت کافر تھا موجود تھا ابوسفیان نے حضرت زید بن دثنہؓ سے پوچھا تم سچ بتاؤ اگر تم کو چھوڑ دیا جائے اور اس کے بجائے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے تو اس کو اختیار کرلو گے؟

حضرت زید بن دثنہؓ نے جھنجھلا کر پوری قوت سے جواب دیا۔

اللہ کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں معمولی سا کانٹا چبھے اور میں سکون پاؤں۔

ابوسفیان حضرت زید بن دثنہؓ کی محبت وعقیدت پر ڈنگ رہ گیا، کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! میں نے ایسا جاں نثار وفدا کار کسی کو نہیں دیکھا۔

آخر کار حضرت زید بن دثنہؓ کو مقامِ تنعیم مکۃ المکرّمہ میں شہید کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت خبیب بن عدیؓ:۔

حضرت زید بن دثنہؓ کے تذکرہ میں حضرت خبیب بن عدیؓ کا ذکر آچکا ہے ان کو مشہور مشرک سردار حارث بن عامر کے بیٹوں نے اپنے باپ حارث کے بدلہ میں قتل

کرنے کے لیے خرید لیا تھا کیونکہ حضرت خبیبؓ نے جنگِ بدر میں حارث بن عامر کو جہنم رسید کیا تھا۔

حضرت خبیبؓ چند دنوں حارث بن عامر کے گھر قید رہے آخر ان کے قتل کا فیصلہ کرلیا گیا۔

حضرت خبیبؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو حارث کی بیٹی زینب (جو بعد میں مسلمان ہوگئی) سے اپنے بال، ناخن وغیرہ تراشنے کے لیے استرہ طلب کیا (تاکہ حضورِ رب میں حاضری سے پہلے ظاہری طہارت وصفائی سے فارغ ہوجائیں) حارث کی بیٹی زینب نے انھیں استرہ دیدیا پھر اپنے کام میں مشغول ہوگئی، کچھ دیر بعد زینب نے دیکھا کہ اس کا شیر خوار بچہ حضرت خبیبؓ کی گود میں بیٹھا ہوا ہے اور استرہ حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں ہے، اس حالت پر زینب کی چیخ نکل گئی، کہنے لگی ہائے میرا بیٹا!

حضرت خبیبؓ نے نہایت وقار وتحمل سے فرمایا: زینب کیا تجھے اندیشہ ہے کہ میں تیرے بچہ کو قتل کردوں گا؟ اللہ کی قسم ایسا کبھی نہ ہوگا، ہم مسلمان غداری نہیں کرتے۔

زینب کو اطمینان ہوگیا حضرت خبیبؓ نے بچے کو واپس کردیا۔

زینب مسلمان ہوجانے بعد خود کہا کرتی تھیں: میں نے کوئی قیدی خبیبؓ سے زیادہ سچا نہیں دیکھا، انھوں نے میرے بچے کو میرے حوالہ کردیا، علاوہ ازیں میں نے اپنے گھر میں ان کو حالتِ قید جب کہ وہ زنجیروں سے کسے ہوئے تھے تازہ تازہ انگور کے خوشے کھاتے بارہا دیکھا ہے حالانکہ ان دنوں مکۃ المکرّمہ میں پھل پھول کا نام ونشان بھی نہ تھا، ہر روز تازہ تازہ رزق ان کو غیب سے مل جایا کرتا تھا۔

بہرحال مشرک سردار حارث بن عامر کے بیٹے اپنے باپ کے انتقام میں

حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر مقامِ تنعیم لے گئے حضرت خبیبؓ نے ان ظالموں سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو؟ ظالموں نے اجازت دیدی۔

حضرت خبیبؓ نے دو رکعت اختصار سے پڑھ کر ظالموں سے یہ فرمایا: میں نے اپنی نماز کو طویل نہیں کیا کہ تم کو یہ گمان ہوگا میں نے موت سے ڈر کر ایسا کیا ہے۔

پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فریاد کی، اللّٰھم أحصھم عدداً، واقتلھم بدداً، ولاتبق منھم أحداً، ترجمہ: اے اللہ انھیں اپنے احاطہ عذاب میں لے لے، اور انھیں ایک ایک کر کے مار، ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیئے۔

پھر یہ دوشعر پڑھے:

وَلَسْتُ أُبَالِیْ حِیْنَ أُقْتَلُ مُسْلِماً ☆ عَلٰی أَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْإِلٰہِ وَإِنْ شَاءَ ☆ یُبَارِکُ عَلٰی أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

ترجمہ: مجھ کو پرواہ نہیں جبکہ میں حالتِ اسلام میں مارا جاؤں، خواہ کسی بھی کروٹ پر جان دوں جبکہ میرا مرنا اللہ کے لیے ہے۔

اور یہ صرف اللہ کے لیے ہے اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ کیے جوڑوں پر برکت نازل فرمائے۔

ادھر حضرت خبیبؓ کی مناجات ختم ہوئی، تختِ دار تیار تھا، سولی دے دی گئی، حضرت خبیبؓ نے جامِ شہادت نوش کرلیا۔ (ماخوذ از اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں، ص ۳۶۔۴۱، از حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری)۔

واقعہ بیرِ معونہ:۔

بیئر کے معنی کنواں اور معونہ گاؤں کا نام ہے (یعنی معونہ کا کنواں) ماہِ صفر ۴ھ میں ایک ہولناک واقعہ پیش آیا شہر نجد (حجاز) سے ایک شخص عامر بن مالک نامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آیا، اپنے ساتھ کچھ نذرانہ بھی لے آیا، آپ نے قبول کرنے سے معذرت کی، اور ارشاد فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، (تا آنکہ وہ مسلمان نہ ہو جائے)، پھر اس مشرک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمارے قبیلہ کے بکثرت آدمی مسلمان ہونے کو تیار ہیں اگر آپ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے اپنے چند اصحاب کو روانہ کریں تو اچھے نتائج کی امید کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیش کش پر کچھ اطمینان نہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو شہر نجد والوں سے اندیشہ وخطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ جھوٹے عامر بن مالک نے کہا: ایسا ہرگز نہیں، میں اس کی ضمانت لیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ستر افراد کا انتخاب فرمایا جو قراء (قرآن کے حافظ) کہلاتے تھے پھر اس مشرک کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

اس مشرک نے پہلی غداری تو یہ کی کہ مقامِ معونہ پر (گاؤں کا نام جو مکۃ المکرّمہ اور عسفان کے درمیان واقع تھا) قافلہ کے اہم رکن حضرت حرام بن ملحان ؓ کو شہید کر دیا، ان کے پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا، حضرت حرام بن ملحان ؓ گر پڑے اور زبان سے یہ الفاظ نکلے:

الله أكبر فزت ورب الكعبة ۔ اللہ اکبر، ربِ کعبہ کی قسم کامیاب ہو گیا،

پھر اسی خبیث نے بقیہ حضرات کے قتل کا ارادہ کیا، اپنی ایک پوشیدہ مسلح جماعت جو کسی گھاٹی میں چھوڑ آیا تھا اشارہ کر دیا، ظالموں نے ان بے ہتھیار انسانوں پر دھاوا بول دیا

اورسب کوخاک وخون میں رنگ دیا،اسی مقدس قافلہ میں سیدنا ابوبکرصدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ بھی تھے جب انھیں نیزہ مارا گیاتو ان کی زمان سے بھی یہی الفاظ نکلے: فزت ورب الکعبۃ،ربِ کعبہ کی قسم مراد پالیا۔

جس مشرک نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو نیزہ مارا تھا اس کا نام جبار بن سلمٰی تھا خود بیان کرتا ہے، میں نے مسلمانوں سے دریافت کیا مراد پالیا، کامیاب ہوگیا، کا کیا مطلب ہے؟

مجھ سے کہا گیا انھوں نے جنت پالی، بس میں نے اُسی وقت اسلام قبول کرلیا۔

قرآنِ حکیم کے ان ستر قاریوں نے اپنی شہادت سے پہلے دعا کی اے اللہ ہمارا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورتمام صحابہ کو پہنچادے اور یہ خوشخبری کہ اللہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم بھی خوش ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن صحابہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔(طبری:۳/۳۵)۔

حافظین قرآن کی یہ مقدس جماعت مسجد نبوی کے اصحابِ صفہ کے لیے روزانہ خوراک کا انتظام کیا کرتی تھی، یہ حضرات دن میں جنگل سے لکڑیاں چنتے اورشام کو فروخت کرکے اصحابِ صفہ کے لیے طعام کا انتظام کرتے ،اوررات کا کچھ حصہ درس قرآن میں اور کچھ حصہ قیام لیل اورتہجد میں گزارہ کرتے تھے۔ان حضرات کے یہی لیل ونہار تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان ستر شہداء میں سے حضرت عامر بن فہیرہؓ کی لاش آسمان کی طرف اٹھالی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتوں نے ان کی لاش کو علیین میں چھپادیا ہے۔(الخصائص الکبریٰ:۱/۲۲۳)۔

(ماخوذ از اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں، ص۴۶۔۴۸)۔

اعتراض (۱۶) بعض حضرات اشکال کرتے ہیں کہ زمانہ نبوت میں عورتوں کو صرف قضائے حاجت کے لیے جانے کی اجازت تھی کیونکہ گھروں میں بیوت الخلاء نہیں تھے؟

الجواب: اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے کاموں کے لیے بھی خواتین نکلتی تھیں، مثلاً شادی میں شرکت کے لیے، بچوں اور خواتین کا جانا صحیح بخاری میں مذکور ہے، تعزیت کے لیے جانے کا بھی ذکر ہے تفصیل پہلے گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اعتراض (۱۷) بعض حضرات اشکال کرتے ہیں کہ بعض جگہوں سے خواتین کی جماعتوں کے بارے میں شکایات موصول ہوتی ہیں، اس لیے ان کو جماعت میں بھیجنے سے اجتناب کرنا چاہئے؟

الجواب: جواباً عرض ہے کہ ہمارے علم میں تو ایسی شکایات نہیں ہیں، لیکن اگر بالفرض شکایات آئی ہوں تو شکایات کی وجہ سے خیر کا کام بند نہیں کرنا چاہئے بلکہ شکایات کا ازالہ کرنا چاہئے، مدارسِ دینیہ، مساجد کی کمیٹیاں اور ائمہ، خانقاہوں، دینی تنظیموں، اسکولوں، حج اور عمرہ کے اسفار، ان سب کے بارے میں شکایات آتی رہتی ہیں، لیکن شکایات کی وجہ سے خیر کے ان کاموں کو بند نہیں کیا جاتا بلکہ خرابیوں کے ازالہ کی کوشش کی جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں یہ شکایت پہنچی کہ وہ عشا کی نماز میں تطویل فرماتے ہیں اور حضرت ابی بن کعبؓ کے بارے میں شکایت پہنچی کہ وہ فجر کی نماز میں تطویل فرماتے ہیں تو ان کی امامت کو ختم نہیں فرمایا

بلکہ شکایت کے نتیجے میں ان حضرات کو نصیحت فرمائی اوران کی اصلاح فرمائی، احادیث پڑھنے والوں پر یہ دونوں واقعے مخفی نہیں۔

اعتراض (۱۸) بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ تبلیغ کے لیے خروج کو اھون البلیتین قرار دینا اوراس کو اختیار کرنا صحیح نہیں کیونکہ اصلاح کے دوسرے طرق موجود ہیں تو اس کے اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

الجواب: جواباً عرض ہے کہ یہ بات بعض مفتی حضرات نے فرمائی ہے، انہوں نے خروج کو ہلکی مصیبت کہا، ناجائز نہیں کہا، اور اھون البلیتین کا مطلب یہ ہے کہ خروج مصیبت ہے لیکن جہالت سے بہتر ہے پھر جب خروج کے درخت پر علم وعمل کی اصلاح کے پھول اور پھل لگ جائیں تو قسمت نعمت میں اور مصیبت فضیلت میں بدل جائے گی اس کی نظیر یہ ہے کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کا مدرسہ میں داخل ہونا اور مسافر بن کر گھر سے خروج مصیبت ہے لیکن اگر اپنے اخلاق واعمال کی حفاظت کر کے علم حاصل کرے تو وہ مصیبت والا خروج اس کے لیے باعثِ فضیلت بن جائیگا۔

اعتراضات اور جوابات کی تلخیص حسبِ ذیل ملاحظہ کیجئے:

اعتراض (۱) عورتوں کو گھروں میں رہنا چاہئے باہر نکلنا ممنوع ہے سوائے سخت مجبوری کے۔ استدلال میں آیتِ کریمہ ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ اور طبرانی کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں ضرورت اور مجبوری کے علاوہ گھر سے نکلنے کی ممانعت ہے؟

الجواب: آیتِ کریمہ کے بعد والے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے، ہاں جاہلیتِ اولیٰ کی طرح بے پردہ ہو کر نہ نکلیں۔

قاضی و مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ نے فرمایا: کسی دینی مصلحت سے باہر نکلنا پردہ کی رعایت کے ساتھ اس آیتِ کریمہ کے منافی نہیں ہے۔

قرآنِ مجید کی درجِ ذیل دیگر آیات سے بھی خروج مستفاد ہوتا ہے:

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے نبی آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ اپنے اوپر لمبی چادریں یعنی اوڑھنیاں ڈالیں۔ یعنی پردہ کی رعایت سے باہر نکلیں۔ گھر میں رہتے ہوئے لمبی چادروں کی کیا ضرورت تھی؟

دوسری جگہ سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں فرماتے ہیں:

وہ اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں تا کہ وہ زینت معلوم ہو جائے جس کو چھپاتی ہیں۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باہر نکلنا منع نہیں ،ہاں بناؤ سنگار کے ساتھ نکلنے کی ممانعت ہے۔

سورۂ نور کی آیت نمبر۳۱ کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

آپ مومن عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نظریں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یعنی گھروں سے باہر باپردہ ہوں تو بھی نظر نیچے رکھیں۔

طبرانی کی حدیث ضعیف ہے اس میں سوار بن مصعب متروک راوی ہے، پھر اس حدیث کے بعد والے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت کی وجہ سے نکلیں تو راستون کے کنارے پر چلیں۔ (طبرانی، رقم:۱۳۸۷)۔

پھر ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ گھریلو کام کاج یا کسی جائز مقصد کے لیے گھر سے نکلنا پڑے تو شوہر یا محرم نگران کی اجازت سے نکلنا جائز ہے ہاں بلا کسی جائز مقصد کے لوگوں کے گھروں میں اور بازاروں میں گھومنے کی عادت بنا لینا درست نہیں۔

اعتراض (۲) عورت کو دعوت، خلافت وامارت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے؟

الجواب: خلافت وامارت کے متعلق تو حدیث نظر سے گزری ہے لیکن دعوت کے بارے میں کوئی حدیث ہماری نظر سے نہیں گزری۔

اعتراض (۳) عورتوں کو فرض نماز کے لیے مسجد میں جانے سے منع کیا گیا ہے تو دعوت وتبلیغ کے لیے جانا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا؟

الجواب: عورتوں کو مسجد سے اس لیے روکا گیا کہ مسجد جانے میں کوئی فائدہ

نہیں عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اختلاط کا خطرہ بھی ہے۔احادیث میں خصوصی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

چند احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی تنہا نماز جماعت کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔(الجامع الصغیر، والفردوس بماثور الخطاب)۔

(۲) ام حمیدؓ کی مفصل روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی تمنا ظاہر کی تو آپ نے فرمایا اپنے گھر کے مخصوص کمرہ میں نماز پڑھنا آپ کے لیے افضل اور بہتر ہے۔انہوں نے پوری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل فرمایا۔(مسند احمد، وصحیح ابن خزیمہ، وابن حبان)۔

(۳) حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی نماز اپنے گھر کے اندرونی کمرہ میں زیادہ بہتر ہے بنسبت گھر میں اور گھر کے باہر پڑھنے سے۔(المعجم الاوسط)۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے، عورت کی نماز گھر کے اندرونی حصہ میں زیادہ ثواب رکھتی ہے۔(ابوداود شریف)۔

(۵) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھر کا اندرونی کمرہ ہے۔(مسند احمد، وصحیح ابن خزیمہ)۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے عورت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے۔(صحیح ابن

خزیمہ)۔

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت کی محبوب ترین نماز وہ ہے جواپنے گھر کے بالکل اندرونی اندھیرے حصہ میں ادا کرے۔(صحیح ابن خزیمہ، والمعجم الکبیر)۔

امام ابوبکرمحمد بن اسحاق بن خزیمہؒ نے مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ مسجد نبوی میں اگر چہ نماز کی بہت فضیلت ہے لیکن عورتوں کوگھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ملاحظہ ہو: (صحیح ابن خزیمہ:۲/۸۱۴، المکتب الاسلامی)۔

ہاں بوقتِ ضرورت یعنی گھریلو کام کاج یا کسی جائز مقصد کے تحت گھر سے نکلنا جائز ہےاورصحابیات سے ثابت ہے۔چند واقعات ملاحظہ ہوں:

☆ حضرت فاطمہؓ میت کے اہل خانہ کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔(ابوداؤدشریف)۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ان کی برادری میں کسی کا انتقال ہو جاتا تھا تو عورتیں جمع ہوجایا کرتی تھیں۔(بخاری شریف)۔

☆ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ عورتیں اور بچے شادی کے لیے گھر سے نکلے تھے۔واپسی پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: عورتوں کواپنے کام کاج اور جائز مقصد کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔(بخاری ومسلم)۔

☆ ازواجِ مطہرات اورصحابیات کاحج ،عمرہ اور جہاد کے اسفار میں جانا

احادیث سے ثابت ہے۔

اعتراض (۴) ہمارے بعض فقہاء نے عورتوں کو وعظ ونصیحت کی مجلس میں شرکت کی اجازت نہیں دی؟

جواب (۱): اس بارے میں فقہاء کی دو جماعتیں ہیں (۱) بعض فقہاء نے فرمایا کہ عام طور پر عورتیں بناؤ سنگار، زیب وزینت ومزین لباس میں ملبوس ہوکر نکلتی ہیں اس وجہ سے مکروہ ہے۔ جب کہ اکثر فقہاء فرماتے ہیں شرعی حدود وقیود کی پابندی کے ساتھ نکلنا جائز ہے۔ بنابریں دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

جواب: (۲) فقہائے احناف میں سے چوٹی کے علماء نے شرائط کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

جواب: (۳) جواز والے فقہاء کا قول مؤید بالآثار والاحادیث ہونے کی وجہ سے قوی ہے۔ اس لیے ان کے قول کا اعتبار ہوگا۔

جواب: (۴) جن فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے انہوں نے خود دوسرے مقام پر خروج کی اجازت دی ہے۔

جواب: (۵) جن فقہاء نے منع کیا ہے وہ حق شوہر کی وجہ سے منع کیا ہے لیکن اگر شوہر خود ساتھ ہے تو ممانعت ہی ختم ہوگئی۔

جواب: (۶) بعض فقہاء نے فی زمانناجاہل دنیادار واعظ کی مجلس میں جانے سے منع کیا ہے، مطلقاً نہیں۔

اعتراض (۵) بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اوران کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے کبھی مستورات کی جماعت نہیں بھیجی؟

الجواب: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں کام شروع ہو چکا تھا اور حضرت مولانا نے خود مستورات کی سب سے پہلی جماعت روانہ فرمائی تھی۔ پھر بعد میں کام کو زیادہ ترقی ہوئی اور اس کی ترتیب بنی۔

اعتراض (۶) سفر میں عورت کے ساتھ دوسرے غیر محرم ہوتے ہیں؟

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ازواجِ مطہرات کے ساتھ اسفار میں صحابۂ کرام ہوتے تھے، پھر نفلی حج، عمرہ کے سفر میں بھی بسوں، ہوائی جہاز وغیرہ میں کئی لوگ غیر محرم ہوتے ہیں، تو پھر یہ تمام اسفار ممنوع ہوں گے؟

اعتراض (۷) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے اجازت طلب کی آپ نے اجازت نہیں دی؟

الجواب: حضرت مفتی صاحبؒ نے بغیر محرم کے سفر کو منع کیا تھا، کیونکہ خود مفتی صاحب نے عورتوں کو تعلیم کی غرض سے نکلنے کی اجازت دی ہے۔

اگر بالفرض مفتی صاحبؒ نے اجازت نہیں دی تو وہ اس مسئلہ میں معذور ہیں کیونکہ اُس زمانہ میں مستورات کی جماعت کی ترتیب نہیں بنی تھی بعد میں ترتیبی شکل میں کام سامنے آیا اور فوائد ظاہر ہوئے تو بہت سارے مفتی حضرات نے اجازت مرحمت فرمائی جن کے فتاویٰ مذکور ہوئے اور اجمالاً اسمائے گرامی بھی آچکے ہیں۔

اعتراض (۸) مرد مکلّف ہے کہ اپنے گھر کی خواتین کو دین سکھائے اور تعلیم دے؟

الجواب: مرد گھر کا ذمہ دار ہے تو عورت بھی گھر کی ذمہ دار ہے پھر مرد گھر کی ذمہ داری کے ساتھ تبلیغ کی ذمہ داری اٹھاتا ہے تو عورت کیوں تبلیغ کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی؟

اعتراض (۹) عورتوں کے مسجد جانے اور تبلیغ میں جانے کے مابین کیا فرق ہے؟

الجواب: چند فروق حسبِ ذیل درج ہیں:

۱۔ مسجد میں یا راستوں میں خلط واختلاط کا اندیشہ ہے جب کہ دعوت وتبلیغ میں نہیں۔ (ہاں اگر کسی جگہ مستورات کی قیام گاہ بھی مسجد کے ساتھ ہو اور خلط واختلاط کا اندیشہ ہو تو یہ ان کا اپنا فعل ہے دوسروں کے لیے حجت نہیں، ان کو اپنے فعل کی اصلاح کرنی چاہیے، اور قیام گاہ مسجد کے ساتھ ساتھ نہیں رکھنی چاہیے، پھر اس کی وجہ سے پوری جماعت پر اعتراض کرنا بے جا ہے)

۲۔ مسجد میں عورتیں مزین ہو کر آتی ہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی جبکہ تبلیغ میں تمام شرائط کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔

۳۔ مسجد میں جانا بلا ضرورت ہے کیونکہ گھر میں ان کو زیادہ ثواب ملتا ہے، اور تبلیغ میں جانا اصلاح کے لیے ضرورت کے درجہ میں ہے

۴۔ مسجد میں جانے کی صریح ممانعت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں موجود ہے، جبکہ صحابیات کا جہاد کے اسفار میں جانا احادیث سے ثابت

ہے۔

۵۔ مسجد میں عورتیں حسبِ عادت بات چیت میں مشغول ہو جاتی ہیں اور ان کے ساتھ بچے بھی شور مچاتے ہیں، اور یہ آدابِ مسجد کے خلاف ہے، جبکہ تبلیغ میں نہ عورتیں مسجد میں جاتی ہیں اور نہ بچے ساتھ ہوتے ہیں۔

۶۔ مسجد میں حیض آجانے کی وجہ سے تلویثِ مسجد کا اندیشہ ہے جبکہ تبلیغ میں گھروں میں اندیشہ نہیں ہے۔

اعتراض (۱۰) بعض حضرات ام کبشہؓ والی روایت پر زور دیتے ہیں جس میں عورتوں کی جہاد کی شرکت کو منع کیا گیا؟

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں صحابیات کا جہاد میں جانا ثابت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں سنت کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں آپ کو اجازت دونگا تو عورتوں کے جہاد میں جانے کو واجب یا سنتِ مؤکدہ سمجھیں گے اس لیے میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ احادیث میں سنت کا اطلاق بکثرت وجوب و سنتِ مؤکدہ پر ہوتا ہے۔ مثالیں گزر چکی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ سنت عادت کو بھی کہتے ہیں، تو مطلب یہ ہوگا کہ جہاد میں جانے سے ان کو اس لیے منع فرمایا تا کہ عورتیں اس کو عادت بنا کر بغیر ضرورت کے اس خطرناک عمل میں بکثرت شرکت نہ کیا کریں کیونکہ قتال کا مطالبہ مردوں کی طرف متوجہ ہے، ہاں تبلیغ میں جانے کی ضرورت بھی ہے اور اس میں خطرہ بھی نہیں، تو اس جہاد کو

جاری رکھ سکتی ہیں۔

اعتراض (۱۱) ازواجِ مطہرات نے کیوں تبلیغ کا سفر نہیں فرمایا؟

الجواب: پہلے یہ بات تفصیل سے گزر چکی ہیں کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات نے جہاد کے اسفار فرمائے، اور جہاد تو تبلیغ سے بھی زیادہ پر مشقت سفر ہے نیز تبلیغ جہاد ہی کی ایک قسم ہے۔(تبلیغ کے جہاد ہونے پر قرآن واحادیث اور کتبِ لغات سے دلائل گزر چکے ہیں)۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تبلیغ کا مطلب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جس میں آپس میں معاشرہ کی اصلاح ایک اہم شعبہ ہے، اور اس کے لیے ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکلنا ثابت ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم وفضل ،تقویٰ طہارت میں دیگر ازواجِ مطہرات پر فائق تھیں۔

اعتراض (۱۲) بعض حضرات نے مفتی محمود حسن صاحبؒ کے فتوے پر اشکال کیا کہ انہوں نے بلا دلیل جواز تحریر فرمایا؟

الجواب: اولاً: شاید یہ مسئلہ حضرت مفتی صاحبؒ کے نزدیک محتاجِ دلیل نہیں ہوگا، ثانیاً: عوام الناس کما حقہ دلائل سمجھتے نہیں۔ ثالثاً: اگر حضرت مفتی صاحب نے دلائل تحریر نہیں فرمائے تو ہم خدام نے دلائل ذکر کر دئے ہیں اور ان کی تلخیص بھی ذکر کر دی۔

اعتراض (۱۳) بعض حضرات نے عورتوں کے لیے نفلی حج وعمرہ کے سفر کو ممنوع قرار دیا ہے؟

الجواب: ہمارے اکابرؒ اپنی خواتین کے ساتھ نفلی حج کا سفر فرماتے تھے اور فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس متفقہ جائز عمل کو بعض حضرات کیوں ناجائز کہتے ہیں۔

اعتراض (۱۴) بعض حضرات فرماتے ہیں تبلیغ اگر جہاد میں میں شامل ہو اور جہاد میں عورتوں کی شرکت ثابت ہو تب بھی جہاد کے لیے عورتوں کی تشکیل ثابت نہیں جبکہ تبلیغ میں جانے کے لیے عورتوں کی تشکیل ہوتی ہے؟

الجواب: اگر جہاد میں تشکیل کا عمل ہوتا تو اکثر عورتیں نکلتیں اور جہاد میں قید و بند و بے عزتی کا اندیشہ ہے، پھر جہاد میں عورتوں کا قتال مقصود بھی نہیں پھر تشکیل کی کیا ضرورت؟ اس لیے تشکیل ثابت نہیں ہے، ہاں بعض روایات سے ترغیب ثابت ہوتی ہے، جیسے ام حرامؓ کے قصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

اعتراض (۱۵) بعض حضرات اشکال کرتے ہیں کہ زمانہ نبوت میں عورتوں کو صرف قضائے حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت تھی، کیونکہ گھروں میں بیوت الخلا نہیں تھے؟

الجواب: یہ بات مسلم نہیں، کیونکہ ہم نے پہلے احادیث کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا کہ عورتیں دوسرے کاموں کے لیے گھر سے نکلتی تھیں، مثلاً شادی میں شرکت کے لیے بچوں اور خواتین کا جانا، تعزیت کے لیے جانا، اور مسائل دریافت کرنے کے لیے جانا، وغیرہ، صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور مستورات کی پہلی جماعت

مولانا داؤد میواتی صاحب کا خط رائے ونڈ حاجی بشیر احمد صاحب (والد بزرگوار حضرت مولانا احسان صاحب) کے نام:

مکرم بندہ جناب بھائی الحاج محمد بشیر احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، یہاں بھی خیریت سے ہے، دوسال سے گھٹنوں میں ورم اور درد ہے... دعاؤں کی ضرورت ہے، اچھا مستورات کے کام کی ابتدا، ۳۶/ ۳۸ میں بالکل نہیں ہوئی، بندہ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ سے فارغ ہوا، اور ۱۹۴۱ء میں غالباً میں نظام الدین حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا بندہ مدرسہ سبحانیہ میں پڑھتا تھا، حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب نور اللہ مرقدہ اور آپ کی گھر والی، ہم انہیں اماں جی کہا کرتے تھے، بہت محبت کرتی تھیں، اماں جی دہلی مختلف جگہوں میں کتابیں سنایا کرتی تھیں، بندہ ان کی کارگزاری حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کو سناتا تھا اور حضرتؒ کی ہدایات ان کو بتلایا کرتا تھا، ایک دن اماں جی نے کہا کہ حضرت جی سے کہو کہ حضرت مردوں کی جماعت بھیجتے ہیں تو عورتوں کی کیوں نہیں بھیجتے؟ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اماں جی یوں کہتی ہیں کہ حضرت

عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے؟ حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بے شمار دعائیں دیں، پھر مجھے کہا کہ تم ان تینوں سے مشورہ لو، کہ مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے، بندہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کے پاس گیا کہ حضرت مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے، حضرت جی مدظلہ العالی کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں مطلب یہ تھا کہ ابھی تو مردوں کا نکلنا ہی علماء کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو عورتوں کا نکلنا کیسے مان لیں گے اس لیے یہ میری رائے نہیں ہے، یہی قاری داود صاحب مرحوم نے بھی فرمایا پھر میں حضرت مولانا شاہ محمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں گیا آپ مسجد کے برابر اوپر کے مکتب میں رہا کرتے تھے جہاں آج کل حافظہ کا مکتب ہے جب میں نے رائے لی تو یوں فرمایا کہ میری رائے نہیں ہے، اگر چہ ایک عورت کے ساتھ دو محرم ہوں اور اس کا باپ بھی ہو اور خاوند بھی ہو جب بھی میری رائے نہیں ہے، بس جیسے ان تینوں حضرات نے اپنی اپنی رائے دی تھی، میں نے ویسے ویسے ہی حضرت جیؒ سے عرض کر دیا کہ فلاں نے یوں فرما یا، فلاں نے یوں فرمایا۔ حضرت شاہ محمد یوسف نوراللہ مرقدہ کی بات سن کر غصہ فرمایا اور مجھے فرمایا کہ جو عورتیں جماعت میں جانے کے لیے تیار ہیں تو ان کو دہلی میں جا کر ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دے، پہاڑ گنج دہلی کی جماعت تیار تھی کچھ عورتیں اماں جی کے ساتھ تھیں میں نے ان کو پہاڑ گنج ملتانی ڈھاندا میں ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دی، ظہر کی نماز کے بعد حضرت نوراللہ مرقدہ مولوی نور محمد صاحب مرحوم کو لیکر پہاڑ گنج پہنچ گئے اور مولوی نور محمد صاحب مرحوم نے بیان شروع کیا دوران بیان میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے عورتوں کا بھی نکلنا ضروری ہے

مگر عورتیں بغیر محرم نہیں جاسکتی بیان کے ختم کے بعد حضرت جیؒ نے مولوی نور محمد صاحب کوڈانٹا کہ تجھے مفتی کس نے بنایا تھا جوتم نے بغیر محرم نکلنے کو منع کر دیا، یعنی پہلی جماعت ہے ابھی سے مسائل پر زور مت دو، خالی نکلنے کی ترغیب دو، یہاں تو یہ ہوا اور جب بڑے حضرتؒ نے مجھے دہلی بھیج دیا تو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے پاس گئے اور فرمایا کہ یوسف تو ہی مسلمان ہے میں مسلمان نہیں ہوں تو نے کیسے کہا کہ عورتوں کو تبلیغ میں نہیں جانا چاہئے یہ عورتیں کہاں نہیں جاتیں یہ شادیوں میں جاتی ہیں، غمی میں جاتی ہیں، دہلی کی عورتیں مرولی جاتی ہیں، سیر کرنے کو اوکھلا جاتی ہیں، پھر تم نے کیسے کہا کہ میری رائے نہیں ہے، جب بڑے حضرت محمد یوسفؒ سے خفا ہو کر آئے تو مولانا محمد یوسفؒ میرے اوپر خفا ہوئے کہ داؤد نے ابا جی کو کیا کہہ دیا، مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے دولڑکے حوض پر بٹھادئے کہ جب داؤد دہلی سے آوے تو میرے پاس پکڑ کر لاؤ، ہم دہلی سے عشا پڑھ کر آئے گرمیوں کے دن تھے، یہ لڑکے مجھے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے پاس لے گئے، حضرتؒ نے فرمایا تم نے ابا جی سے کیا کہا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت جو آپ نے فرمایا تھا میں نے وہی نقل کیا تھا تو یوں فرمایا کہ میرے اوپر کبھی اتنے خفا نہیں ہوئے اور صرف اتنی کسر رہی کہ لکڑی سے نہیں مارا، ورنہ زبان سے بہت کچھ کہا تو تقریباً آدھا اشکال تو مولانا محمد یوسفؒ کا حضرتؒ کی خفگی سے نکل گیا اور میوات کو بار بار جماعتیں جانے لگیں تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مفتی اعظم ہند کو عورتوں کا نکلنا معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کیا کیا تو مولانا محمد یوسفؒ اور دوسرے حضرات کو جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا تو مفتی صاحب کے خفا ہونے کا کسی نے بڑے حضرت کو آکر کہا تو بڑے حضرت تانگہ لیکر مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اور حضرت

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے سامنےعورتوں کے نکلنے کے فائدے بتلانے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے نکلنے کا اہتمام پیش کیا کہ جب مستورات کی جماعت نکالی جاتی ہے تو ہرعورت کومحرم کے ساتھ نکالا جاتا ہے ،اول تو خاوند ہو یاباپ ہو یا بیٹا ہو یا بھائی ہواگرکوئی عورت بغیر محرم آ گئی اورکہا کہ میرا محرم کل یاپرسوں آئیگا تو اس عورت کوواپس کردیا جاتا ہے۔اور جہاں جماعت جارہی ہے ان کو پہلے اطلاع کردی جاتی ہے،تاکہ وہ مکان طے کرکے خالی کرالیں جس مکان میں عورتیں ٹھہرتی ہیں وہ اُسی مکان میں رہتی ہیں گاؤں والی عورتیں جماعت کے پاس آتی ہیں،گشت عورتوں کے محرم اور مقامی مرد ملکر کرتے ہیں، یہ مرد مردوں سے بات کرتے ہیں کہ اپنی مستورات کوفلاں صاحب کے گھرمیں جماعت کے پاس بھیجو یہ جماعت کی عورتیں کہیں نہیں جاتیں، پردے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے،وغیرہ وغیرہ ،تو حضرت مفتی صاحب مرحوم کوپورا اطمینان ہوگیا، کہ اگراتنا اہتمام کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، پھر جو جماعت مستورات کی کام کرکے آتی تو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کوکارگزاری سناتی ، ان تمام باتوں سے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا اشکال آہستہ آہستہ ختم ہوگیا،سب سے پہلی جماعت گھاسیڑہ اورنوح کے قریب آس پاس میں آٹھ یوم لگا کرآئی بندہ جماعت کے ساتھ تھا جب آٹھ یوم میں واپس آگئے تو بڑے حضرت خفا ہوئے کہ اتنی جلدی کیوں آگئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت عورتیں زیادہ کپڑا لیکرنہیں گئی تھی ،تو حضرت نے فرمایا کہ تو نوح سے نئے کپڑے بنوادیتا پیسہ مجھ سے آکر لیتا میں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ والوں نے فرمایا تھا کہ یہ پہلی جماعت ہے ،ان کے جذبات کاخیال رکھنا اس لیے جلدی آگئی مشورہ کی سن کر،حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں،جب یہ جماعت مشورہ سے

گھاسیڑہ وغیرہ طے ہوئی تو بڑے حضرت نے چودھریوں کے نام خط لکھا کہ میں تمہارے یہاں دہلی کی پردہ نشین مستورات کو بھیج رہا ہوں تم ان کی خوب نصرت کرنا وغیرہ وغیرہ، گھاسیڑہ والوں کو جماعت کا انتظار تھا، سڑک پر استقبال کے لئے آگئے جب جماعت گھاسیڑہ پہنچی تو گاؤں والوں نے استقبال میں کافی بندوقیں چلائیں اور پرزور استقبال کیا کہ مستورات کی پہلی جماعت ہمارے گاؤں میں آئی ہے، اور ہر گاؤں میں ایسا ہی استقبال کیا گیا، پھر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی جماعتیں نکلیں، بعد میں میوات سے مستورات کی جماعت کے مطالبے آنے لگے، مستورات کا کام غالباً ۱۹۴۲ء میں شروع ہوا ہے، اس سے پہلے نہیں اس لیے کہ بندہ ۱۹۴۱ء میں مرکز آیا تھا مرکز میں آنے کے بعد مستورات کا کام شروع ہوا ہے، اگر حضرت کے انتقال سے دس سال پہلے شروع ہوتا تو ہندوستان کے کتنے شہروں میں بے شمار مستورات کی جماعتیں پہنچ جاتیں، حضرت جی کی حیات میں میوات کے علاوہ کہیں مستورات کی جماعت نہیں گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ والسلام بندہ محمد داؤد۔

مستورات کے ۲۴ گھنٹے کے مختصر کام:

از مرکز نظام الدین دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، اور دین کی مقامی محنت پوری طرح کر رہے ہوں گے، اللہ تعالیٰ مزید کی توفیق عطا فرمائے، دعوت کا کام زبردست کام ہے کام جتنا اہم اور جتنا بڑا ہوتا ہے اس کے اصول اور طریقے بھی اتنے ہی اہم ہوتے ہیں، مستورات کا کام اور بھی زیادہ اہم اور نازک ہے۔

عورتوں کا اصل کام تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں پانچوں نمازیں اول وقت میں خشوع وخضوع سے کھڑی ہو کر پڑھتی رہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہیں، اگر پڑھی ہوئی نہیں ہیں تو روزانہ اپنے کسی محرم سے یا صحیح پڑھنے والی کسی عورت سے ۲، ۲، ۴، ۴ آیتیں سبقاً سبقاً سیکھتی رہیں، صبح وشام ۳، ۳ تسبیحات بیٹھ کر پڑھتی رہیں تو زیادہ اچھا ہے اور اپنے بچوں کی دینی تربیت وتعلیم اور اپنے خاوند کی خدمت کرتی رہیں، اور اگر کوئی عزیز رشتہ دار خاتون یا سہیلی کسی بھی کام کے لیے آئیں تو انہیں پیار ومحبت اور حکمت سے دین پر چلنے اور گھر میں تعلیم کرنے نیز اپنے محرموں کو اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ترغیب دے، اگر آپنے ان کو ان باتوں کے لیے تیار کر دیا تو یہ بہت بڑی کمائی کر لی، روزانہ اپنے گھر میں فضائل اعمال کی تعلیم کرتی رہیں جب تعلیم کرتے کرتے ذہن بن جائے تو

ایک جماعت پانچ عورتوں کی بنالی جائے، اس میں ۲،۳ پرانی اور ۲،۳، نئی عورتیں ہوں ہر ایک کے ساتھ ان کا حقیقی محرم (باپ، بیٹا، بھائی، خاوند، ماموں) ہو بچے ساتھ نہ ہوں، ایسی جگہ جائیں جہاں پوری جان پہچان ہو، اور پہلے سے ان کو اپنے آنے کی اطلاع دیدی جائے، وہاں پہنچ کر مردوں میں سے کوئی دعا کرائے اور عورتیں ایک طرف کھڑی ہوکر چپکے چپکے آمین کہتی رہیں یہ جب ہے کہ استقبال والوں کی بھیڑ نہ ہو اگر استقبال والے زیادہ ہوں تو مرد باہر دعا کریں اور عورتیں اندر چلی جائیں اور وضو کر کے نفلیں پڑھیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، مردوں کی دعا کافی ہو جائے گی، بہتر تو یہ ہے کہ جہاں جانا ہے اس شہر میں داخل ہوتے ہی دعا کرلیں، اپنی مخصوص گاڑی ہو تو گاڑی میں بہتر ہے، مرد مسجد میں جا کر بعد تحیۃ الوضو ومسجد، مشورہ کریں اور عورتوں کے لیے طے کریں کہ کونسی خاتون تعلیم کرائے گی، اور کون خدمت کرے گی وغیرہ وغیرہ پرچہ میں لکھ کر بھیج دیں، اور جماعت کے دو حصے ہرگز نہ کریں، جب تک مشورہ کا پرچہ آئے اس وقت تک عورتیں نفل پڑھنے کے بعد جو مقامی بہنیں آئی ہوئی ہیں ان سے دینی ترغیبی بات کریں، جب مشورہ کا پرچہ آجائے تو اس کے مطابق کام کریں، عورتیں صرف کتابی تعلیم کریں گی تقریر کی بالکل اجازت نہیں ہے، اپنے ہی ساتھ آئی ہوئی بہنوں سے قرآن مجید کی تصحیح کرنے کا حلقہ چلائیں، جتنی دیر مناسب سمجھیں، پھر کتابی تعلیم کریں، کتابی تعلیم اس طرح آہستہ آہستہ کریں کہ جو بہنیں بے پڑھی ہیں وہ بھی سمجھ جائیں اور چھ نمبر کا مذاکرہ بھی حلقہ بنا کر بیٹھ کر کریں، یہ ظہر سے پہلے کا کام ہے۔

ظہر کے بعد مقامی عورتیں تعلیم میں آئیں گی مشورہ سے جس کا تعلیم کرنا طے ہوا ہے وہ خاتون تعلیم کرے، تعلیم اور بیان کے انتظار میں تسبیح وغیرہ پڑھ سکتی ہیں، تعلیم بیٹھ

کر شروع کی جائے اگر عورتیں کم ہوں، تعداد بڑھ جائے تو اسٹول یا چوکی پر بیٹھ کر تعلیم کر سکتی ہیں کرسی صوفہ پر نہ بیٹھیں، مجمع زیادہ ہو اور گھر میں گنجائش نہ ہو تو دو حلقے کر سکتی ہیں، فضائل اعمال کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہ پڑھی جائے، کسی خاتون کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے تو اپنے کسی محرم کے ذریعہ معتبر و معقول عالم سے معلوم کر لے مسائل کی اجتماعی تعلیم نہیں ہوگی، انفرادی طور پر مسائل کی کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔

جب کوئی مرد بیان کرنے آئے تو عورتیں اپنی تعلیم بند کر دیں، عورتیں اس کی پوری احتیاط کریں کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے، مرد بیان کے بعد تشکیل کا موقع دیں، عورتیں مقامی مستورات کی تشکیل کریں کہ کون کون اپنے مردوں کو، اپنے بیٹوں کو یا دوسرے عزیزوں کو اللہ کے راستے میں تین چلہ، یا چلہ کے لیے بھیجیں گی اور دعا سے پہلے ان کے نام پورے پتہ کے ساتھ لکھوا کر بھجوا دیں، تا کہ ان کی وصولی میں آسانی ہو پرچہ مقامی ذمہ داروں کو بھجوائے مرد دعا کر کے چلے آئیں پھر عورتیں عصر کی نماز ادا کریں اور تسبیحات پوری کریں، اگر کچھ مقامی عورتیں بیٹھی ہوں تو ان سے دینی ترغیبی بات کریں، مغرب کی نماز کے بعد اوابین پڑھیں اور اگر موقع ہو تو انفرادی اعمال سیکھنا سکھانا وغیرہ کرے، یا آرام کریں، عشا کی نماز کے بعد کوئی تعلیم نہیں جلدی آرام کریں تا کہ تہجد میں اٹھنا آسان ہو، کھانا عشا سے پہلے یا بعد جیسی سہولت ہو کھالیں نمازِ تہجد کے بعد دعا مانگیں اپنے ماں باپ اور پوری امت کے لیے نمازوں کو خشوع وخضوع سے پڑھنے کی مشق کریں، بعد نمازِ فجر ناشتہ میں دیر ہو تو آرام کر لیں، ناشتہ جلدی ہو جائے تو بعد ناشتہ مختصر آرام کر لیں، تعلیم کا جو وقت مقرر ہے اس سے پہلے اپنے انفرادی اعمال وضرورتوں سے فارغ ہو جائیں، اگر مردوں میں سے کوئی پرانے ساتھی بات کرنے

والے ہوں تو نمازِ فجر کے بعد ۳۰، ۴۰ منٹ بات کریں، بشرطیکہ ناشتہ میں دیر ہو، ورنہ ناشتہ کے بعد بات کریں تاکہ عورتیں شام تک کاموں میں لگی رہ سکیں، ناشتہ سے پہلے یا بعد اگر آرام کریں تو مشورہ سے ایک بہن ایسی جگہ بیٹھے جہاں سے باہر سے آنے والی بہنوں پر نظر رہے، یہ بہن قرآن شریف لے کر نہ بیٹھے بلکہ تسبیح لے کر بیٹھے، تاکہ آنے والی بہنوں کا استقبال کر سکے، ان سے ایسی جگہ بیٹھ کر بات کرے کہ سونے والی بہنوں کی نیند میں خلل نہ ہو، اس لیے جہاں مستورات کی جماعت جاتی ہے مقامی عورتیں ملنے کے لیے آیا کرتی ہیں اگر سب کو سوتا پائیں گی تو مایوس ہو کر واپس ہوں گی اس لیے مشورہ سے کبھی کوئی کبھی کوئی بیٹھا کرے۔ جماعت میں آنے والے محرم اپنی عورتوں سے ملنے مغرب سے پہلے آ سکتے ہیں مغرب کے بعد مناسب نہیں، لوگوں نے جو عورتوں کا اجتماع نام رکھا ہے اصل میں وہ عورتوں کی تعلیم ہے، عورتیں گشت نہیں کریں گی، نہ چھوٹی نہ بڑی عمر کی، نہ مقام پر نہ جماعت میں باہر نکلنے کے زمانہ میں، جو محرم ساتھ آئے ہیں وہ مقامی مردوں کے ساتھ مل کر گشت کریں اور مقامی مردوں کو اپنی مستورات کو جہاں تعلیم ہو رہی ہو وہاں بھیجنے کی دعوت دیں، اور تاکید کریں کہ وہ سادہ لباس و سادہ طریقے سے شرکت کریں، بن سنور کر زیوروں سے آراستہ ہو کر نہ جائیں، اگر ممکن ہو تو ہوٹل سے روٹی منگوا لے اور کوئی عورت گھر میں سالن بنالے، عورت تعلیم میں بیٹھے بیٹھے سالن دیکھ سکتی ہے۔

یہ سولہ باتیں وہ ہیں جن کو حضرت شاہ محمد یوسفؒ فرمایا کرتے تھے، چار کام خوب کرنیکے (۱) دعوت (۲) تعلیم و تعلم (۳) عبادات (۴) خدمت۔

چار کام بالکل نہیں کرنیکے (۱) اشراف (دل کا سوال) (۲) زبان کا سوال (۳) اسراف (فضول خرچی) (۴) کسی کی چیز بغیر اس کی اجازت استعمال کرنا۔

چار کاموں میں وقت کم لگانا (۱) کھانے پینے میں (۲) سونے میں (۳) نہانے دھونے میں (۴) جائز دیگر کاموں میں۔

چار کاموں میں دخل نہ دے۔(۱) سیاست (۲) بحث ومباحثہ (۳) مسائل کے تذکرے اور (۴) حالاتِ حاضرہ....بس دین وایمان کی فکر ہو، اور آخرت کی سوچ۔
آپ نے اچھا کیا جو پوچھ لیا، جو پوچھ پوچھ کر چلے گا وہ صحیح کام کر سکے گا۔

(نوٹ) ان باتوں میں جان ڈالنے کے لیے گھر پر فضائل اعمال کی تعلیم بچوں کو اہتمام سے ساتھ لے کر روزانہ فکر و لگن سے کریں، اس کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ پڑھی جائے، اور مسائل کی اجتماعی تعلیم نہ ہو گی۔

فقط والسلام۔ بحکم مولانا سعد صاحب

از مولوی داؤد صاحب۔

بنگلہ والی مسجد، بستی نظام الدین نئی دہلی۔

مستورات میں کام کرنے کا طریقہ اور ترتیب:

از حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے اپنے حد درجہ محتاط اور دور اندیشانہ مزاج نیز کام کی نزاکتوں کو سامنے رکھ کر مستورات میں اس عالی محنت کے لیے وقتاً فوقتاً جو ہدایات ونصائح تحریری یا تقریری طور پر فرمائیں، ان کا ایک جامع مرقعہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

ایک موقعہ پر تعلیم وتربیت اور دوسرے امور پر زور دیتے ہوئے اپنے مکتوب (محررہ ۲۶ محرم ۱۴۱۱ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

مستورات میں دین کے کام کا فکر وجذبہ مبارک ہے، مستورات میں اصل کام تو انھیں دین کے اعمال پر قائم کرنا اور ترغیب دے کر ہر گھر میں روزانہ تھوڑی دیر فضائل کی تعلیم میں جو مستورات جمع ہوتی ہیں ان کا ذہن بنا کر اس پر انھیں آمادہ کیا جائے اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت، پردہ کا اہتمام، اپنے بڑوں اور شوہروں کی اطاعت وخدمت اور غیبت چغل خوری وغیرہ سے بچنے کی ترغیب دی جائے، عورتوں میں دین کا کام اپنی بستی کے دعوت کے کام کرنے والے ذمہ داروں کی رائے اور مشورہ سے ہونا چاہئے، کبھی کبھی مردوں کے مشورہ سے کسی ذمہ دار سمجھدار پرانے کام کرنے والے بھائی کی پردہ کے اوٹ سے بات چیت بھی رکھی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے شرور سے حفاظت فرمائے اور اخلاص وللّٰہیت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اسی طرح ایک دوسرے مکتوب میں مستورات میں تعلیم کے مقصد اور اس کی حدود وشرائط کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

خواتین میں دینی ذہن بنانے، آخرت کے اعتبار سے انھیں فکر مند کر کے نماز و روزہ، تسبیحات وتلاوت کی پابندی اور روزانہ اپنے گھر میں تھوڑی دیر فضائل کی تعلیم اور اپنے مردوں کو راہِ خدا میں نکلنے کے لیے معین ومددگار بننے پر آمادہ کرنے کے لیے کبھی کبھار مردوں کے مشورہ سے کسی پردہ دار مکان میں انھیں جمع کر کے کسی معمر شادی شدہ پرانے سمجھدار آدمی کی بات کرائی جاسکتی ہے، مستورات میں بات کرنے کے لیے ایک اکیلا آدمی نہ جائے بلکہ تین کی جماعت بنا کر جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں جو قیود رکھی ہیں، مستورات کا کام اسی کے ماتحت ہوگا، اس کی تصریح کے ساتھ مزید ہدایات دیتے ہوئے ایک بڑے اجتماع میں فرمایا:

دنیا کی ظاہری حیات مردوں اور عوتوں سے مل کر ہے اللہ پاک نے یہ دنیا مرد و عورت دونوں کو ملا کر بنائی ہے، اسی طرح باطنی حیات بھی دونوں سے مل کر ہی ہوگی، اگر ایک حصہ میں فساد رہا تو دوسرا باقی نہیں رہ سکتا، اس لیے ضروری ہے عورتوں میں نماز، تعلیم، ذکر، تلاوت کے اعمال زندہ کیے جائیں اور اس کے لیے مردوں کے مشورہ سے ان کو جمع کر کے ترغیب دی جائے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں جو قیود رکھی ہے یہ کام انھیں قیود کے اندر ہے، بعض علاقہ والوں نے مستورات کے کام کے

بارے میں ہم سے چھوٹ اور اجازت چاہی اور دلیل یہ دی کہ عورتیں سنیما گھر جاتی ہیں اور نہ جانے کہاں کہاں جاتی ہیں، تو میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ تو اس سے بھی بڑھ کر کام کرتی ہیں لیکن اگر ہم بھی ڈھیل چھوڑ دیں تو پھر یہ دین کا کام نہیں رہے گا، بلکہ دنیا کا کام بن جائے گا، فقہاء کا فیصلہ ہے کہ عورتوں کا اجتماع نقصان سے بہت کم خالی ہوتا ہے، فکر مند ساتھی اپنے گھروں پر عورتوں کو بلائیں اور یہ بات سکھائیں، تین میل کے اندر بلکہ ایک میل کے اندر بھی مستورات کی جماعت جائے تو محرم ساتھ ہو، مشورہ سے محرم کے ساتھ جماعت میں جائیں ایسے محرم جواُن کے خیالات کی بھی حفاظت کرسکیں اور عادات کی بھی حفاظت کرسکیں اور شریعت کی تمام شرطیں پوری کی جائیں۔

ایک مرتبہ جنوبی افریقہ کی مستورات نے اس خواہش وضرورت کا اظہار کیا کہ حضرت مولانا تفصیل کے ساتھ مستورات میں کام کا طریقہ اور اس کا طرز واسلوب مفصل طور پر تحریر فرمائیں تا کہ وہ ان کے لیے مشعل راہ ثابت ہو، چنانچہ حضرت مولانا نے ذیل کا مفصل مکتوب ان کو ارسال فرمایا۔ یہ مکتوب مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کے قلم سے ہے، تحریر فرماتے ہیں:

مستورات کے کام میں یہ ہونا چاہئے کہ مقامی عورتیں اس دینی کام کے کرنے والی بن جائیں، اسی سے مردوں میں بھی کام پھیل سکتا ہے، اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ عورتوں کا کام مردوں کی سرپرستی، نگرانی اور مشورہ سے چلے، عورتیں خود ہی ذمہ دار نہ بنیں، کام کا طریقہ یہ ہے کہ ہر گھر میں عورتوں میں تعلیم چالو ہو چاہے عورت کتاب پڑھے یا ان کے گھر کا کوئی مرد پڑھے، جس میں گھر کے چھوٹے بڑے سب بیٹھیں، تعلیم صرف فضائل کی کتابوں میں سے ہو اس تعلیم کے ذریعہ پنج وقتہ نمازِ فرض نفلیں بھی جتنی

آہستہ آہستہ ہوسکیں کی جائیں، قرآن شریف کی تلاوت، چھ تسبیحات یعنی ذکر اللہ ہو، اسی تعلیم کو ذریعہ بنا کر ہر عورت ملنے والیوں سے دینی بات کرنے والی بن جائے اور اسی سے جذبہ پیدا ہو کر اپنے گھر کے مردوں کو شوہر، باپ، بیٹا، بھائی کو ترغیب دے کر جماعتوں میں بھیجنے کی کوشش ہو، مقامی کام میں شرکت کی ترغیب دیں، مستورات میں ان سب باتوں کو چالو کرنے کی ترغیب کے لیے کبھی کبھار عورتیں جمع ہوں اور ان میں مرد ان باتوں کو چالو کرنے پر بیان کرے، اور اسی میں مردوں کے مشورہ سے عورتیں بھی اس گفتگو کو آپس میں کریں، چھ نمبروں میں رہ کر بات چیت ہو، فروعات نہ چھیڑی جائے، حرام چیزیں جن میں عورتیں مبتلا ہیں، ان پر طعنہ نہ مارا جائے، ورنہ ان کا آنا جانا بند ہو جائے گا، بلکہ مجموعی طور پر ان کا یہ ذہن بنایا جائے کہ اللہ کے حکموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر پورا کرنے میں ہی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے، یوں دھیرے دھیرے احکامات پر آئیں گی، دینی محنت تو شرعی اصولوں کی پابندی کے ساتھ کی جائے، اور اس کی آواز لگائی جائے، اس میں بعض عورتیں ایک دم پابند نہ ہوسکیں تو ان پر سختی نہ کی جائے، بلکہ دھیرے دھیرے نرمی سے اصولوں پر لانے کی کوشش کی جائے جب عورتوں کا ذہن بنے گا تو وہ خود ہی گھر کے محرم کو ساتھ جانے پر تیار کرے گی، اور اگر سیر وتفریح اور دینی کام کو ذریعہ بنا کر گھومنے پھرنے کا ذریعہ بنائے گی تو ایسی عورتیں کوشش کریں گی کہ محرم ساتھ نہ ہو، اب یہ کام کرنے والیاں اندازہ لگا کر آنے والیوں کے ساتھ ان کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کریں، اس قسم کے معاملات میں سر دست پرانے کام کرنے والے مردوں کا مشورہ مفید ہوگا، وہ ان کلیات کی روشنی میں سوچ کر رائے دیں، جہاں مرد بھی فیصلہ نہ کر سکیں تو وہ مرد عورتوں کی طرف سے نمائندگی کر کے نظام الدین لکھ کر

پوچھ لیں، مثلاً ایک عورت میں دینی درد وجذبہ ہے، محرم کا ابھی ذہن نہیں بنا ہے ایسی عورت کو محرم کا ذہن بنانے کا موقع دیا جائے، ایک دم سے اسے ڈانٹ دو گی تو ایک قیمتی مایہ ہاتھ سے نکل جائے گی، یہ بھی بڑے ڈر کی چیز ہے، ایک عورت ایسی ہے کہ تبلیغ کے نام سے سیر وسپاٹے کرنا چاہتی ہے، تبلیغ تو ایک گھنٹہ کی لیکن اس کا وقت پانچ گھنٹے لگا، آتی جاتی گھومتی پھرتی رہی، ایک گھنٹہ تبلیغی مجلس میں شریک ہوئی اور آئندہ اس کی آوارگی کا خطرہ ہے تو ایسی عورت کے بارے میں چپ رہنا دین کے کام میں خطرہ ڈالے گا، اس لیے ایسی عورت کو حکمت کے ساتھ محرم کو ساتھ لانے پر زور دیا جائے، اور سرپرست مردوں کے ذریعہ اس کے مردوں کو بھی ترغیب دلائی جائے کہ ساتھ لائے اور لے جائے تو اس کام کی حفاظت ہوگی۔

یہ دو مثالیں دی گئیں ہیں، ہر آنے والی کے ساتھ ایک جیسا معاملہ نہ ہوگا بلکہ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ ہوگا، جس جگہ عورتیں موجود ہوں وہ جگہ بند ہو، تاکہ مرد دیکھ نہ سکیں، تقریر نہ کریں بلکہ دینی ذہن بنانے کے لیے بات چیت کا انداز ہو، اور کتابی تعلیم کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اختلافی مسائل پر بات چیت نہ ہو، مسائل تو مردوں کے ذریعہ مفتی صاحبان ہی سے پوچھیں، ہماری ساری گفتگو فضائل پر ہو، بے پردگی عام ہے، حکمت سے کام کرو گی تو دھیرے دھیرے پردہ آجائے گا کوئی کام ایک دم نہیں ہوا کرتا، پہلے ذہن بنانے کی کوشش کرو اور یہ ذہن تعلیم، تلاوت، ذکر، نماز، دینی گفتگو اور دعا سے بنے گا، نماز سیکھنے کا ذہن بن جائے تو ہر محلّہ میں کسی پڑھی لکھی عورت کے پاس سیکھنے والیاں سیکھ سکتی ہیں، صحابیات کے واقعات کے ذریعہ سادگی کا ذہن دھیرے دھیرے بنایا جائے، قبر، حشر، جنت، دوزخ، اللہ کی عظمت والی بات چیت ہر

ایک کے لیے مفید ہے، اس سے خود دین کا فکر پیدا ہوگا، عورتوں کے لیے سب سے بڑا اصول دینی محنت کرنے والے مردوں میں کام کرنا ہے، خود عورتیں اپنے طور پر نہ کریں، عورتوں کا کام بہت نازک ہے، لیکن ضرورت بھی ہے، نزاکت کے سبب دینی کام چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، اور بہت ضروری جان کر بے اصولی برداشت نہیں کی جائے گی، بے اصولی کو روکنے کے لیے ایسا ڈنڈا بھی نہ مارو کہ کام ہی سرے سے ختم ہو جائے اور کام ختم ہونے کے ڈر سے ایسی بے باک نہ ہو کہ اصول ٹوٹ جائیں، بیچ کا راستہ اختیار کرو کہ کام بھی ہوتا رہے اور آستہ آہستہ اصول بھی آتے رہیں، سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، اس کے لیے دن کو تھکا دینے والی محنت کرو اور رات کو تنہائیوں میں اللہ کے سامنے ہچکیاں مار مار کر اور رو کر دعائیں کرو، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ عالم میں دین پھیلے گا، پھر مرنے کے بعد میٹھی نیند سونا ہے اور بعد میں جنت میں جا کر ہمیشہ ایسے مزے کرنے ہیں جن کا کبھی خیال بھی نہ گزرا ہوگا، مزہ تو جنت میں ہے۔

زیادہ فکرمند عورتیں جو ہوں ان کا کام اپنے ذمہ لے کر ان کی نیند پوری کرائیں، اور ان کی صحت کا خیال کریں، یہ صرف زیادہ فکرمند عورتوں کے لیے ہے، کیونکہ عام عورتیں خود ہی اپنی نیند کا خیال رکھتی ہیں، ہر کام میں اعتدال کا خیال رہے، عورتیں گشت نہ کریں، بلکہ نابالغ بچے اور بچیاں سمجھا بجھا کر بھیجی جائیں جو گھروں میں جا کر نماز، کلمہ کی بات کریں اور کہیں جمع کرنا ہے تو وہ بچے خود ہی کریں یا مسجدوں میں مردوں کو کہا جائے کہ وہ اپنی مستورات کو بھیجیں، اگر چھوٹے بچوں کو بھیجا جائے تو بچوں میں بچپن ہی سے دعوت کا جذبہ پیدا ہوگا، ان بچوں کی جماعت کے ساتھ ایک بڑا آدمی بھی ہو جو پاس کھڑا رہے تاکہ بچے اس دعوت کو کھیل نہ بنائیں، یہ مدرسہ کے بچوں سے بھی کرایا جاسکتا ہے،

لیکن عورتیں مردوں کی طرح گشت نہ کریں۔

مستورات میں کام کا طریقہ یہ ہے جو مستورات دینی محنت میں ساتھ چلیں ان سے تعلیم کرائی جائے، کتاب پڑھوائی جائے، شوقین عورتیں جو نماز سیکھنا چاہتی ہوں انھیں سپرد کر دیا جائے کہ نماز یاد کرائیں، چھ نمبروں کی بات سمجھانے بجھانے کے درجہ میں ان سے کرائی جائے، بعض دفعہ ان سے سیکھنے والی مستورات کو ان کے محرموں کے ساتھ کچھ وقت کے لیے بھیجا جائے تا کہ کام کا بوجھ ان کے سروں پر پڑے، پھر پرانی مستورات دوبارہ آ کر ملے اور کارگزاری سنائیں اس طرح کئی کئی کام کرنے والی عورتیں بنیں گی، جو آخرت کا ذخیرہ ہونے کی امید ہے۔

فقط والسلام۔

بندہ انعام الحسن غفرلہ۔

(ماخوذ از سوانح حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن:۳/۲۹۸-۳۰۴، مکتبہ رحمانیہ)۔

''لسان التبلیغ حضرت مولانا عمر صاحب پالنپوریؒ کے بیان کا اقتباس''

دعوت کا کام عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے:

فرمایا: دعوت کا کام مرد اور عورت سب کے لیے اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہ ضروری بتاتے ہیں:

﴿ المؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض، يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر و يقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة ويطيعون اللّٰه ورسوله أولئك سيرحمهم اللّٰه ، إن اللّٰه عزيز حكيم﴾ (سورة التوبة).

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، یہ بھلی باتیں بتائیں، بری باتوں سے بچائیں، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، ان پر اللہ رحم کرے گا، بیشک اللہ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

عورت کی چار نسبتیں:

ایک مرد کے پاس عام طور سے چار قسم کی عورتیں ہوتی ہیں:

ایک طرف ماں۔ ایک طرف بیوی۔ ایک طرف بہن۔ ایک طرف بیٹیاں۔

اسی طرح عورتوں کے چاروں طرف تقریباً چار قسم کے مرد ہوتے ہیں:

ایک طرف باپ۔ ایک طرف شوہر۔ ایک طرف بیٹا۔ ایک طرف بھائی۔

تو چار قسم کے مردوں کے بیچ میں ایک عورت، اور چار قسم کی عورتوں کے بیچ ایک مرد، جو ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اور ان سبھوں کو کیا کرنا چاہئے؟

یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر، الخ.

(۱) ایک دوسرے کو بھلی باتیں بتائیں۔

(۲) ایک دوسرے کو بری باتوں سے روکیں۔

(۳) نماز قائم کریں۔

(۴) زکوۃ ادا کریں (یعنی حقوق کی ادائیگی)۔

(۵) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ (تبلیغی تقریریں، جلدِ دوم ص۱٦۴)۔

دعوت میں عورتوں کی معاونت کا فائدہ:

فرمایا: میرے محترم دوستو! گھر گھر اس لیے تعلیم کی ترتیب بنانا چاہئے، تاکہ عورتوں اور بچوں کا ذہن بنے۔ بعض عورتیں، مردوں سے زیادہ کام کرنے والی بن جاتی ہیں، بعض عورتوں کے دل کے اندر دین کا بڑا درد ہوتا ہے۔ جن کی وجہ سے مرد دینداری پر آجاتے ہیں، اگر مرد تھوڑی قربانی پر تھا، تو عورتوں نے اسے زیادہ قربانی پر گھڑا کر دیا۔

اس لیے دعوت کے کام کے تعلق سے ہر آدمی اپنی فکر کرے، اپنے گھر والوں کی فکر کرے، اپنی بستی کی فکر کرے، اپنے خاندان کی فکر کرے، اپنی قوم کی فکر کرے، پوری انسانیت کی فکر کرے۔ (تبلیغی تقریریں، جلدِ دوم ص۱٦۷)۔

مردوں سے زیادہ قربانی عورتوں کی ہے:

فرمایا: عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں دل ان کے نرم ہوتے ہیں، ان کے

سامنے جب ڈھنگ سے بات آتی ہے تو ان کے دل مردوں سے زیادہ نرم ہوتے ہیں بڑی رونے والی ہوتی ہیں۔ (تبلیغی تقریریں، جلدِ دوم ص ۲۱۳)۔

مستورات کے کام کے متعلق ہدایات
جاری شدہ از عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ

الحمد للہ دین عالی کے فروغ کیلئے امت میں کچھ عرصہ سے کام ہورہا ہے، مستوراتِ امتِ مسلمہ کا ایک بڑا حصہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں میں بھی کام کیا جائے جہاں عورتوں میں کام بہت اہمیت رکھتا ہے وہاں یہ نازک بھی بہت ہے اس لئے ضروری ہے کہ کام اصولوں کے مطابق ہوامید ہے کہ اس بارہ میں مندرجہ ذیل امور کی پابندی کام میں ترقی اور فتنوں سے حفاظت کا سبب ہوگی۔

مقامی کام: ہر گھر میں محرم مرد مستورات اور بچے مل کر روزانہ فضائل کی تعلیم کریں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور سادہ معاشرت بالذات اللہ تعالی کو محبوب ہے۔ کھانے، لباس اور رہن سہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر والی سادی زندگی اختیار کی جائے۔ گھر کا ہر فرد ہر روز ایمان و یقین کی دعوت دے۔ دوسروں کو اس پر آمادہ کرے۔ تلاوت اور تسبیحات کا اہتمام ہو۔ لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ ہر کام کو ایسا کیا جائے جس سے یہ ثابت ہو کہ اللہ جل شانہ کے اوامر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر پورا کرنے ہی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ گھر کے کاموں کو کم سے کم وقت میں پورا کیا جائے۔ اعمال میں زیادہ سے زیادہ وقت لگایا جائے۔ بچوں کی دینی تربیت کی جائے۔ ایمانی تذکروں اور اعمال کے ذریعہ

اپنی ضرورتیں حق تعالیٰ شانہ سے پوری کروانے کا ماحول بنایا جائے۔ دینی کام اور نقل وحرکت کے تقاضوں کے بارے میں مشورے، فکر اور دعاؤں کا اہتمام ہو۔

جن محلوں میں پہلے سے ہفتہ واری فضائل کی تعلیم ہو رہی ہے وہ جاری رہ سکتی ہے نئی جگہ پر مقامی ذمہ داروں یا رائے ونڈ سے مشورہ کے بغیر اجتماعی تعلیم شروع نہ کروائی جائے۔ گھر اور محلوں کی تعلیم میں فضائل کی کتابوں کا پڑھنا اور چھ نمبروں کا مذاکرہ ہے۔ محلوں کی تعلیم میں مہینہ دو مہینہ کے بعد مردوں کا بیان ہو سکتا ہے۔ محلّہ کی تعلیم مسجد کی جماعت سے مربوط ہو۔ یعنی تعلیم، استقبال اور تشکیل کرنے والی مستورات کا نام مردوں کے مشورے سے طے کیا جائے۔ بڑے بڑے شہروں میں جہاں شہروں کی مستورات کے لئے فضائل کی اجتماعی تعلیم اور بیان کا اہتمام ہو وہ جاری رہے لیکن کسی نئی جگہ رائیونڈ سے مشورہ کے بغیر شروع نہ کیا جائے۔ کسی شہر میں حسب ضرورت رائیونڈ کے مشورہ سے ایک سے زائد جگہوں پر بھی اجتماعی تعلیم اور بیان ہو سکتا ہے۔ گھروں میں عموماً اور محلّہ یا شہر کی اجتماعی تعلیم یا خروج کے اوقات میں خصوصاً اعلیٰ قسم کے لباس اور زیورات کے استعمال سے احتراز کیا جائے۔ کسی بھی صورت میں کوئی عورت کسی وقت کھڑے ہو کر نہ بیان کرے اور نہ کھڑے ہو کر نام لکھے۔ کسی اونچی جگہ بیٹھنے سے بھی احتراز کیا جائے۔ بیان یا مذاکرہ کے بعد فی گھر ایک آدمی نکالنے اور مستورات مع محرم جماعتیں تیار کرنے کی ترغیب دی جائے۔

سہ روزہ جماعتیں

(۱) جماعت میں مردوں کا ذمہ دار پوری جماعت کا امیر ہوگا۔ مستورات میں سے کسی کو نہ ذمہ دار بنایا جائے اور نہ ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے کسی کا ذمہ دار ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عورتوں کا پیغام بھی باری باری مختلف محرموں کے ذریعے دیا جائے۔ اعمال، تعلیم، استقبال، تشکیل، خدمت وغیرہ کی تقسیم مردوں کے مشورے سے پرچی کے ذریعہ مستورات تک پہنچائی جائے۔ مرد اپنی مستورات کی رائے مردوں کے مشورے میں رکھ سکتے ہیں لیکن ہر روز مستورات کی رائے لینا ضروری نہیں۔ مردوں کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کریں۔ مشورہ طلب امور میں تجسس کی صورت پیدا نہ ہو۔ اور کسی کا نام لئے بغیر مستورات کی تمام آراء مردوں تک پہنچائی جائیں۔ بچے ساتھ لیکر نہ جائیں۔ بچوں کی موجودگی میں یکسوئی نہیں رہتی کافی وقت انکی دیکھ بال میں لگ جاتا ہے۔ تعلیم میں اگر مقامی عورتیں نہ ہوں تو بیان کی ضرورت نہیں۔ مقامی عورتیں کافی آجائیں تو صبح شام دو بیان ہو سکتے ہیں۔ صحیح قرآن مجید سیکھنا سکھانا ہو۔ نماز کے اندر دیگر چیزیں اور دعائیں وغیرہ انفرادی طور پر سیکھنے کا اہتمام ہو۔

(۲) اپنی مستورات کی ترغیب کیلئے فجر یا شام کی نماز کے بعد مردوں کی طرف سے مذاکروں کا اہتمام ہوسکتا ہے۔

(۳) کھانا عورتیں ہی پکائیں اور گھر والے اصرار کریں تو ایک وقت کا کھانا مشورہ سے قبول کیا جاسکتا ہے اور بقیہ اوقات کا کھانا خود پکانے میں حفاظت بھی ہے اور

بہت ضروری بھی ہے۔ مکان کی صفائی، برتنوں کا دھونا اور متعلقہ دیگر امور کا اہتمام مستورات کی جماعت خود کرے۔ یقیناً جس گھر میں جماعت ٹھہرتی ہے اس گھر والوں کی ساری ترتیب بدل جاتی ہے اگر تکلفاً بھی کھانے پینے کا انتظام اہل خانہ کرینگے تو ان پر بوجھ چڑھ جائیگا اور آئندہ جماعتوں کے ٹھہرانے میں تردد ہوگا خرچہ کافی ہوگا۔ اس بوجھ اور ذمہ داری کو دیکھ کر اعمال میں شرکت کرنیوالی مقامی مستورات اپنے ہاں ٹھہرانے کا حوصلہ نہیں کریں گی۔

(۴) مستورات کے ساتھ شرعی محرم ہو سکتے ہیں۔ جو بڑی عمر کی ہوں اور شادی شدہ ہوں تو زیادہ مناسب ہے لیکن خاوند کا ہونا بہتر ہے۔ محرم کچھ وقت لگائے ہوئے ہوں، کام کا تجربہ ہو اور مردوں میں بھی کام کرے۔

(۵) گھر والوں کی چیزوں کے استعمال سے بچا جائے۔ چیزوں کی خرید و فروخت سے احتراز کیا جائے۔ ہدیہ لینے دینے سے بھی بچا جائے۔

(۶) اگر ضرورت محسوس ہو تو مکان کے کسی حصہ یا بیٹھک میں بشرطیکہ اسکا راستہ علیحدہ ہو یا قریبی مکان میں تین مردوں کو ٹھہرایا جائے تاکہ اتفاقی ضرورت کیلئے مردوں کو مطلع کیا جا سکے۔ تین مردوں میں دو جماعت کے ہوں اور ایک صاحب خانہ ہو۔

(۷) باہر نکلنے کے دوران مرد عورت اس طرح رہیں جیسے احرام میں ہوتے ہیں۔

(۸) دور کے دیہات سے مستورات کی نصرت کیلئے نہ بلایا جائے اگر آجائے تو ان کو رات کو جماعت کے ساتھ نہ ٹھہرایا جائے۔ اپنے محارم کے ساتھ آئیں

اور انہیں کے ساتھ رات سے پہلے واپس چلی جائیں۔

(۹) نقد سہ روزہ کی جماعتیں تیار کرنے کی محنت کریں۔ جماعت اور مقامی احباب مل کر اسکی فکر فرمائیں کہ جماعت مناسب ہو جس میں ایک دو پرانی مستورات ہوں جو جماعت کو سنبھال سکیں۔ اگر سبھی کی فکر ہو گی تو جماعت نقد نکالنا آسان ہو گا۔ جماعت کے پہنچتے ہی مقام کے احباب موزون مکانات نقد جماعتوں کے لئے طے کرنے کی فکر فرمائیں تاہم مستورات مع محرم جماعتوں کے لئے مناسب مکان تلاش کئے جائیں۔ مردوں کی جماعتیں بھی نقد تیار کرنے کی کوشش ہو جس میں مستورات بھی محلّہ کی عورتوں کو اس پر آمادہ کریں کہ وہ اپنے مردوں کو اللہ کی راہ میں نکالیں۔

(۱۰) جب پرانی سوجھ بوجھ والی مستورات موجود ہوں جو جماعت سنبھال سکتی ہوں لیکن باوجود پوری کوشش کے نقد سہ روزہ جماعت میں کوئی بھی عورت تعلیم کرنے والی نہ ہو تو جماعت کے مرد علیحدہ پردے میں اس طرح تعلیم کرا سکتے ہیں کہ عورتیں بھی سنتی رہیں۔ تعلیم کرانے والی عورت چاہے دوسرے محلّہ ہی سے کیوں نہ تیار کرنی پڑے، پوری کوشش کی جائے، لیکن نہ ملنے کی صورت میں جماعت کے ذریعہ نقد سہ روزہ جماعت نکالنا مؤخر نہ کیا جائے۔

(۱۱) اگر کوشش کے باوجود پرانی مستورات نہ مل سکیں اور نکلنے والی تمام مستورات نئی ہوں البتہ مردوں میں کچھ پرانے اور سنبھالنے والے ہوں تو بھی جماعت ضرور نکالی جائے۔ ان کو اپنے ساتھ صبح سے شام تک رکھیں۔ چھ نمبر اور تعلیم کے آداب سکھائیں اور پھر شام کو دو دن کیلئے علیحدہ بھیج دیا جائے۔

پندرہ یوم کیلئے رائیونڈ آنے والی جماعتیں

(۱) جماعت میں پانچ مرد اور پانچ مستورات سے کم آٹھ مرد اور آٹھ مستورات سے زیادہ نہ ہو۔ مضافات سے چند عورتوں کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ اکثریت شہر کی ہو۔

(۲) رائیونڈ آنے والی مستورات محرم کے ساتھ مقام پر کم از کم تین سہ روزے لگا چکی ہوں، بالکل نئی عورتیں نہ لائی جائیں۔

(۳) غیر شادی شدہ لڑکی ساتھ نہ لائی جائے۔ وہ اپنے مقام پر والدہ کے ساتھ سہ روزہ لگا سکتی ہے۔

(۴) بچے ہرگز ساتھ نہ لائے جائیں۔

(۵) محرم شادی شدہ ہو۔ کم از کم ایک چلہ لگائے ہوا ہو۔ بے ریش نہ ہو۔ کچھ بڑی عمر کا ہو تو زیادہ مناسب ہے۔ مجبوری کی حالت میں اگر غیر شادی شدہ کو والدہ یا شادی شدہ ہمشیرہ کے ساتھ آنا ضروری ہو تو قبل از وقت رائیونڈ سے مشورہ کرلیا جائے۔

(۶) ہر مقام سے مستورات کی پندرہ روزہ جماعتیں رائیونڈ روانہ ہونے سے قبل وہاں کی پرانی مستورات، ان کے احوال کو اچھی طرح دیکھ لیں۔

(۷) رائیونڈ آتے ہوئے جماعتیں مقامی ذمہ داروں کا دستخط شدہ پرچہ مع کوائف ضرور ساتھ لائیں۔

(۸) جماعت میں کم از کم دو ایسی خواتین ہوں جو اردو فضائل اعمال پڑھ سکتی

ہوں۔

(۹) بچوں کو اپنا دودھ پلانے کے زمانہ میں مستورات کو جماعتوں میں نہ بھیجا جائے۔

(۱۰) بچہ اگر دوسرا دودھ پیتا ہو تو پھر بھیجا جا سکتا ہے۔

(۱۱) دوسری جگہ جا کر کوئی کمی دیکھیں تو اس کی تصحیح اسی وقت کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ علاقہ کے مشورہ والوں سے اس کا تذکرہ ہوتا کہ وہ اس کی فکر فرمائیں۔ کسی مقام پر مستورات میں کام کیلئے علیحدہ مستقل جماعت کی تشکیل نہ کی جائے۔ شوری والے احباب اور امور کے ساتھ مستورات کے کام کی بھی فکر فرماتے رہیں البتہ وقتی طور پر کسی امر کیلئے کچھ ساتھیوں کو متوجہ کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۲) سہ روزہ جماعتوں میں نکلنے کی پابندیاں پندرہ روزہ یوم کیلئے آنے والی جماعتوں پر بھی ہونگی۔

چلہ کیلئے رائیونڈ آنے والی جماعتیں

(۱) مرد تین چلہ لگائیں ہوئے ہوں۔ مستورات کم از کم ایک دفعہ پندرہ یوم لگا چکی ہوں۔

(۲) مرد ایک سال چلہ مستورات کے ساتھ لگائے۔ کم از کم دو سال عمومی چلہ لگانا ضروری ہے تاکہ کام کا مزاج باقی رہے۔

(۳) پہلی تشکیل دس یوم کی اور دوسری تشکیل بیس یوم کی ہو تاکہ دور دراز کے مقامات پر بھی جماعتیں بھیجی جا سکیں۔

(۴) مناسب اور سمجھدار مستورات کو بیرونی ممالک سے آنے والی جماعتوں میں بھی جوڑا جا سکتا ہے۔

(۵) سہ روزہ، اور رائیونڈ میں پندرہ یوم کیلئے نکلنے والی جماعتوں کی ساری پابندیاں چلہ کی جماعتوں پر بھی عائد ہوں گی۔

بیرون ممالک جانے والی جماعتیں

(۱) مستورات گھر کی تعلیم کرتی ہوں۔ سہ روزہ کیلئے نکلتی ہوں۔ پندرہ یوم ایک سال کے وقفہ سے کم از کم دو دو دفعہ لگا چکی ہوں۔ پندرہ دن لگانے کے بعد ہر سال تین چار سہ روزہ لگاتی رہتی ہوں۔ اور دوسری دفعہ پندرہ دن لگانے کے بعد تین چار سہ روزے لگا چکی ہوں۔ شادی کو ایک سال گزر چکا ہو۔ دعوت کا مزاج ہو۔ جوڑ کی طبیعت رکھتی ہو۔ محرم کیلئے وہی شرائط ہیں جو مردوں کیلئے بیرون ملک جانیوالی جماعتوں کی ہیں۔ مزید یہ کہ محرم دو دفعہ مستورات کی جماعت کے ساتھ پندرہ یوم یا ایک دفعہ پندرہ یوم اور ایک دفعہ چلہ کی جماعت میں اوقات لگا چکے ہوں۔

(۲) کراچی لاہور اور راولپنڈی کے احباب اور وہاں کی پرانی مستورات اس کی تسلی فرمائیں کہ مستورات اور ان کے محرم مندرجہ بالا ترتیب پر پورے ہیں۔ سندھ سے تیار ہونے والی مستورات کا کراچی کی پرانی مستورات تفقد فرمائیں گی۔ بقیہ شہروں سے تیار ہونے والی مستورات کا تفقد رائیونڈ میں مقیم مستورات کریں گی۔

(۳) حاملہ مستورات، دائم المرض، زیادہ کمزور اور زیادہ معمر نہ ہوں۔ سفر میں ایسی عورتوں کیوجہ سے خود اپنے لئے اور جماعت کیلئے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

(۴) نوجوان مستورات کی حتی الامکان بیرون ملک جماعتوں میں تشکیل نہ کی جائے۔

(۵) پندرہ یوم لگانے کے بعد سال میں تین یا چار سہ روزے نہ لگ سکے تو بیرون ملک سفر کی شرائط پوری نہیں ہوئیں۔ مستورات کو دوبارہ پندرہ روز لگاتے وقت عرض کیا جاتا ہے کہ اب یہ ان کے پہلے پندرہ دن شمار ہوں گے۔

تمام احباب کے نزدیک یہ بات ضروری ہے کہ پندرہ یوم چلہ اور خدمت کیلئے آنے والی جماعتوں میں جن کے کوائف شرائط کے مطابق نہ ہوں۔ ان کو واپس کر دیا جائے۔

(بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مستورات کا کام مستورات سے بھی مستور ہو)۔

(ماخوذ از تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات لمولانا حافظ شوکت علی حقانی ،ص: ا ز ۷ تا ۱۴)۔

خواتین میں تبلیغی کام کی وجہ سے دینی انقلاب
مستورات کی جماعتوں کی چند کارگزاریاں

(۱) کیوبا یونیورسٹی میں انقلاب:

امسال ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان بعض مخلص احباب کی دعوت پر بندہ عاجز مفتی رضا کو جنوبی امریکہ جانے کا اتفاق ہوا، برازیل سے گزر کر آرجنٹینا اور ونیز ویلا کا سفر ہوا، وہاں کے مکاتب، مساجد، مدارس اور مراکز کو قریب سے دیکھا اور ان میں بیانات بھی ہوئے، ان ممالک میں جا کر معلوم ہوا کہ وہاں جو کچھ دینی فضا اور ماحول ہے وہ تبلیغ ودعوت کا نتیجہ ہے اور دعوت وتبلیغ کے ثمرات کو سمیٹنے کے لیے علمائے کرام نے مدارس ومکاتب قائم کئے ہیں، ان ثمرات کو میں بیان نہیں کرنا چاہتا جو جماعتوں کی چلت پھرت کی برکت سے ظہور پذیر ہوئے، بلکہ صرف ایک واقعہ لکھنا چاہتا ہوں۔

آرجنٹینا اور ونیز ویلا سے واپسی پر چند گھنٹے جہاز کے انتظار میں برازیل کے ایئر پورٹ پر ہمیں ٹھہرنا پڑا، اس سفر میں مولانا محمد درویش مدرس دار العلوم زکریا و ناظم شعبۂ حفظ میرے ہمراہ اور رفیق سفر تھے، جہاز کے انتظار میں ایئر پورٹ پر بیٹھے تھے کہ وہاں ایک جماعت پر نظر پڑی جماعت کے ساتھی تکان کی وجہ سے سو رہے تھے اور ایک ساتھی جو شکل وصورت سے مولوی صاحب لگ رہے تھے جاگ رہے تھے" ویسے

مولویوں کو نیند کم آتی ہے'' ہم نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں کہاں سے ہیں، میں نے نام بتایا تو مولانا نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا اور کہا کہ میں پاکستان کراچی کے علامہ بنوری ٹاؤن سے فارغ ہوں وہ مجھے غائبانہ جانتے تھے کیونکہ بندہ نے کافی عرصہ بنوری ٹاؤن میں تدریس وافتاء کی خدمت انجام دی تھی، پھر انہوں نے بتلایا کہ ہماری مستورات کی جماعت ہے اور ہم مشہور کمیونسٹ ملک کیوبا گئے تھے، انہوں نے تفصیل بتائی کہ جب پاکستان میں کچھ سال قبل زلزلہ آیا تھا اور اس زلزلہ سے ضلع ہزارہ کے بالاکوٹ کی تحصیل بہت متاثر ہوئی تھی بلکہ بالاکوٹ شہر پیوندِ خاک ہوا تھا، اس کے بعد کیوبا کے وفود آئے اور متاثرین کے لڑکوں اور لڑکیوں کو کیوبا لے گئے اور یہ کہا کہ ہم ان کو وہاں ڈاکٹر بنائیں گے، کافی لڑکے اور لڑکیاں کیوبا گئے، ان میں سے ایک لڑکے کا کچھ وقت تبلیغ میں لگا تھا، اس نے بہت مدت بعد رائے ونڈ والوں کو خط لکھا کہ آپ یہاں کیوبا مستورات کی جماعت بھیج دیں، کیونکہ جو لڑکے لڑکیاں یہاں پڑھ رہے ہیں وہ کفر کے دہانے پر کھڑے ہیں، پردہ، حیا، غیرت رخصت ہو چکی ہے، دین وایمان ونماز کا ٹھکانہ نہیں، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خارج از نصاب ہے اور باہر کی این جی اوز یہی چاہتی ہیں، بزرگوں نے ہماری تشکیل فرمادی ہم کیوبا گئے واقعی کیوبا میں یونیورسٹی کا ماحول ناگفتہ بہ تھا، وہاں مردوں کی جماعت نے لڑکوں میں اور مستورات نے خواتین میں کام شروع کیا، کچھ دنوں کے بعد اس کے اثرات ظاہر ہو گئے، لڑکیاں اور لڑکے نمازی بن گئے، اپنا پاکستانی لباس پہننے لگے، خلط واختلاط چھوڑ دیا اور یونیورسٹی میں ماشاء اللہ دین کا کام شروع ہو گیا اور یوں مستورات کے کام کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے، وہاں نماز کے لیے الگ مصلّے

قائم ہوئے اور تعلیم کا کام بھی شروع ہو گیا، مسجد کے اعمال اور گھروں کے اعمال کا اہتمام ہونے لگا اور کافی ساری لڑکیاں اپنے گزشتہ اعمالِ بد پر پشیمان ہونے لگیں اور مستورات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ کہ ایمان و یقین کا گم شدہ متاع ان کو دوبارہ مل گیا، اور آئندہ کے لیے دین پر پابندر ہنے کا عہد کرلیا، فالحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔

(۲) امریکہ سے نومسلم عورتوں کی رائے ونڈ آمد:

مشہور مبلغ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں: امریکہ کی نومسلم عورتوں نے نیا اسلام قبول کیا پھر وہ رائے ونڈ میں چلہ لگانے کے لیے آئیں جیسے مرد چالیس دن لگاتے ہیں اس طرح باہر ملک سے عورتیں آتی ہیں۔

اسی طرح پاکستان سے جماعتیں بن کر باہر جارہی ہیں۔ میں خود اپنی بیوی کے ساتھ چار مہینے کے لیے دو دفعہ باہر جاچکا ہوں، ایک دفعہ ہم نے چار مہینے سعودی عرب میں، قطر میں اور امارات میں لگائے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے چار ماہ کینیڈا، امریکہ میں لگائے ہیں۔ ہمارے سفر میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر عورتیں، تین چار دن میں برقعے میں آجاتی تھیں، نوکریاں چھوڑ دیتی تھیں۔ برقعے میں آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ پہلے برقعہ نہیں کرتی تھی اب برقعہ کرلیا ہے۔ برقعے میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کئی کئی ہزار ڈالر مہینے کی تنخواہ لیتی تھیں، دفتروں میں کام کرتی تھیں، سب کچھ چھوڑ کر برقعہ پہن لیا۔

ان نومسلم امریکی عورتوں کا جہاز کراچی آیا، انہوں نے کہا ہم نے مردوں کو چیکینگ نہیں کروانی۔ پیچھے پاکستانی عورتیں کھڑی تھیں اس آدمی نے ازراہِ مذاق کہا کہ یہ پیچھے بھی تو مسلمان کھڑی ہیں، جن بے چاریوں کے لباس ہی مختصر ہوتے جارہے ہیں تو

ان عورتوں نے کہا کہ ہمارے لیے یہ عورتیں نمونہ نہیں ہیں ہم نے ان کو دیکھ کر تو اسلام قبول نہیں کیا۔ ہمارے لیے نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتیں ہیں۔ ہم تمہیں شکل نہیں دکھائیں گی۔ ہمیں ادھر بھیج دو جہاں لڑکیاں بیٹھی ہیں تو انہوں نے اپنے نقاب اٹھائے اور وہ پاسپورٹ سے دیکھتیں تو یہ فوراً اپنے نقاب گرالیتیں۔ یہ لڑکیاں حیران ہو کر کہنے لگیں ہم سے کیوں پردہ کر رہی ہو؟ ہم تو تمہاری طرح عورتیں ہیں تو نو مسلم نے کہا جو عورت بے پردہ ہو اسلام ہمیں اس سے بھی پردہ میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ ایسی حیا آ گئی۔ سبحان اللہ۔ (سبق آموز کارگزاریاں: ۱۱۸)۔

(۳) اُردن میں عورتوں نے برقعے پہن لیے:

اپنی عورتوں کو ضائع نہ کر دیں خالی روٹی پکانے میں، کپڑے دھونے میں، اسی میں ان کی زندگی ختم ہو جائے گی، اُردن میں کوئی پردے کا رواج نہیں تھا اُردن میں ۱۹۹۱ء میں برقعے نظر آئے اور پورے لباس نظر آئے عورتوں کے سر پہ اسکاف یعنی ایک رومال باندھا ہوتا تھا صرف چہرہ نظر آتا۔

ان سے پوچھا: یہ پردہ یا برقعہ کہاں سے آیا؟ کہنے لگے: پورے اُردن میں ایک عورت بھی برقعہ نہیں پہنتی تھی بلکہ آدھا لباس ہوتا تھا۔ بنوں پاکستان سے عورتوں کی جماعت گئی پٹھان عورتیں ان پڑھ نہ کوئی عالمہ نہ کوئی فاضلہ نہ کوئی تقریر یہ جانے، چھ نمبر بھی نہ جانیں بالکل ان پڑھ تین مہینے وہاں کام کیا ستر (۷۰) عورتوں کو وہاں برقعہ پہنا کے آئیں۔

ان سے پوچھا: کیا کرتی تھیں؟

کہا: وہ کیا کرتی تھیں جب ہماری عورتیں اندر آتیں (وہاں اسکرٹ پہنتی ہیں یعنی عورتوں کی ساری پنڈلیاں ننگی ہوتی تھیں اور سارے بازو بھی ننگے) تو وہ اپنی چادریں ان کے اوپر ڈال دیتیں اور بیٹھ کے رونا شروع کر دیتیں۔

" أنتن بنات الصحابة " تم تو صحابہؓ کی بیٹیاں ہو۔

اس سے آگے ان کو کچھ آتا نہیں تھا پشتو مارتیں ان کو کیا سمجھ آتا۔

ان کی برکت سے ستر عورتوں نے برقعہ پہنا۔ ان کے بعد برقعے کا رواج ہو گیا۔

(۴) عورتوں نے مردوں کو تبلیغ میں لگا دیا:

نیپال میں عورتوں کی ایک جماعت گئی اور ستر آدمی لے کر رائے ونڈ آئے، جب معلوم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے مردوں کی جماعت بھیجتے تھے تو ہم گھروں میں چھپ جاتے تھے تم نے عورتوں کی جماعت بھیجی انہوں نے ہماری عورتوں کا ذہن بنایا اب گھر میں گئے تو روٹی بند، ہم نے کہا بھائی مارے گئے باہر نکلے تو جماعت پکڑتی ہے اندر جائیں تو عورتیں نہیں بیٹھنے دیتیں اب تو نکلنا پڑے گا۔

(۵) فلپائن میں ساٹھ عورتوں نے توبہ کی اور بچوں کو رائے ونڈ بھیجا:

ایک جماعت فلپائن گئی وہاں ۶۰ عورتوں نے توبہ کی اور اپنی جگہ پر ہی برقعے منگوائے اور برقعے پہن کر اپنے گھر واپس گئیں اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اپنے بچوں کو رائے ونڈ کے مدرسہ میں تعلیمِ قرآن کے لیے بھیجا جب رائے ونڈ میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے شرائطِ داخلہ میں کچھ سختی ہوئی تو بعض عورتوں نے اپنے زیورات فروخت کر کے مدرسہ بھیجا اور خط بھی لکھا کہ ان بچوں کو واپس نہ کریں ہم نے اپنے زیورات بیچ کر بھیجا ہے۔

(۶) جنوبی افریقہ کی مستورات کی جماعت بمعہ محارم ۱۴۳۴ھ میں اردن اور الاقصیٰ گئی، وہاں مستورات نے بڑے شوق اور دلچسپی سے خواتین کے پروگراموں میں شرکت کی، اوران کی دین کی طلب وتڑپ مزید دوآتشہ بن گئی، اردن سے یہ جماعت القدس گئی اور جماعت چار گھروں میں رہی اور وہاں کی خواتین نے اس جماعت کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا اوراس سے خوب استفادہ کیا، اور ہماری خواتین نے بھی ان کی خواتین سے بہت استفادہ کیا، ایامِ عید میں ہم وہاں القدس میں تھے اور وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس سال ہمارے لیے دو عیدیں جمع ہوئیں کیونکہ مستورات کی جماعت کا فائدہ اور کام بھی عید کی طرح قلبی مسرت کا سبب رہا۔

(۷) رمضان المبارک میں جنوبی افریقہ کی مستورات کی جماعت بمع شرعی محارم ترکی گئی، ہماری خواتین نے مقامی خواتین پر خوب محنت کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقامی خواتین نے اپنے گھروں میں تعلیمی حلقے قائم کیے، اولاد کی تربیت کی طرف توجہ کی اورشرعی پردہ زیب تن کرنے کا عہدوپیان کیا۔

(۸) جنوبی افریقہ کی ایک مستورات کی جماعت بمع شرعی محارم ایک یورپی ملک میں گئی، خواتین نے وہاں خوب محنت کی، مقامی مستورات میں سے ایک عربی شخص کی بیوی جواسلام سے بے بہرہ، مذہبِ عیسائیت کی تاریکیوں میں غوطہ زن تھی، ہماری مستورات کے ساتھ تقریباً دوڈھائی گھنٹہ رہنے کے بعداسلام کی حلقہ بگوش ہوگئی، یہ واقعہ سنتے ہی اس کا شوہر ششدر رہ گیا اورسرِ تسلیم خم کرلیا اور بے ساختہ بول اٹھا کہ واقعی جماعت کے کام میں ساحرانہ تاثیر ہے کہ میں خود تین سال سے ایڑی چوٹی کا زور لگا تا رہا

کہ کسی طرح اسلام قبول کر لے، لیکن میں اپنی سعی میں ناکام رہا۔ اور یہ دو گھنٹے کی تعلیم اپنا جوہر دکھا گئی۔ سبحان اللہ۔

(۹) مولانا جنید صاحب مدرس مدرسہ ہذا نے بیان کیا کہ ہماری مستورات کی جماعت بمع شرعی محارم برازیل کی طرف روانہ ہوئی، وہاں کے فیشن کا ماحول اور عورتوں کی بے راہ روی اظہر من الشّمس ہے، بحمد للہ مستورات نے خوب محنت کی، مقامی خواتین میں دینداری کا جزبہ موجزن ہوا، مقامی حضرات نے ہماری خواتین کے حجاب اور شرعی پردہ کی تصویریں محفوظ کیں، اور وعدہ کیا کہ اسی کے مطابق ہم بھی شرعی لباس باحیا زیب تن کریں گے، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد بعض حضرات وہاں تشریف لے گئے تو شرعی لباس و پردہ دیکھ کر ششدر رہ گئے، معلوم کرنے پر بتلایا گیا کہ کچھ سال قبل جنوبی افریقہ کی مستورات جماعت نے یہاں محنت کی تھی جس کا یہ نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

(۱۰) ہندوستان کے مشہور صوبہ گجرات کے علاقہ پانولی حلقہ کی جماعت فیجی گئی، مقامی احباب نے پانچ حلقوں میں کام کرنے کا مطالبہ کیا لیکن صرف دو حلقوں میں کام ہوا، مقامی عورتوں نے خوب فائدہ اٹھایا، پردے وغیرہ کا اہتمام کیا، تقریباً ۱۵۰ گھروں میں تعلیم شروع ہوئی، نیز مقامی عورتیں دین کے بارے میں فکرمند ہیں، بچوں کے مکتب وغیرہ کی فکر کرتی ہیں، اندرونی ملک سہ روزہ وغیرہ کی جماعتیں بھی نکالتی ہیں، اور بہت شوق و جذبہ سے دینی کام میں حصہ لیتی ہیں، ایک علاقہ میں یہ پہلی جماعت تھی جس کی وجہ سے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا، اور سب نے کام میں حصہ لیا، اسکولوں کی معلّمات نے بھی وقت دیا اور استفادہ کیا۔

مصادر ومراجع

القرآن الکریم	تنزیل من رب العلمین	
	الف	
احکام القرآن	مولانا ظفر احمد العثمانی	ادارۃ القرآن
احکام القرآن	الشیخ ابن العربی	دارالفکر
ایسرالتفاسیر	الشیخ ابوبکرالجزائری	مکتبۃ العلوم والحکم
الاصابۃ فی تمیزالصحابۃ	الحافظ احمد بن علی بن حجرالعسقلانی	دارالکتب العلمیۃ
احیاء علوم الدین	الامام الغزالیؒ	مکتبۃ مصطفی
ابوداود شریف	الامام ابوداود السجستانی	فیصل
امداد الفتاح	العلامہ الشرنبلالی	بیروت
احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد لدھیانوی	ایچ ایم سعید
آپ کے مسائل اوران کا حل	مفتی محمد یوسف لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی
اعلاء السنن	مولانا ظفراحمد العثمانی	ادارۃ القرآن

اصحابِ رسول کی یادیں	حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہری	ربانی بک ڈپو
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	حافظ ابن عبدالبر النمری القرطبی	دارالجیل بیروت
ایضاح البخاری	حضرت مولانا سید فخرالدین صاحب	قاسم المعارف دیوبند
	باء	
البحر الرائق	العلامۃ ابن نجیم المصری	المکتبۃ الماجدیۃ
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانوی	دارالاشاعت کراچی
بذل المجھود	مولانا خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ
البنایۃ فی شرح الھدایۃ	العلامۃ بدر الدین العینی	المکتبۃ الرشیدیۃ
باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی	مفتی الٰہی بخش اکیڈمی
البدایہ و النھایہ	العلامۃ ابن کثیر الدمشقی	دار المؤید، الریاض
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	ملک العلماء العلامۃ ابوبکر الکاسانی	ایچ ایم سعید کمپنی
''البلاغ'' ماہنامہ	بیادِ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ	دارالعلوم کراچی
	تاء	
تیسیر الکریم الرحمن	عبد الرحمن بن ناصر السعدی	مؤسسۃ الرسالۃ
تفسیر الخازن	علی بن محمد الخازن	دار الفکر
تفسیر جلالین	العلامۃ المحلی والعلامۃ السیوطی	

التفسير المظهری	القاضی ثناء اللّٰه العثمانی	مكتبة رشيديه
تفسيرحقانی	مولانا عبد الحق حقانی	آرام باغ کراچی
تاريخ ابن عساكر	ابو القاسم ابن هبة اللّٰه	دار الفكر
تبيين الحقائق	العلامة الزيلعی	امداديه ،ملتان
التصحيح و الترجيح	العلامة قاسم بن قطلوبغا	دار الكتب العلمية
تا ج العروس	السيد المرتضی الزبيدی	مؤسسة الكويت
تفسير عثمانی	شيخ الاسلام مولانا شبير احمد العثمانی	السعودية
تفسيرابن كثير	العلامة ابن كثير الدمشقی	مكتب الرياض
التفسيرالكبير	الامام فخرالدين الرازی	دار الفكر
تفسيرالنسفی	الفقيه ابوالبركات النسفی	دار الفكر
تفسير السمرقندی	الفقيه ابو الليث السمرقندی	دار الكتب العلمية
تهذيب الكمال	العلامة المزی	مؤسسة الرسالة
تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات	مولانا شوکت علی حقانی	دارالعلوم حقانیہ
تبلیغی تقریریں	مولانا عمر صاحب پالنپوری	
تحرير تقريب التهذيب	الشيخ بشار عواد	مؤسسة الرسالة
تعليقات الامام السيوطی علی سنن ابن ماجه	الامام جلال الدين السيوطی	كراتشی
	ثناء	

الثقات	ابوحاتم ابن حبان	دارالفکر
	جیم	
الجامع لاحکام القرآن	الامام القرطبی	دارالکتب العلمیة
الجامع الصغیر	جلال الدین السیوطی	دارالفکر
	حاء	
حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار	السید احمد الطحطاوی	المکتبة العربیة
	دال	
دلائل النبوة	الامام ابو بکر البیهقی	دارالکتب العلمیة
	ذال	
ذخیرة الحفاظ	الامام محمد بن طاهر	دارالسلف
	راء	
روح المعانی	العلامة الآلوسی	مکتبة دارالتراث
روضة الفتاویٰ	مفتی اسماعیل صاحب واڑی والا	مکتبہ دارالسلام
السیرة النبویة لابن هشام	سین	دارالمعرفة
سنن ابن ماجه شریف	الامام ابن ماجه	قدیمی
سنن الترمذی	الامام الترمذی	فیصل

سوانح حضرت مولانا محمد یوسفؒ		
سوانح حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب		مکتبہ رحمانیہ
سبق آموز کارگزاریاں	مولانا طارق جمیل صاحب	
	شين	
شرح الاربعين	الامام النووی	
شرح النقاية	مولوی الياس	ايچ ايم سعيد
شرح تحفة الملوک	العلامة ابن ملک	دار البشائر
شرح المهذب	الامام النووی	دار الفكر
شرح عقود رسم المفتي	العلامة الشامي	دار الاشاعت
شرح البخاری	الشيخ ابن بطال	مكتبة الرشد
شعب الايمان	الامام ابو بكر البيهقي	مكتبة الرشد
	صاد	
صحيح البخاری	الامام محمد بن اسمعيل	فيصل
صحيح مسلم	الامام مسلم بن حجاج	فيصل
	عين	
عمدة القاری	العلامة بدر الدين العينی	دار الحديث، ملتان

عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية	العلامة عبد الحي اللكنوى	المطبع المجيدى
العلل المتناهية	عبد الرحمن ابن الجوزى	دارالكتب العلمية
	غين	
غمز عيون البصائر شرح الاشباه	العلامة السيد احمد الحموى	دارالكتب العلمية
	فاء	
فتاوى الشامي	العلامة ابن عابدين الشامي	ايچ ايم سعيد
فتح القدير	المحقق ابن الهمام	دارالفكر
الفتاوى الهندية	لجنة من العلماء العظام	دارصادر
فتاوى قاضيخان	الامام فخرالدين قاضيخان	دارصادر
الفتاوى المهمة	الشيخ عبد العزيز بن باز	دار الغد الجديد
فتاویٰ محمودیہ	فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ
فتاویٰ فریدیہ	مفتی فرید صاحب	
فتاویٰ عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	دارالعلوم کراچی
الفوائدالبهية	العلامة عبد الحي اللكنوى	مكتبة خير كثير
فتاوى اللكنوى (نفع المفتى والسائل)	علامہ عبدالحی لکھنوی	بيروت

فتح الباری	الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دار النشر، پاکستان
	کاف	
الکامل فی ضعفاء الرجال	ابو احمد عبدالله بن عدی الجرجانی	دار الفکر
کشف الخفاء ومزیل الالباس	الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی	دار الکتب العلمیة
کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ صاحب	دار الاشاعت، کراچی
	لام	
لسان المیزان	الحافظ ابن حجر العسقلانی	مکتب المطبوعات
لطائف المعارف	الحافظ ابن رجب الحنبلی	دار ابن حزم
لسان العرب	الشیخ ابن منظور	دار الفکر
	میم	
معارف القرآن	حضرت مفتی محمد شفیع صاحب	ادارة القرآن
مسند الفردوس	المحدث الدیلمی	
مرقاة المفاتیح	العلامة الملا علی القاری	مکتبه امدادیه
معرفة الصحابة	ابونعیم الاصبهانی	دار الکتب العلمیة
المحیط البرهانی	الشیخ محمود ابن مازة	مکتبة رشیدیة

المقاصد الحسنة	العلامة السخاوی	دارالکتاب العربی
منهاج السنن	حضرت علامہ مفتی فرید صاحب	
المعجم الکبیر	الامام ابو القاسم الطبرانی	مکتبة العلوم الحکم
مجمع الزوائد	العلامة نور الدین الهیثمی	دارالفکر
مسند الامام احمدبن حنبل	امام اهل السنة الامام احمد بن حنبل الشیبانی	
منحة الخالق	العلامة الشامیؒ	المکتبة الماجدیة
موطا الامام محمد	الامام محمد بن الحسن الشیبانی	
مراقی الفلاح مع الطحطاوی	العلامة الشرنبلالی والعلامة الطحطاوی	قدیمی کتب خانه
مصنف ابن ابی شیبة	الحافظ ابوبکر ابن ابی شیبه	المجلس العلمی
محمود الفتاوی	مفتی احمد خانپوری	مکتبة انور
مجموعة الفتاویٰ	العلامة عبد الحی اللکنوی	آرام باغ کراچی
معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف	العلامة عبد الحی بن فخر الدین الحسنی	
المنتقی من منهاج الاعتدال	الحافظ ابوعبد الله الذهبی	
	واو	
الوافی بالوفیات	صلاح الدین الصفدی	بیروت